امتحان کی تیاری کیلئے آسان شرح

الفہم النامی

فی حل

شرح جامی

المکتبۃ الشرعیۃ
شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
Ph: 055-3259183
Mob: 0300-6455269

امتحان کی تیاری کیلئے آسان شرح

الفہم النامی

فی حل

شرح جامی

جامع المعقول والمنقول
مفتی عطاء الرحمن
دامت برکاتہم العالیہ

المکتبۃ الشرعیۃ
شمع کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
Ph: 055-3259183
Mob: 0300-6455269

نام کتاب: الفہم النامی فی حل شرح جامی

مصنف: مفتی عطاء الرحمن

طبع اول: 23 اپریل 2005ء

ملنے کے پتے

☆ جامعہ رحمانیہ فرید ٹاؤن ملتان فون: 551737

☆ مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید لاہور

☆ مکتبہ رحمانیہ لاہور

☆ ادارہ اسلامیات لاہور

☆ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

☆ مکتبہ رحمانیہ پشاور

☆ قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ ادارہ الانور کراچی

☆ مکتبہ المعارف پشاور

☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

☆ کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ

☆ مکتبہ حنفیہ گوجرانوالہ

☆ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ

☆ مکتبہ امدادیہ ملتان

☆ حافظ کتب خانہ اکوڑہ خٹک

ناشر: المکتبہ الشرعیہ شمع کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فہرست کتاب	صفحہ

گزارش

بسم الله الرحمن الرحیم

علم النحو کی سب سے مشہور کتاب ،شرح جامی، کی شرح آپ کے سامنے ہے یہ میرے استاد محترم جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالیہ کی دیگر تصانیف کی طرح ایک شاہکار تصنیف ہے ان کے تمام تصانیف۔

(۱) غرض جامی (۲) بدر النجوم شرح سلم العلوم (۳) کاشفہ شرح کافیہ۔

(۴) تنویر شرح نحو میر (۵) تحویر شرح تنویر (۶) سعایہ شرح ھدایۃ النحو۔

(۷) املاء الصرف شرح ارشاد الصرف (۸) قدرۃ العامل (۹) ضوابط النحویہ۔

(۱۰) رفعۃ العوامل (۱۱) صرح المہذب شرح شرح تھذیب (۱۲) الحواشی شرح ایساغوجی اور اس کے علاوہ کچھ زیر طبع ہیں۔

لیکن دوسری شروح کی بنسبت یہ مختصر ہے خصوصا اس کتاب پر ان کی دوسری شرح غرض جامی کے بنسبت۔

لیکن غرض جامی، کے اپنے خصوصیات ہیں۔اور وہ ان طلباء کے لئے ہیں جو علمی میدان میں اپنا قدم مضبوط کرنا چاہتا ہو۔اور دقت نظر سے کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہو اور جن کو ہر پہلو سے کتاب اشکالات کا حل درکار ہو۔تو ان کے لئے ،غرض جامی سے بڑھ کر اور کوئی شرح نہیں جو اس طرح جو اس طرح علمی لطائف اور فنی دقائق پر مشتمل ہو جس میں ہر اشکال کا حل مل سکتا ہو اور علمی پیاس بجھ سکتا ہو اس لئے منتہی طلباء اور استعداد رکھنے والے طلباء اسی طرح اس کتاب کے مدرسین کے لئے خصوصا ،غرض جامی، کا ساتھ ہونا نہائت ضروری ہے۔

دوسری یہ کہ یہ کتاب درس نظامی کے لحاظ سے اس فن کی آخری کتاب ہے اس اگر یہاں فنی مہارت اور تسلی بخش بحث نہ ہو تو اور کہاں؟

اس لئے کہ محض قواعد اور تعریفات کے لئے تو نحو میر اور ھدایت النحو میں بہت کچھ ہی ہیں۔ تو اس کتاب کو ساتھ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

البتہ یہ کتاب اس لئے معرض وجود لائی گئی کہ ایک تو طلبہ کا اصرار تھا۔ دوسرا وقت بھی یہ تقاضا کر رہا تھا کہ اس کتاب کی مختصر اور مفید شرح ہو جائے کیوں کہ درجہ خاصہ کے طالب علم کو اس کے علاوہ پانچ کتابوں کی بھی تیاری کرنی پڑتی ہے۔ جس سے یقیناً وقت کی قلت ہوتی ہے۔

تو اس کتاب کو آسانی سے اور مختصر انداز میں حل کرنے کے لئے اس کتاب ہی کی ضرورت تھی۔

اس لئے کہ اس کتاب میں درجہ ذیل خوبیاں ہیں۔

① یہ کتاب کی عبارت کی حل میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

② لفظی ترجمے کے حل میں انتہائی مفید ہے۔

③ مولانا جامی کے مقاصد کو بخوبی واضح کر دیا ہے۔

④ تشریح کو آسان انداز میں بیان کیا ہے۔

⑤ علم نحو کے تقریباً اکثر قواعد موجود ہے۔

⑥ ضروری سوال جواب کو بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

⑦ کتاب کے ہر مشکل مقام پر سیر حاصل بحث کیا ہے۔

⑧ اساتذہ کے لئے کتاب کو آسان انداز میں سمجھانے کے لئے مفید ہے۔

⑨ اس کتاب کی انداز بیان بھی سہل و آسان ہے۔

⑩ وفاق المدارس کے امتحان کی تیاری کے لئے اور کم وقت میں کتاب کی مطالعے کے لئے ایک منفرد تحفہ ہے۔ ان فوائد وخصوصیات کو دیکھ کر کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں فقط وفاق کے نصاب کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ طلباء کے جیب پر اثر نہ پڑیں اگر ضرورت پڑے تو انشاء اللہ مقدمے کو بھی شامل کر دیں گے۔

والسلام شمس الرحمن حسن زئی۔

المرفوعات

یہاں پر چھ تحقیقات ہیں ① ۔تحقیق ربطی ② تحقیق تقدیمی ③ تحقیق ترکیبی
④ تحقیق صیغوی ⑤ تحقیق الف لام ⑥ تحقیق معنوی

صاحب کافیہؒ نے صرف تحقیق معنوی بیان کی ہے اور مولانا جامیؒ نے اس کے ساتھ تحقیق صیغوی بھی بیان کی ہے اور یہاں تین تحقیقات بیان ہوں گی ان شاء اللہ دو تو وہی جو کتاب میں ہیں اور ایک تحقیق ربطی بقایا تین تحقیقیں اگر مقصود ہو تو کاشفہ شرح کافیہ میں مذکور ہے۔

تحقیق ربطی کہ المرفوعات کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ اب تک مقدمہ کا بیان تھا اب مقاصد ثلاثہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

مرفوعات کی وجہ حصر: مرفوعات ثمانیہ اسم مرفوع دو حال سے خالی نہیں عامل لفظی ہوگا یا معنوی، اگر عامل معنوی ہو تو معمول مسند الیہ ہوگا یا مسند، اول مبتداء ثانی خبر اگر عامل لفظی ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف، اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو قائم بالمعمول ہوگا یا واقع علی المعمول، اول فاعل، ثانی نائب فاعل، اگر عامل حرف ہو تو معمول مسند الیہ ہوگا یا مسند، اگر مسند الیہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ کلام موجب میں یا کلام غیر موجب میں اول افعال ناقصہ کا اسم ہے اور ثانی ماولا المشبہتین کا اسم ہے اور اگر مسند ہو تو کلام موجب ہوگی یا کلام غیر موجب اول حروف مشبہ بالفعل کی خبر اور ثانی لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

قال الشارح جمع المرفوعة ۔اس پوری شرح کی عبارت میں جو کہ اگلے متن تک آ رہی ہے اس میں تحقیق صیغوی کا بیان ہے

سوال: المرفوعات یہ کس کی جمع ہے المرفوع کی ہے یا المرفوعۃ کی اور دونوں کی بنانا غلط ہے اوّل اس لئے باطل ہے کہ یہ مرفوعات جمع مونث سالم ہے جس کا مفرد واحدہ مونثہ ہو سکتا ہے واحد مذکر نہیں ہو سکتا اور المرفوعۃ بنانا اس لئے باطل ہے کہ المرفوعۃ صیغہ صفۃ کا ہے جو تقاضہ کرتا ہے موصوف کا جس کا موصوف ہے الاسماء تقدیر عبارت یوں ہوگی

الاسماء المرفوعات اور قاعدہ ہے کہ اتصاف الجمع بالجمع یستلزم اتصاف المفرد بالمفرد لہذا المرفوعات کا مفرد صفت بنے گا الاسماء کے مفرد کی عبارت اس طرح ہوگی الاسم المرفوعة اور یہ بات ظاہر ہے کہ موصوف صفت میں باعتبار تذکیر و تانیث کے مطابقت کا ہونا ضرور ہے اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ المرفوعات جمع ہے المرفوع کی نہ کہ المرفوعة کی۔
شارح نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی دو جزء ہوگئی (۱) جزء ایجابی (۲) جزء سلبی
جزء ایجابی تو یہ ہوئی کہ المرفوع کی جمع ہے جزء سلبی یہ ہوئی کہ یہ المرفوعة کی جمع نہیں تو دونوں جزء پر تو شارح نے دلیل ذکر کی ہے۔

قال الشارح لان موصوفه الاسم ۔ یہ عبارت دعویٰ کی جزء ثانی جزء سلبی کی دلیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ المرفوعات مرفوعة کی جمع نہیں اس لئے کہ اگر مرفوعة کی جمع ہو تو پھر موصوف صفت کے درمیان باعتبار تذکیر و تانیث کے مطابقت نہیں رہے گی کما مر لہذا اس کا صفت واقع ہونا الاسماء کی یہ دلیل اس بات کی یہ مرفوعة کی جمع نہیں۔

قال الشارح وهو مذكر لا يعقل يجمع بهذا الجمع مطردا ۔ یہ دعویٰ کی جزء اوّل ایجابی کی دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع وہ الف تاء کے ساتھ آیا کرتی ہے جیسے صافن ایسے عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین پاؤں کو بوجھ دے کر ایک پاؤں کو ڈھیلا کر کے کھڑا ہوتا ہے تو صافن مذکر لا یعقل اس کی جمع صفت آتی ہے تو اسی طرح سجلات سجل مذکر اونٹ ہے۔ اس کی جمع سجلات آتی ہے الف تاء کے ساتھ اس طرح خالیات جمع خالی کی ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہوا چونکہ المرفوعات صفت ہے الاسماء کی اور الاسماء موصوف مذکر لا یعقل ہے تو اس لئے المرفوع کی جمع الف تاء کے ساتھ المرفوعات لائی گئی ہے۔

ای المرفوع ۔ المرفوع نکال کر سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ ہو ضمیر کے مرجع میں دو احتمالیں ہیں۔ ۱۔ اس کا مرجع المرفوعات ہو ۲۔ اس کا مرجع المرفوع ہو اور دونوں باطل اگر

مرجع المرفوعات بنایا جائے تو اس پر دو سوال وارد ہوتے ہیں۔

سوال کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں پائی جاتی نہ تو باعتبار افراد تثنیہ جمع کے اور نہ باعتبار تذکیر وتانیث کے اگر مرجع مرفوع بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے کہ مرفوع کا ذکر ماقبل میں گذرا ہی نہیں۔

جواب مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ھو ضمیر کا مرجع مرفوع ہے اور اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ مرجع کے ذکر کے تین صورتیں ہوتے ہے کبھی بھی حقیقتاً مرجع کا ذکر ہوا کرتا ہے کبھی حکماً کبھی معناً تو یہاں مرجع معناً مذکور ہے جیسے اعدلو ھو اقرب للتقویٰ میں تو یہاں بھی مذکور ہے المرفوعات میں اور المرفوعات جو المرفوع پر دال ہے۔

قال المانن **ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ**

صاحب کافیہؒ اسم مرفوع کی تعریف کررہے ہیں کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ بعنوان دیگر یوں بھی تعریف کی جاسکتی ہے کہ مرفوع وہ اسم ہے کہ جس میں فاعل کے علامت میں سے کوئی علامت پائی جائے۔ فاعل کی علامت تین ہے ا۔ضمہ ۲۔الف ۳۔ واؤ

اوّل کی مثال جاء نی زید دوئم کی مثال جاء نی ابوك تیسری کی مثال جاء نی مسلمان

ای اسم اشتمل ۔سوال کا جواب ہے

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یہ فعل فعل مضارع پر صادق آتی ہے جیسے یضرب یہ بھی علامت فاعلیت یعنی رفع پر مشتمل ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے اسم نکال کر جواب دیا کہ ما سے مراد اسم ہے اور فعل مضارع تو اسم نہیں۔

ای علامۃ ۔سوال مقدر کا جواب ہے سوال علم کے تین معنی آتے ہیں اور تینوں باطل ہیں

ا۔ما وضع لشئی معین یہ مراد اس لئے نہیں لیا جاسکتا کہ اس سے اشتمال الشئی علی نفسہ کی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ علم بھی اقسام اسم میں سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مشتمل ہوتا

اسم کا اسم پر اور دوسرا معنی جبل ہے کما فی قولہ تعالیٰ فی البحر کالا علام اس مقام پر اس معنی کا بطلان بھی ظاہر ہے۔ تیسرا معنی علامت ہے یہ بھی باطل ہے ورنہ مشترک کے معانی ثلاثہ میں سے ایک معنی کا ارادہ کیا جائے تو ترجیح بلا مرجح کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: علم بمعنی علامت ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ پہلے دونوں معنوں کا صحیح نہ ہونا ہے۔

کون الاسم فاعلا ۔مولانا جامیؒ نے لفظ کون مصدر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فاعلیت میں جو یاء تاء ہے برائے مصدریت ہے۔

وھی الضمۃ و الواو و الالف ۔علامت فاعلیت کے مصداق کا بیان کر رہے ہیں یعنی علامات فاعلیت کو بیان کر دیا ہے وہ کل تین ہیں (۱) ضمہ (۲) الف (۳) واو۔

قال الشارح و المراد دباشتمال الاسم علیھا ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: اشتمال کی کئی قسمیں ہیں (۱) اشتمال الکل علی الجزء (۲) اشتمال الکلی علی الجزئی (۳) اشتمال الظرف علی المظروف (۴) اشتمال الموصوف علی الصفۃ (۵) اشتمال ذی الحال علی الحال تو یہاں پر کونسا اشتمال مراد ہے؟

جواب: یہاں اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفۃ مراد ہے تو اسم مرفوع بمنزل موصوف کے ہے اور علی علم الفاعل بمنزلہ صفت کے ہوگا۔

لفظا او تقدیرا ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: مرفوع کی یہ تعریف جامع نہیں جاء نی موسیٰ میں موسیٰ پر صادق نہیں آتے کیونکہ موسیٰ مرفوع ہے لیکن علامہ فاعلیت رفع پر مشتمل نہیں۔

جواب: کہ اشتمال علی علم الفاعلیہ میں تعمیم ہے خواہ اشتمال لفظاً ہو یا تقدیراً ہو۔

او محلا ۔سوال مقدر کا جواب۔

سوال: پھر بھی تعریف مرفوع کی جامع نہیں جاء نی ھو لاء میں ھو لاء پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ ھو لاء مشتمل علی علم الفاعلیۃ نہ لفظاً ہے نہ تقدیراً ہے۔

جواب: کہ اشتمال میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو، یا محلی ہو اور ھو لاء میں اشتمال علی

الرفع محلا موجود ہے کہ یہ محل رفع میں ہے اور رفع محلی کا مطلب یہ ہے کہ اسم جس جگہ واقع ہوا گر یہاں معرب ہوتا تو مرفوع ہوتا یہ تو دلیل عقلی تھی

وھو یبحث مثلا یہاں سے مولانا جامیؒ دلیل نقلی پیش کرر ہے ہیں کہ صاحب کافیہ" آگے جا کر فاعل کے حالات سے بحث کرتے ہیں اور وہاں ضمیر متصل سے بھی بحث کرتے ہیں تو اس بات پر دلیل ہے کہ اسم مبنی کا اعراب رفع محلی ہوتا ہے

فمنه الفاعل ۔مصنف اقسام مرفعات میں سے سب سے پہلے فاعل کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس میں فاعل کو سب سے مقدم کیا جس کے لئے علۃ اور وجو تقدیم مولانا جامیؒ آگے خود بیان کرر ہے ہیں۔

قال الشارح ای من المرفوع او اشتمل ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: منہ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: مرجع میں اختلاف ہے عندالبعض اس کا مرجع المرفوع جوالمرفوعات سے سمجھا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک ما اشعمل ہے پہلے مذہب والوں کی دلیل ہے۔

دلیل اول : اگر مرفوع کی طرف راجع ہوتو اتحاد فی الضمائر ہو جائے گا۔ کیونکہ ھو ضمیر بھی راجع مرفوع کی طرف اور منہ کی ضمیر بھی راجع ہے مرفوع کی طرف وہ گی اور اگر ما اشتمال کی طرف راجع ہوتو انتشار فی الضمائر کی خرابی لازم آتی ہے۔ما اشتمال مرجع قریب ہے مرجع میں بھی اصل یہ ہے وہ قریب ہونا چاہئے۔

و انما قدمه لانه اصل المرفوعات ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: سوال یہ ہوتا ہے کہ کافیہ ماخوذ ہے مفصل سے مفصل میں علامہ زمخشری نے مبتداء کو مقدم کیا ہے باقی مرفوعات پر اور یہاں پر علامہ ابن حاجب فاعل کو مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب: اس لئے کہ جمہور کے نزدیک مرفوعات میں سے اصل فعل تھا تو اس لئے فاعل کو مقدم کیا ہے۔

لانه جزء الجملة ۔سے لیکر قیل تک فاعل کے اصل ہونے پر دو دلیلوں کا بیان۔

دلیل اوّل: فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں سے اقویٰ ہے کیونکہ مقصود تو افادہ ہوتا ہے اور مخاطب کو تو جملہ فعلیہ میں افادہ تامہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ مشتمل ہوتا ہے زمان پر بھی اور اسناد اصلی رہی۔ کیونکہ فعل وہ اسناد ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے بخلاف جملہ اسمیہ کہ اس میں اسناد عارضی ہوتا ہے تو جب جملہ فعلیہ اصل ہے فعل جزء جملہ فعلیہ کی اور یہ قاعدہ ہے کہ اصلی جزء بھی اصل ہوا کرتی ہے تو لہذا فاعل اصل ہوا اور جو اصل ہوتا ہے وہ احق بالتقدیم ہوتا ہے اس لئے فاعل کو مقدم کیا۔

دلیل ثانی: فاعل کا عامل لفظی ہوتا ہے اور مبتداء کا عامل معنوی ہوتا ہے اور عامل لفظی ہوتا عامل معنوی سیا اور یہ قاعدہ ہے کہ موثر اور عامل کی قوۃ یہ مستلزم ہے اور معمول کی قوۃ کو تو فاعل اصلی اور قوی ہوا مبتداء سے۔

قال الشارح **وقيل اصل المرفوعات المبتداء** ۔مولانا جامیؒ علامہ زمخشری کے مذہب کو نقل کر رہے ہیں ان کے نزدیک اصل مرفوعات میں سے مبتداء ہے **لانــــه** سے علامہ زمخشری کی دو دلیلیں نقل کر رہے ہیں۔

دلیل اوّل: وہ یہ ہے کہ مسند الیہ میں اصل مقدم ہونا ہے اور اس اصل پر مبتداء قائم ہے کہ وہ مبتداء ہمیشہ مقدم ہوا کرتا ہے جب کہ فاعل ہمیشہ فعل سے موخر ہوتا ہے تو یہ اصلیت سے ہٹ چکا ہے لہذا مرفوعات میں اصل مبتداء ہوا۔

دلیل ثانی: محکوم علیہ میں اصل یہ ہے کہ اس پر حکم لگایا جائے جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ اور یہاں مبتداء پر جامد کیساتھ بھی اور مشتق کے ساتھ بھی حکم لگایا جا سکتا ہے اور فاعل پر مشتق کا تو حکم لگایا جاتا ہے جامد کا نہیں لہذا مبتداء اصل ہوا جمہور کی طرف سے ان دونوں کی دلیلوں کا جواب۔

دلیل اوّل کا جواب: کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے لیکن اس وقت میں جب مانع موجود نہ ہو اور فاعل میں چونکہ مانع موجود ہے کہ وہ مبتداء کے ساتھ التباس لازم آئے گا تقدیم کی صورۃ میں تو اس لئے فاعل موخر کیا جاتا ہے۔

دلیل ثانی کا جواب : کہ اصل حکم تو مشتق ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور جامد کیساتھ حکم لگانا یہ قلیل طور پر ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب ثانی ہم تو آپ کی اس دلیل کو آپ کے دعویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں وہ اس لئے کہ محکوم بہ کا عام ہونا یہ مبتداء کے ضعف پر دال ہے۔ جب کہ فاعل میں خصوصیت فاعل کی قوۃ اور رفعت پر دال ہے بعنوان دیگر یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ آپ نے جو دلیل پیش کی ہے مبتداء کی اصل ہونے پر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس تو مبتداء کی ذات کی قوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ ہماری بحث تو اثر اور عمل کے قوی ہونے کی ہے۔ اور وہ فاعل ہی میں پائی جاتی ہے لہذا فاعل ہی اصل ہوا اور مولانا جامیؒ نے اس مذہب کو قیل سے نقل کر کے ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ اور مصنف کے نزدیک چونکہ جمہور کی مذہب اولیٰ اور مختار تھا اس لئے فاعل کو مقدم کیا۔

قال الماتن وهو ما اسند اليه الفعل او شبهه وقدم عليه۔ الخ

علامہ ابن حاجب فاعل کی تعریف بیان کر رہے ہیں کہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کا اسناد کیا جائے اور فعل اور شبہ فعل اس سے مقدم ہو اور یہ اسناد اس طور ہو کہ فعل یا شبہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ نہ کہ واقع ہو فاعل پر۔ اس تعریف سے معلوم ہو گیا کہ فاعل کے لئے چار شرائط کا ہونا ضروری ہے (۱) وہ اسم ہو خواہ حقیقتا ہو یا حکما (۲) فعل کا اسناد فال کے طرف ہو (۳) فعل یا شبہ فعل کی تقدیم فاعل پر واجب ہو (۴) فعل کا قیام فاعل کے ساتھ ہو۔

ای الفاعل ۔ مولانا جامیؒ نے ھو ضمیر کا مرجع کو بیان کر دیا کہ ھو ضمیر کا مرجع الفاعل ہے اور اسم نکال کر بیان کر دیا کہ یہاں ما سے مراد اسم ہے۔

حقیقتا او حکما ۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: کہ آپ کی یہ تعریف اپنے افراد کے لئے جامع نہیں کیونکہ اعجبنی ان ضربت زیدا پر صادق نہیں آتی جب کہ فاعل کے لئے اسم کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: کہ اسم میں تعمیم ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور اس میں اَن مصدریہ کی وجہ سے مصدر کے حکم میں ہو کر اسم حکمی بن چکا ہے۔

بالاصالة لا بالتبعيه ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فاعل کے توابع پر صادق آ رہی ہے جیسے ضربنی زید و عمرو کہ جس طرح ضرب کی اسناد زید کی طرح ہے عمرو کی طرف بھی ہے حالانکہ عمرو کو فاعل نہیں کہا جاتا بلکہ معطوف کہا جاتا ہے۔

جواب: یہاں اسناد سے مراد اسناد بالاصالة ہے اسناد بالواسطہ اور بالتبع مراد نہیں تو لہذا توابع خارج ہو جائیں گے۔

و کذال المرد فی جمع الحدود ۔مولانا جامیؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ: کہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کی تمام تعریفات میں توابع مراد نہیں ہو گے کیونکہ توابع کا ذکر علیحدہ موجود ہے لہذا ان کے تعریفات وہ داخل نہ ہونگے۔

شبه ای ما یشبه فی العمل ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: شبہ مصدر نام ہے نسبت بین المشبہ و المشبہ بہ کا تو سوال یہ ہوگا کہ زید قائم ابوہ مثال مثل لہ کہ مطابق نہیں۔ کیونکہ قائم شبہ بالفعل نہیں بلکہ مشابہ بالفعل ہے۔

جواب: شبہ مصدر بمعنی اسم فاعل کے تو شبہ کا معنی مشابہ ہوگا تو مطابقت پائی جائے گی۔

فی العمل ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: مشابہت بالفعل تین حالات سے خالی نہیں (۱) یا تو مشابہت باعتبار دلالت اور حدث مراد ہوگی (۲) یا مشابہت باعتبار حرکات وسکنات تعداع حروف مراد ہوگی (۳) یا مشابہت باعتبار اشتقاق مراد ہوگی۔

جواب: مشابہت سے مراد مشابہت فی العمل ہے لہذا اس میں اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسم ظرف اور اسم تفضیل اور جار مجرور اور مصدر اور اسماء افعال داخل ہو جائیں گے

قدم علیه الفعل او شبهه سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: قدم کے مرجع میں دو احتمال ہیں فعل اور شبہ فعل لہذا راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب قدم کا مرجع احد الامرین یعنی فعل یا شبہ فعل مراد ہے لہذا مطابقت موجود ہے۔

ای علم ذالک الاسم ۔علیہ ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

و احتراز عن نحو زید سے اشارہ کیا کہ قدم علیہ والی قید اتفاقی نہیں احترازی ہے اس سے زید ضرب خارج ہو گیا کیونکہ ضرب کا اسناد زید کی طرف ہے لیکن ضرب مؤخر ہے۔

لان اسناد لای ضمیر شئی ۔سوال مقدر کا جواب

سوال آپ نے کہا کہ ضرب کا اسناد زید کی طرف ہے حالانکہ ضرب کا اسناد زید کی طرف نہیں بلکہ ضمیر کی طرف ہے جو مستتر ہے ضرب کے اندر اور راجع ہے زید کی طرف

جواب قاعدہ ہے شئی کی ضمیر کی طرف اسناد بعینہ اس شئی کی طرف اسناد ہوا کرتا ہے تو لہذا زید کی ضمیر کی طرف اسناد بعینہ یہ زید کی طرف ہی اسناد ہوگا۔

و المراد تقدیمه علیه وجوبا ۔سوال مقدر کا جواب

سوال یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ کریم من یکرمك میں من پر صادق آرہی ہے اس لئے کہ کریم شبہ فعل کا اسناد ہے من کی طرف اور کریم مقدم بھی ہے تو من کو فاعل ہونا چاہئے حالانکہ مبتداء مؤخر ہے اور کریم خبر مقدم ہے۔

جواب فاعل کی تعریف میں تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور کریم کی تقدیم وجوبی نہیں جوازی ہے۔

فان قلت قد یجب ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال پھر بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ جب مبتداء نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو تو وہاں خبر کا مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہوا کرتا ہے جیسے فی الدار رجل تو یہاں فی الدار ظرف رجل پر مقدم ہے تقدیم بھی وجوبی ہے تو فاعل کی تعریف رجل پر صادق آرہی ہے حالانکہ یہ فاعل نہیں۔

جواب فاعل کی تعریف میں تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی نوعی ہے نہ کہ تقدیم وجبی فردی اور فعل

کی نوع کو مقدم کرنا فاعل پر واجب ہوتا ہے جب کہ خبر کی نوع کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہوتی بلکہ نوع کی تاخیر واجب ہے البتہ کسی عارض کی وجہ سے کسی فرد خبر کو مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے فی الدار رجل

علی جهته قیامه ای اسنادا واقعا ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال جار مجرور کے لئے محل اعراب کا ہونا ضروری ہے تو علی جهة قیامه کا محل اعراب کیا ہے

جواب یہ محل نصب میں ہو کر مفعول مطلق ہے اسناد کا۔

سوال مفعول مطلق بنانا درست نہیں کیونکہ مفعول مطلق تو ہمیشہ فعل مذکور کے معنی پر مشتمل ہوا کرتا ہے جب علی جهة اسناد والے معنی پر مشتمل نہیں تو یہ مفعول مطلق کیسے بن سکتا ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں عبارت مقدم ہے علی جهة متعلق ہے واقعا کے اور وہ مفید ہے اسناد موصوف محذوف کی تقدیر عبارت یوں ہوجائے گی۔ اسناداً واقعاً علی جهة قیامه پھر اسنادا جو مفعول مطلق ہے اسکو اور اس کی صفت کو حذف کر کے جار مجرور کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا۔

ای علی طریقته قیام الفعل: قیام الفعل او شبهه سے مولانا جامیؒ نے قیامه کی ہ ضمیر کا مرجع بیان کر ہے اور به ای بالفاعل سے بہ کی ہ ضمیر کا مرجع بیان کیا ہے کہ وہ فاعل ہے۔

طریق قیامه به ان یکون ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کہ اعل کی تعریف جامع ہیں کیونکہ قیام الفعل بالفاعل کا قصد صدور فعل عن الفاعل ہوتا ہے تو یہ تعریف مات زید اور طال عمرو وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ موت کا صدور اور طالت کا صدور زید اور عمرو سے نہیں ہوتا بلکہ من اللہ ہوتا ہے۔

جواب قیام الفعل بالفاعل کا یہ مقصد نہیں جو تم نے بتایا بلکہ اس کا مقصد فقط اتنا ہے کہ صیغہ

معلوم کا ہو مجہول کا نہ ہو۔

واحترز بهذا القيد ـــــ مولانا جامیؒ یہ بتاتے ہیں کہ علی جهة قيامه اور قید اتفاقی نہیں احترازی ہے اس سے مفعول مالم یسم فاعلہ نکل کر خارج کر دیا گیا جیسے ضُرِبَ زیدٌ۔

والاحتياج الى هذا القيد ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: علی جهة قيامه کی قید قطعاً نہیں لگانی چاہئے تھی کیونکہ اس سے مفعول مالم یسم فاعلہ کو خارج کیا گیا ہے حالانکہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل ہی ہے جیسے ضرب زیدا سمیں ضرب کا اسناد ہے زید کی طرف تو اس کا خراج کرنا درست نہیں لہذا اس قید کو ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا جیسا کہ صاحب مفصل نے بھی یہ قید ذکر نہیں کیا اور شیخ عبدالقاہر جرجانی نے بھی اس قید کو ذکر نہیں کیا۔

جواب: مفعول مالم یسم فاعلہ کے بارے میں اختلاف تھا کہ متقدمین اور متاخرین کا اور ان میں سے علامہ ابن حاجب بھی شامل ہے ان کا نظریہ یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل حقیقی نہیں لہذا اس کو کراج کرنے کے لئے اس قید کو ذکر کرنا ضروری تھا۔ اور اکثر متقدمین علامہ زمخشری اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کا نظریہ یہ ہے کہ نائب فاعل فاعل حقیقی ہے تو لہذا انہوں نے اپنے نظریہ کے مطابق اس قید کو ترک کر کے فاعل میں اسکو داخل کیا ہے۔

مثل زيد في قام زيد ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: علامہ ابن حاجب نے فاعل کی مثال قام زید بیان کی ہے حالانکہ قام زید پورا جملہ تو فاعل نہیں بلک فاعل تو فقط زید ہے لہذا یہ مثال ہی غلط ہے۔

جواب: مثال اس میں فقط زید ہے لیکن چونکہ فاعل کی تعیین بغیر فعل کے ذکر ہو نہیں سکت اس لئے فعل کو بھی ساتھ ذکر کر دیا البتہ فعل کی تعیین طالب علم کے فہم پر چھوڑ دی کہ طالب علم خود معین کرے کہ قام زید میں فاعل کون ہے۔

وهذا مثال لما اسند ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے فاعل کی دو مثالیں ذکر کی ہیں حالانکہ مثال تو توضیح کے لئے ہوتی ہے

جس کے لئے ایک مثال کافی تھی دو مثالیں کیوں دی ہیں۔

جواب: یہاں امثلہ کا تعدد اس لئے ہے کہ ممثل لہ متعدد ہیں کیونکہ فاعل کی دو قسمیں تھیں۔

(۱) **ما اسند الیه الفعل** (۲) **ما اسند الیه شبه الفعل** اوّل کی مثال **قام زید** اور ثانی کی مثال **زید قائم ابوہ** اور یاد رکھیں ممثل متعدد ہو تو متعدد امثلہ ضروری ہوا کرتا ہے۔

قال الماتن والاصل ان یلی الفعل

صاحب کافیہؒ فاعل کی تعریف سے فراغت کے بعد فاعل کے احکامات شروع کر رہے ہیں اس عبارت میں حکم اوّل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل میں اصل یعنی اَولی اور راجح یہ ہے کہ فاعل فعل کے ساتھ متصل ہو۔

فی الفاعل ۔ کہ یلی فعل کا فاعل **الفعل** نہیں بلکہ اس کا فاعل ھو ضمیر ہے اب معنی یہ ہوگا کہ فاعل میں اولیٰ اور راجح یہ ہے کہ وہ فعل کے تھ متصل ہواب یہ اعل کے احکام سے ہوگا۔

ای ما ینبغی ۔ یہاں اصل کا معنی راجح اور اولیٰ کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے **الاصل فی الکلام الحقیقت دون المجاز**

ان لم یمنع مانع ۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں جس میں فاعل کو مقدم کرنا اولیٰ تو در کنار موخر کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے **ما ضرب عمروا الازید**۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ فاعلمیں اتصال تب اولیٰ اور راجح ہے جب کئی مانع موجود نہ ہواور آپ کی پیش کردہ مثال میں مانع موجود ہے اور موانع کا بیان **و اذا انتفی الاعراب** سے آرہا ہے۔

المسند الیه ۔ مولانا جامیؒ بعض شارحین کے قول کے مطابق سوال سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے صرف فعل کو کر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ **اتصال الفاعل بالفعل** اولیٰ اور ارجح ہے حالانکہ جس طرح **اتصال الفاعل بالفعل** راجح ہے اس طرح شبہ

فعل کا اتصال بھی فاعل کے ساتھ اور اولیٰ اور راجح ہے اس کو صاحب کافیہؒ نے کیوں بیان نہیں کیا۔

جواب: کہ فعل سے مراد بطریق عموم اور مجاز کے مسند الی الفاعل ہے مسند الی الفاعل یہ فعل کو بھی شامل ہے اور شبہ فعل کو بھی شامل ہے تو یہ ذکر الخاص ارادۃ العام کے قبیل سے ہوا۔ اب حاصل اس حکم کا یہ ہوگا کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہو جس فعل کا اس فاعل کی طرف اسناد کیا گیا ہو باقی رہا شبہ فعل والا سوال اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب کافیہؒ فقط اصل کے احکام بیان کرنے پر اکتفاء فرما کر فرع کے احکام کے بیان کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔

ای یکون بعدہ ۔ مولانا جامیؒ کی غرض اتصال فاعل کی صورۃ کی تعیین کرنا ہے۔ اتصال الفاعل بالفعل کی دو صورتیں تھیں (۱) فاعل مقدم ہو اور فعل موخر ہو (۲) فعل مقدم ہو اور فاعل موخر ہو تو مولانا جامیؒ نے متعین کر دیا کہ یہاں دوسری صورۃ مراد ہے کہ فعل مقدم ہو اور فاعل موخر ہو۔ اس لئے کہ پہلی صورۃ تو فاعل کی ماہیت اور حقیقت کے خلاف ہے۔

من غیر ان یتقدم علیه شئی ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: ہم ایک مثال دکھاتے ہیں جس میں بغیر مانع کے فاعل موخر ہے جیسے جاء الرجل تو رجل فاعل ہے فعل اور فاعل کے درمیان الف لام کا فاصلہ آ گیا۔

جواب: ہماری مراد فعل کے معمولات سے مقدم ہونا ہے اور الف لام فعل کے معمولات میں نہیں۔

لانه ۔ سے حکم مذکور کی دلیل کا بیان ہے

دلیل اوّل: جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل کو شدۃ سے محتاج الی الفاعل ہے یعنی فعل اپنے مفہوم اور تحقق میں فاعل کی طرف محتاج ہے جیسے کل اپنے مفہوم اور تحقق میں جزء کی طرف محتاج ہوتا ہے لہٰذا فاعل فعل کے لئے بمنزلۃ جزء کے ہوا لہٰذا الفاعل بمنزلة الجزء للفعل کہنا صحیح ہوا اور نیز فعل کے مفہوم نسبت الی الفاعل جزء ہے اس لئے کہ فعل کا مفہوم زمانہ اور حدث اور نسبت الی الفاعل کے مجموعہ کا نام ہے تو نسبت الی الفاعل فعل کی جزء ہوئی اور مقوم ہوئی فعل کے

مفہوم کے لئے اور فاعل مقوم ہے نسبت کے لئے اور قاعدہ مشہور ہے منطق کا کہ شئی کے مقوم کا شئی مقوم ہوا کرتا ہے تو فاعل فعل کے مفہوم کے لئے مقوم ہونے کی بناء پر فعل کے لئے بمنزلۃ جزء کے ہوا۔

دلیل ثانی: وبدل سے لیکر آخر تک دلیل ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نحاۃ نے ضربت میں لام کو اس لئے ساکن کردیا تاکہ چار حرکات مسلسل جملہ واحد میں جمع ہونا لازم نہ آئے لہذا لام کا ساکن کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ ضربت کلمہ واحد ہے اور چونکہ اس کلمہ میں ضمیر فاعل موجود ہے تو اس کلمۃ کی جزء بن گئی اگر یہ فاعل جزء نہ ہوتا تو لام کلمۃ ساکن ہوہوتا تو ثابت ہوا دلیل کا صغری یعنی الفاعل بمنزلۃ لجزء جب کہ کبری بدیہی ہے محتاج الی الدلیل نہیں اس لئے مولانا جامیؒ نے اسے ترک کردیا۔

قال الماتن فلذالک جاز ضرب غلامہ زید و امتنع ضرب غلامہ زیدا اسی حکم مذکور پر نتیجہ یہ نکلے گا کہ ضرب غلامہ زیدٌ والی ترکیب جائز ہے اور ضرب غلامہ زیداً والی ترکیب ناجائز ہے جس کی علۃ مولانا جامیؒ خود بیان فرمارہے ہیں۔

قال الشارح الاصل الذی ۔مولانا جامیؒ نے ذالك کا مشارالیہ بیان کیا ہے۔

لتقدم مرجع الضمیر یہ ترکیب اوّل کی جواز کی علۃ کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: تم نے کہا کہ ضرب غلامہ زیدٌ جائز ہے حالانکہ ضمیر لوٹتی ہے زید کی طرف تو مرجع موخر ہوگیا تو اضمار قبل الذکر لازم آیا تو یہ ترکیب جائز نہیں بلکہ ناجائز ہے۔

جواب: یہاں اضمار قبل الذکر مطلقا لازم نہیں آتا فقط اضمار قبل الذکر لفظا لازم آتا ہے رتبۃ نہیں کیونکہ زید فاعل ہے جس کا رتبہ تمام مفاعل پر مقدم ہوتا ہے اور اضمار قبل الذکر فقط لفظا ہو تو یہ جائز ہوا کرتا ہے۔

لتاخر مجع الضمیر ۔مولانا جامیؒ کی غرض ترکیب ثانی کی امتناع کی علۃ کو بیان کرنا

ہے برائے دفعہ دخل مقدر۔

سوال جب اضمار قبل الذکر جائز ہے تو پھر اس دوسری ترکیب یعنی ضرب غلامہ زیداً اس کو بھی جائز ہونا چاہیئے۔

جواب: کہ اس ترکیب میں اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں لفظا تو واضح ہے رتبۃً اس لئے کہ فاعل میں اصل فعل کے باقی معمولات پر مقدم ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ مفعول کا رتبۃً موخر ہے تو اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آیا جو کہ جائز نہیں۔

ومستندھما ۔ اخفش اور ابن جنی کے مذہب کی دلیل نقلی کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ جزیٰ ربہ میں جزیٰ فعل ہے ربہ اس کا فاعل ہے جس کے ساتھ ہ ضمیر متصل ہے جو کہ راجع ہے عدی بن حاتم مفعول بہ کی طرف تو اس مثال میں مفعول کی ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ جب کہ مفعول لفظوں میں موخر ہے فصیح و بلیغ شاعر کے کلام میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفعول کے ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ اس طور پر کہ مفعول لفظوں میں موخر ہو جائز ہے۔

واجیب عنہ مولانا جامیؒ نے اخفش اور ابن جنی کے مذکورہ دلیل کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب ۱ اجیب سے بانہ تک جواب اوّل ہے اور بانہ سے جواب ثانی ہے۔ جواب اول کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ اس شعر سے ثابت ہوتا ہے لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا اور ضرورت شعری حالت اضطراری ہے اور حالت اضطراری میں کسی چیز نے جزء ہونے سے قطعا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حالت اختیاری میں بھی جائز ہو جائے اور کلام نظم میں حالت اضطراری ہوتی ہے اور کلام نثر میں حالت اختیاری۔

جواب ۲ انکاری جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ربہ کی ہ ضمیر کا مرجع عدی ہے بلکہ ضمیر کا مرجع وہ مصدر ہے جس پر جزیٰ فعل کی دلالت ہے تقدیر عبارت یہ ہو گی جزیٰ رب الجزئی خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں مفعول کی ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ ہے ہی نہیں تو استدلال بھی صحیح نہ ہوا۔

قال الماتن **و اذا انتفی الاعراب فیهما اتصل** صاحب کافیہ فاعل کا حکم ثانی بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے۔ جس کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ چار مقامات پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام اول: ہر وہ صورت جس میں اعراب لفظی منتفی ہونے کے ساتھ ساتھ فاعل یا مفعول کی تعیین کا قرینہ بھی منتفی ہو تو ایسی صورۃ میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام ثانی: ہر وہ صورت جس میں فاعل ضمیر متصل ہو تو بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے

مقام ثالث: ہر وہ صورت جس میں مفعول الا کے بعد واقع ہو تو بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام رابع: ہر وہ صورت جس میں مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو تو بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

قال الشارح **ای فی الفاعل المتقدم** دفع دخل مقدر۔

سوال: **فیھما** میں ھما ضمیر تثنیہ کا ہے جس کا مرجع دو چیزیں ہیں (۱) فاعل (۲) مفعول اور ما قبل فاعل کا ذکر تو صراحۃً موجود ہے لیکن مفعول کا ذکر نہیں ہے اس سے تو اضمار کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: کہ مفعول کا ذکر اگرچہ صراحۃً ماقبل میں نہیں ہوا لیکن امثلہ میں ضمناً ہو چکا ہے۔

قال الشارح **ای الامر الدال علیھما لا بالوضع** ۔اعراب اور قرینہ کے درمیان فرق کا بیان ہے۔ کہ قرینہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بغیر وضع کے دلالت کرتا ہے اعراب باعتبار وضع کے دلالت کرتا ہے۔

قال الشارح **فلا یرد** سوال کا جواب۔

سوال: قرینہ اعراب سے عام ہے اور اعراب خاص اور قاعدہ ہے کہ عام کا ذکر کرنا مستغنی کر دیتا ہے خاص کے ذکر کرنے سے لہذا صاحب کافیہ کو فقط قرینے کے ذکر پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا

اور یوں کہنا چاہئے تھا اذا انتفت القرینہ

جواب: کہ ہم گزشتہ تقریر سے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ اعراب اور قرینہ میں تباین ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک مباین کے ذکر کر دینا یہ دوسرے مباین کے ذکر سے مستغنی نہیں کرتا۔

وھی اما لفظیہ : یہاں قرینہ سے مراد جنس قرینہ کی نفی ہے جو قرینہ لفظیہ اور قرینہ معنویہ دونوں کو شامل ہے لہذا اگر قرینہ لفظیہ موجو ہو تب بھی فاعل کی تقدیم واجب نہیں جیسے ضربت موسی حبلی اس میں تاء ساکنہ حبلی کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظیہ ہے اور اسی طرح قرینہ معنویہ موجود ہو تب بھی تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے اکل الکمثری یحی تو یہاں قرینہ معنویہ ہے کہ یحی فاعل بن سکتا ہے الکمثری فاعل نہیں بن سکتا کمثری ماکول تو ہو سکتا ہے لیکن آکل نہیں بن سکتا۔ اور ضمیر میں تعیم ہے کہ جب فاعل ضمیر متصل ہو خواہ متصل ہو کر بارز ہو جیسے ضربت زیدا یا ضمیر مستتر ہو جیسے زید ضرب غلامہ تو ہر دونوں صورتوں میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے۔

بشرط ان یکون: شرط کا بیان۔ فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں فاعل کی تقدیم کا واجب ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مفعول فعل سے موخو ہو اور مادہ نقض میں یہ شرط نہیں پائی جاتی کہ اس میں تو مفعول فعل کی ذات سے بھی مقدم ہے۔

بشرط توسطھا : شرط کا بیان۔ مفعول الا کے بعد واقع ہونیکی صورت میں فاعل کی تقدیم تب واجب ہوگی جب یہ شرط پائی جائے گی کہ الا فاعل اور مفعول کے درمیان واقع ہو اور مادہ نقض میں الا درمیان میں واقع نہیں۔ جیسے ماضرب زید الاعمر۔

قال الشارح اما فی صورت انتفاء الاعراب ۔ مقام اولیٰ میں فاعل کی تقدیم وجوبی کی علت یہ ہے کہ پہلی صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تاکہ فاعل کا مفعول سے التباس لازم نہ آئے۔

قال الشارح اما فی صورۃ کون الفاعل ۔ مقام ثانی کے لئے دلیل یہ ہے کہ صورۃ ثانیہ میں فاعل کی تقدیم اسلئے واجب ہے تاکہ خلاف مفروض لازم نہ آئے اس لئے کہ

فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں اگر فاعل کو مفعول سے موخر کر دیا جائے تو فاعل ضمیر متصل نہیں رہے گی بلکہ منفصل بن جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر متصل اور منفصل میں منافات ہے تو اس منافات کی وجہ سے یقیناً خلاف مفروض لازم آئے گا۔

قال الشارح اما فی صورۃ وقوع سے مقام ثالث کی دلیل یہ ہے کہ اگر مفعول کو فاعل پر مقدم کیا جائے تو اس تیسری صورت میں حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا کیونکہ متکلم کا مقصود تو یہ بتانا تھا کہ زید کی ضاربیت منحصر ہے عمرو میں لیکن مفعول کے مقدم ہونے کی صورت میں معنی یہ بنے گا کہ عمرو کی مضروبیت منحصر ہے زید میں تو اس لئے اس صورت میں جب مفعول الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے تا کہ حصر مقصود کا الٹ لازم نہ آئے۔

قال الشارح وانما قلنا ۔سے مولانا جامیؒ جو صورت ثالث میں اپنی طرف سے شرط بیان کی تھی الا کے متوسط ہونے کی اس کی علت یہ ہے کہ الا مع توسط بینھما کی شرط لگا کر اس مثال کو خارج کر دیا جس میں مفعول مع الا کے فاعل پر مقدم ہو جائے جیسے ما ضرب الا عمرا زید کیونکہ اس صورت میں فاعل کی تقدیم واجب نہیں کیونکہ حصر مطلوب کا انقلاب لازم نہیں آتا۔

واذا الحصر انما ھو: ۔قاعدہ یہ ہے کہ حصر ہمیشہ ایسے اسم میں ہوتا ہے جو الا کے متصل ہو لہذا اس قاعدہ کی بناء پر ما ضرب الا عمرا زید میں زید کی ضاربیت کا حصر ہوگا عمرو میں اور یہی حصر مطلوب تھا جب فاعل کی تاخیر کی صورت میں حصر مطلوب حاصل ہو رہا ہے تو فاعل کی تقدیم واجب نہ ہوئی۔

لکن لم یستحسنہ: کہ ما ضرب الا عمرا وزید اگرچہ بعض نحویوں اخفش اور شیخ عبدالقاھر کے نزدیک یہ مثال جائز ہے لیکن مستحسن نہیں۔ اس لئے کہ اس مثال میں صفت کی تمامیت سے پہلے صفت کا قصر لازم آتا ہے اس لئے کہ مطلق ضرب کا قصر عمرو میں مقصود نہیں بلکہ ایسی ضرب کا حصر عمرو میں مقصود ہے جو زید سے صادر ہو کر عمرو پر واقع ہو۔

قال الشارح انما قلنا: مولانا جامیؒ ماقبل میں جو ما ضرب الا عمرو و زید کے

متعلق کہا تھا کہ اس کا ظاہر معنی یہ ہے تو اس ظہور کی قید کا فائدہ کو بیان فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ما ضرب الا عمرا زید اس عبارت سے اگر چہ یہی معنی سمجھ آتا ہے کہ زید کی ضاربیت کا حصر ہے عمرو میں لیکن اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ ہر دونوں کا حصر ہو یعنی زید کی ضاربیت کا حصر ہو عمرو میں اور عمرو کی مضروبیت کا زید میں۔ چونکہ عمرو اور زید دونوں حروف استثناء کے بعد آرہے ہیں تو دونوں کی صفتوں کا حصر ہو جائے ایک دوسرے میں اور مستثنیٰ منہ دونوں کا محذوف ہے لیکن یہ معنی غیر ظاہر ہے۔

قال الشارح اما فی وجوب ..... مقام رابع کی علت یہ ہے کہ جب مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو یعنی کلمة انما کے بعد تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر فاعل کو موخر کر دیا جائے تو حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا مثلاً انما ضرب عمرا زید میں متکلم کا مقصود یہ بتانا ہے کہ زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کلمہ انما کے بعد ہمیشہ حصر آخری جزء میں ہوا کرتا ہے۔

قال الماتن و اذا اتصل ضمیر مفعول او وقع بعد ال اس عبارت سے فاعل کے حکم ثالث کا بیان کہ فاعل کو موخر کرنا واجب ہے اس کے لئے چار صورتیں ہیں اور چار مقام ہیں۔

مقام اول: ہر وہ صورت جس میں مفعول کی جزء فاعل کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے جیسے ضرب زیدا غلامه

مقام ثانی: ہر وہ صورت جس میں فاعل الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے جیسے ما ضرب الا عمرٌو زیدٌ

مقام ثالث: جب فاعل معنی الا کے بعد واقع ہو تو بھی فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے

مقام رابع: ہر وہ صورت جب مفعول ضمیر متصل ہو اور فاعل ضمیر غیر متصل ہو تو اس صورت میں بھی فاعل کو موخر کرنا واجب ہے۔

قال الشارح بعد الا المتوسطه بینهما ۔ یہ صورت ثانیہ کے لئے شرط کا بیان

ہے کہ مفعول اور فاعل کے درمیان الا متوسط ہو۔

قال الشارح اما فی صورۃ اتصال صورت اولیٰ کی علت یہ ہے کہ مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہونے میں اگر فاعل کو موخر نہ کیا جائے مقدم کر دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔

اما فی صورت وقوعہ: صورت ثانیہ اور صورت ثالثہ کی علت یہ ہے کہ اگر ان دونوں صورتوں میں فاعل کو موخر نہ کیا جائے تو حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا کما مر جس کی

و اما فی صورۃ کون المفعول: صورت رابعہ کی علۃ یہ ہے کہ جب مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو اس طور پر کہ فاعل ضمیر غیر متصل ہو تو فاعل کو موخر کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر فاعل کو موخر نہ کیا جائے تو خلاف مفروض لازم آئے گا یعنی مفعول ضمیر متصل نہیں رہے گی منفصل بن جائے گی۔

قال الشارح بخلاف ما اذ کان..... کہ مفعول کی ضمیر متصل بالفعل ہونے کی صورت میں فاعل کو موخر کرنا اس وقت واجب ہوگا جب فاعل ضمیر متصل بالفعل نہ ہو اور ضربتك میں اگر چہ مفعول ضمیر متصل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ فاعل بھی ضمیر متصل بالفعل ہے ضابطہ مذکور نہیں پایا گیا۔

قال الماتن وقد یحذف الفعل لقیام قرینۃ جوازا

فاعل کے لئے حکم رابع کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فاعل کے فعل یعنی عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ پھر حذف کی دو قسمیں ہیں حذف جوازی (۲) حذف وجوبی۔

ہر وہ مقام جہاں تعیین محذوف ہو کوئی قرینہ سوال محقق ہو یا سوال مقدر ہو تو فاعل کے عامل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قرینہ سوال محقق کا بیان من قام کے جواب میں صرف زید کہنا بھی جائز ہے کہ زید فاعل ہے اس کا فعل قام جوازی طور پر حذف ہے اور قرینہ سوال مقدر کی مثال جیسے یزید بن نھشل کے مرثیہ میں یزید بن نھشل کا قول کہ لِیُبْكَ یزید ضارع لخصومۃٍ میں ضارع فاعل ہے جس کا عامل کو جوازی طور پر حذف کر دیا گیا جس پر قرینہ سوال

مقدر ہے اور سوال مقدر کا منشاء لیبك یزید والی عبارت ہے یعنی جب شاعر نے یہ کہا کہ یزید کو رو یا جائے تو مخاطب اور سامع کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ من یبکیہ اس پر کون روئے تو شاعر نے اس سوال مقدر کو بمنزلہ سوال محقق قرار دے کر جواب دیا ضارع لخصومة سے یعنی یبکیہ ضارع تو ضارع فاعل ہے جس کے لئے فعل یبکی محذوف ہے جس پر قرینہ سوال مقدر من یبکیہ موجود ہے اور اس سوال مقدر کا منشاء لیبك یزید ہے اور ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کر دیا جائے پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کے لئے فعل محذوف کے مفسر کو ذکر کر دیا جائے تو ایسے مقام میں فاعل کے عامل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے و ان احد من المشرکین استجارك میں احد فاعل ہے جس کا فعل استجارك محذوف ہے اور اس محذوف کی تفسیر استجارك سے کر دی گئی ہے۔ اس وجہ سے احد فاعل کے فعل عامل کو حذف کرنا واجب ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و ان استجارك احد۔

حذفا جائزا: ترکیب کا بیان۔ کہ جوازا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے فعل کیلئے تقدیر عبارت یہ ہوگی حذفا جوازا۔

و انما قدر الفعل: کہ فعل محذوف ماننے کی صورت میں جملہ کی جزء کو حذف ماننا پڑے گا پورا جملہ کا حذف نہیں اور خبر محذوف ہونے کی صورت میں پورا جملے کا حذف لازم آئے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تقلیل کا حذف تکثیر کے حذف سے اولیٰ ہے۔ لہذا جواب میں جملہ فعلیہ پیش کیا جائے گی نہ کہ جملہ اسمیہ۔

لیبک علی البناء للمفعول..... کہ یہ صیغہ مجہول کا ہے لفظ یزید مفعول مالم یسم فاعلہ کی بناء پر مرفوع ہے۔

اور لفظ ضارع مرفوع ہے فاعل کی بناء پر جس کا فعل حذف ہے یبکیہ اور جس پر قرینہ سوال مقدر ہے من یبکیہ

قال الشارح و اما علی روایة..... لیبك میں تین روایتیں ہیں۔

(۱) لیبك فعل مضارع مجہول کا صیغہ وہ اور یزید نائب فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور

ضارع فعل مقدر کا فاعل ہو اس روایت کے مطابق یہ مثال ممثل لہ کے مطابق ہے اور اسی وجہ سے اس مقام پر اسے بیان کیا گیا۔

(۲) فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہو اور یزید مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہو اور ضارع یہ اسی فعل لیبک کا فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو

(۳) لیبک فعل مجہول کا صیغہ ہو اور یزید منادی مفرد معرفہ کی بناء پر مبنی علم الضم ہو اور ضارع لیبک نائب فاعل ہو۔ ان آخر دو روایتوں کے مطابق مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہوگی۔

ای یبکیہ من یذل ۔سے مولانا جامیؒ اس کا حاصل معنی بتا رہے ہیں پورے مصرے کا حاصل معنی بتا رہے ہیں کہ یزید کو وہ شخص روئے جو دشمنوں کے ساتھ مقابلے سے عاجز اور ذلیل ہو۔ اس لئے روئے کہ یزید کمزور لوگوں کا مددگار معاون تھا۔

والمختبط السائل یبکیہ..... مولانا جامیؒ مصرعہ ثانیہ کے مفردات کے معانی اور مفردات کے حل کا بیان ہے۔ پہلا لفظ مختبط ہے یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی جان پہچان کے سوال کرنے والا ہو۔ اور تطیح مشتق ہے اطاحۃ سے جس کا معنی ہلاک کرنے کے ہے اور الطّوائح خلاف قیاس مطیحہ کی جمع ہے۔

اور مما یہ جار مجرور ملکر مختبط کے متعلق ہے اور مما میں جو ما ہے یہ مصدریہ ہے یعنی ویبکیہ ایضا س سے اگر لے متن تک دوسرے مصرعہ کا حاصل معنی یہ ہے کہ روئے اس کو بے وسیلہ سوال کرنے والا بوجہ ہلاک کر دینے حوادث زمانہ اور مہلکات کے اس کے مال اور اس کے وسائل کو کیونکہ وہ ایسے سوال کرنے والوں کو بھی دینے والا تھا۔

قولہ ای فی کل موضع ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا تھا مولانا جامیؒ نے اس قید کو صراحۃ بیان کر دیا کہ ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کیا گیا ہو اور پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کے لئے فعل محذوف کی تفسیر کو ذکر کر دیا گیا ہو تو ایسے مقام پر فعل کا حذف کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اگر فعل محذوف کو بھی ذکر کر دیا جائے تو لازم آئے گا مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع جو کہ ناجائز ہے۔

بخلاف المفسر ۔کہ مفسَّر سے مقصود ابہام کا رفع ہوتا ہے اور ابہام کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ ابہام جس کا منشاء حذف ہو (۲) وہ ابہام جس کا منشاء حذف نہ ہو بلکہ مادہ حذف ہو۔ جب ابہام کی قسم اوّل کا رفع مقصود ہو تو وہاں تو مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع جائز نہیں ہوتا اور جب ابہام کے قسم ثانی کا رفع مقصود ہو تو پھر مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع جائز ہوتا ہے۔اور مثال جائنی رجل ای زید میں ابہام قسم ثانی ہے لہذا یہاں مفسر اور مفسّر کا اجتماع جائز ہے۔

قال الشارح فتقدیر الآیۃ کہ احد فاعل ہے جس کا فعل وجوبی طور پر استجارك حذف کر دیا گیا ہے جو کہ مفسّر ہے اور بعد والا فعل استجارك اسکی تفسیر ہے۔

اور وجوب کی علت یہ ہے کہ اگر مفسّر کو حذف نہ کیا جائے تو مفسّر مفسِّر کا اجتماع لازم آئے گا اور جس سے مفسِّر لغو ہو جائے گا۔

ولا یجوز: تعیین محذوف پر قرینہ کا بیان۔

سوال: یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ آیت کریمہ میں احد مبتدء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے نہ کہ فاعل ہونے کی بناء پر تو اس صورت فعل ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔

جواب: آیت کریمہ میں احد مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان حرف شرط کا اسم لفظاً و معناً کا دخول ممتنع ہے لہذا لامحالہ احد فاعل ہے جس کے لئے فعل کو وجوبی طور پر حذف کیا گیا ہے۔

قال الشارح وقد یحذفان معا فی مثل نعم حذف کی تین صورتیں تھیں

(۱) فقط فعل کا حذف ہو جس کو ماقبل میں بیان کیا ہے

(۲) فقط فاعل کا حذف ہو جس سے مصنف سکوت اختیار فرمایا جو کہ جواز کی دلیل ہے

(۳) فعل اور فاعل دونوں اکٹھے حذف ہوا اس کو یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرما رہے ہیں کہ فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے قام زید کے جواب میں صرف نعم کو ذکر کرنے پر جب اکتفاء کیا جائے تو یہاں فعل اور فاعل دونوں کا حذف ہوگا۔تقدیر عبارت یہ ہوگی نعم قام زید جس پر قرینہ سوال محقق ہے۔

دون الفاعل وحدہ...... معا کی قید کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عقلی طور پر احتمال کل تین ہیں (۱) تنہا فاعل کا حذف (۲) تنہا فاعل کا حذف (۳) دونوں کا حذف یعنی فعل اور فاعل کا۔ پہلے احتمال کو پہلے بیان کر چکے ہے اور تیسرے احتمال کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں اور معا کی قید لگا کر دوسرے احتمال سے ماتنؒ نے احتراز۔

قال الشارح وهذا الحذف...... مولانا جامیؒ نے بتادیا کہ یہ حذف جوازی ہے جوابی نہیں اس لئے کہ حذف وجوبی کی شرط یہ ہے کہ تعیین محذوف پر قرینہ ہوتے ہوئے محذوف کے قائم مقام ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے محذوف کے مفاد اور فائدہ کے لئے مفید ہو اور یہاں پر تعیین محذوف پر قرینہ ہے سوال محقق لیکن قائم مقام صرف نعم یہ جو محذوف کے مفاد کے لئے قطعا مفید نہیں لہذا حذف وجوبی کی شرط نہیں پائی جا رہی تو یہاں حذف جوازی ہے۔

و انما قدرت الجملة الفعلية ۔چونکہ سوالیہ جملہ فعلیہ ہے اسی لئے یہاں محذوف جملہ جوابیہ بھی فعلیہ ہوگا تا کہ موافقت ہو جائے۔

قال الماتن و اذا تنازع الفعلا ظاهرا بعد هما ماتنؒ فاعل کا حکم سادس بیان کر رہے ہیں پہلے احوال خمسہ فاعل غیر متنازع فیہ کے تھے اور یہ حکم سادس فاعل متنازع فیہ کا ہے اگر چہ اسمیں غیر فاعل کے احوال بھی بیان ہوں گے مگر تبعا یا در کھیں تنازع الفعلین اس میں درجات خمسہ کا بیان ہوگا عبارت کا حاصل یہ جب دو فعلوں کا تنازع ہو اسی اسم ظاہر میں جو دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو تو ہر ایک فعل کا عامل بنانا جائز ہے **اذا تنازع الفعلان ظاهرا بعد هما** شرط ہے جس کی جزء محذوف یہ جو کہ **جاز اعمال كل واحد منهما** ہے۔

قال الشارح انما قال۔سوال کا جواب ہے۔

سوال: ماتن نے فعلین کا لفظ ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے تنازع فقط دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے حالانکہ تنازع کبھی دو فعلوں سے زائد میں بھی ہوتا ہے جیسے **ذهبت واكرمت واهنت زيدٌ**

جواب صاحب کافیہؒ نے تنازع کے مراتب میں سے اقل مرتبہ بیان کیا ہے اور اقل مرتبہ تنازع کا دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے۔

ای اسما ظاهرا ۔ظاھراً کا یہاں پر اصطلاحی معنی مراد ہے لغوی معنی مراد نہیں

قال الشارح اذا المتقدم علیهما ۔وہ اسم ظاہر جو فعلین سے مقدم ہو یا فعلین کے درمیان ہو ایسا اسم ظاہر بصریین اور کوفیین کے نزدیک بالاتفاق فعل اوّل کا معمول ہے اس لئے کہ فعل ثانی کے مذکور ہونے سے پہلے پہلے فعل اوّل میں اسم ظاہر کو اپنا معمول بنانے کا تقاضا کرلیا ہے لہذا ایسا اسم ظاہر جو فعلین پر مقدم ہے یا فعلین کے درمیان میں ہے تو باتفاق فریقین فعل اوّل کا معمول ہوگا فعل ثانی کا نہیں ہوگا اور یہاں پر بھی مطلق تنازع کا بیان نہیں بلکہ ایسے تنازع کا بیان مقصود ہے جس میں فریقین کا نزاع اور اختلاف متحقق ہوسکے اور فریقین کے ہاں جو قطع تنازع کا طریقہ ہے اس کے مطابق تنازع بھی ہوسکتے اسی لئے ماتنؒ نے بعد ھا کی قید لگادی۔

و معنی تنازعهما یہاں تنازع بمعنی متوجہ ہونا ہے اور متوجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم مذکور ایسے مقام میں واقع ہوتا ہے جو علی سبیل البدلیۃ فعلین میں سے ہر ایک کا معمول بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

قال الشارح فحینئذ لا یتصور ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال صاحب کافیہؒ نے اسم ظاهر کی تخصیص کیوں کی کیا اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہوسکتا۔

جواب ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل ۔ضمیر متصل میں تنازع ممکن ہی نہیں اس لئے کہ ضمیر متصل جس کے ساتھ متصل ہوگی وہی اس کا عامل ہوگا ۔البتہ ضمیر منفصل کے کہ ضمیر منفصل میں جو فعلین کے بعد واقع ہو کلمۃ الا کے بعد تو ایسی ضمیر منفصل میں تنازع متحقق ہوسکتا ہے جیسے ماضرب واکرم الاانا لیکن فریقین کے ہاں جو قطع تنازع کا طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق ضمیر منفصل میں قطع تنازع متحقق نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فریقین کے ہاں فاعل کا اضمار ہوگا جب فعلین میں سے پہلے فعل فاعل کا تقاضا کرے البتہ بصریین کے ہاں فعل ثانی کو عمل دیا

جائے گا فعل اوّل میں فاعل کا اضمار اور کوفین کے نزدیک فعل اوّل کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی میں فاعل کا اضمار ہوگا بہر کیف اضمار فاعل دو حال کی خالی نہیں الا کے ساتھ ہوگا یا بغیر الا کے اگر الا کے ساتھ ہو تو لازم آئے گا حرف کا استتار جو کہ جائز نہیں اور اگر الا کے بغیر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو یہ مقصود کے خلاف ہے کیونکہ مقصود تو فعل کا فاعل کے لئے اثبات تھا اب نفی ہو جائے گی حاصل کلام یہ ہوا کہ ضمیر منفصل میں تنازع ہو سکتا لیکن فریقین کے ہاں قطع نہیں ہو سکتا اور صاحب کافیہ کا مقصود مطلق تنازع کو بیان کرنا نہیں بلکہ ایسے تنازع کا بیان ہے جس میں فریقین کے طریقے کے مطابق قطع تنازع ہو سکے اسی لئے ظاھراً کی قید لگا کر ضمیر سے احتراز کر دیا اور اس کو خارج کر دیا۔

قال الشارح اما التنازع الواقع ۔ سے مولانا جامی" ضمیر منفصل میں واقع ہونے والے تنازع کے قطع کے بارے میں دو مذہب نقل کر رہے ہیں۔

مذهب اول: سیبویہ کا جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر منفصل میں واقع ہونے والے قطع تنازع کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے فعل کو عمل دے کر پہلے فعل کے لئے فاعل کو حذف مان لیا جائے گا۔

مذهب ثانی: فراء کا یہ ہے کہ تشریک الرافعین کے ساتھ ہوگا قطع تناع یعنی پہلا فعل کا بھی وہی معمول اور دوسرے فعل کا بھی وہی معمول ہوگا اور جمہور کے نزدیک قطع تنازع ممکن ہی نہیں کیونکہ قطع تنازع کا طریقہ وہی اضمار تھا وہ یہاں ممتنع ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔

قال الماتن فقد يكون فى الفاعلية مثل ضربني و اكرمني زيد صاحب کافیہ تنازع فعلین کی تصویر یعنی اقسام ثلاثہ کو بیان کر رہے ہیں۔

صورة اولیٰ : کہ دونوں فعل کا تنازع صرف فعلیت میں ہو یعنی دونوں فعل میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے

صورة ثانی: کے دونوں فعل کا تنازع فقط مفعولیت میں ہو یعنی دونوں فعل میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کریں۔

صورۃ ثالث: تنازع فاعلیت اور مفعولیت میں ہو یعنی ایک فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل بعینہ اسی اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے۔

وذالک علی وجھین ۔فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ کے تحت دو صورتیں داخل ہیں۔ صورت اولی یہ ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل ایک اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے جیسے ضرب و اھان زید عمراً اس مثال میں ضرب اھان دونوں فعل زید کے فاعل ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اسی طرح ان دونوں فعلوں میں سے ۔ ہر ایک عمرو کے مفعول ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ فاعلیۃ اور مفعولیۃ دونوں میں تنازع ہوا لیکن یہ صورت پہلے دونوں قسموں میں مقابلہ میں نہیں آسکتی بلکہ پہلی دونوں قسموں کا مجموعہ ہے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے دوسرا فعل بعینہ اسی اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے یہی دوسری صورت یقیناً پہلی دو قسموں کا مقابل ہے۔

وانما لم یورد مثالا ۔سے ایک سوال مقدر کے دو جواب دیئے جا رہے ہیں۔

سوال: مصنف نے قسم ثالث کی مثال کیوں نہیں دی۔

جواب اول: کیونکہ قسم ثالث کی مثال کا حصول آسان تھا اس لئے مصنف نے قسم ثالث کی مثال صراحۃً ذکر نہیں کی۔

جواب ثانی: قسم ثالث کے مثال کی عقلی طور پر سولہ صورتیں بن جاتی ہیں جن میں سے چار صورتوں کو صراحۃً بیان کرتے ہوئے باقی چار صورتوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ کل آٹھ صورتوں کی نشاندہی ہو گی اب اگر مصنف قسم ثالث کی کوئی مثال بیان کر دیتے تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی۔

قال الماتن فیختار البصریون اعمال الثانی

صاحب کافیہ بصریین اور کوفیین کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس بات پر توکوفیین اور بصریین دونوں فریق متفق ہیں کہ تنازع فعلین کی صورت میں ہر ایک فعل کو عامل

بنانا جائز ہے لیکن اولویت میں اختلاف ہے بصرین کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا اولی اور راجح ہے لیکن پہلے فعل کو بھی عمل دینا جائز ہے

لقربه بصریین کی دلیل عقلی کو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فعل ثانی اسم ظاہر کے قریب ہے اور قرب وجوار کا تقاضا یہ ہے کہ فعل ثانی کو عامل بنایا جائے لھذا فعل ثانی کو عمل دینا اولی اور راجح ہے

قال الشارح لسبقه ۔مولانا جامیؒ کوفیین کے مذہب کی دلیل عقلی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل اوّل فعل ثانی پر مقدم ہے اور مقدم ہونا اور ابتداء میں ہونا اس کی اہمیت ہے کہ یہ فعل کی تقویت میں موثر بنتا ہے جیسے ظننت زیدا قائما میں اور زید ظننت قائم اور زید قائم ظننت میں فرق ہے کہ پہلی مثال میں ظننت مقدم ہے تو یہ تقدیم کی وجہ سے عامل بھی ہے۔ دوسری مثال میں مقدم نہیں درمیان میں آ گیا۔ تیسری مثال میں موخر ہو گیا تو عمل ختم ہو چکا تو اس سے ثابت ہوا کہ ابتداء اور مقدم ہونے کی بناء اہمیت اور وقت حاصل ہوتی ہے لہذا فعل اوّل کو عامل بنانا اولی اور راجح ہے۔

ولاحتراز: کوفیین کے مذہب کی تائید کا بیان کہ فعل ثانی کو اگر عامل بنایا جائے تو اضمار از قبل الذکر لازم آتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر فعل اوّل کو عامل بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔

قال الماتن فان اعملت الثانی

صاحب کافیہ نحاۃ بصریین کے مذہب کے مطابق قطع تنازع کی تفصیل۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بصریین کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے تو پہلا فعل دو حال سے خالی نہیں پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا۔ اگر فاعل کا تقاضا کرے تو بصریین کے نزدیک پہلے فعل میں اسم ظاہر کے مطابق فاعل کی ضمیر لائی جائے گی۔ اور کسائی کے نزدیک فاعل کو حذف کر دیا جائے اور فراء کے نزدیک جب پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو اس صورت میں پہلے فعل کو عامل بنانا واجب ہے دوسرے فعل کو عامل بنانا جائز ہی نہیں اور اگر پہلا فعل مفعول

کا تقاضا کرتا ہو تو پھر وہ مفعول دو حال سے خالی نہیں کہ اس کے ذکر سے استغناء ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ اگر استغناء ہو سکتا ہو تو پہلے فعل کے لئے مفعول کو حذف کر دیا جائے گا ورنہ ذکر کر دیا جائے گا۔

قال الشارح **وبذا به** ۔ سوال مقدر کا جواب ہے

سوال: صاحب کافیہؒ نے اجمال اور تفصیل میں بصریین کے مذہب کے بیان کو کیوں مقدم کیا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ بصریین کا مذہب کثیر الاستعمال تھا اور مختار بھی تھا اسی وجہ سے اجمال اور تفصیل دونوں میں مقدم کر دیا ہے۔

قوله **اذا اقتضی الفاعل** ۔ شارحؒ نے فرمایا کہ یہاں ایک قید معتبر ہے کہ اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تب پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اور مثال مذکور میں پہلا فعل فاعل کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ مفعول کا تقاضا کرتا ہے

قال الشارح **لجواز الاضمار** ۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں جب پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا حالانکہ اضمار قبل الذکر جائز نہیں۔

جواب: یہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا ہے جو کہ جائز ہے اس لئے کہ اس کے بعد اسم ظاہر مفسّر موجود ہے

وللزم التکرار بالذکر ۔ دلیل کا بیان ۔ کہ جب دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تو قطع تنازع کے کل تین طریقے ہیں

(۱) اضمار الفاعل (۲) ذکر الفاعل (۳) حذف الفاعل ۔ ذکر الفاعل کی صورت میں تکرار لازم آتا ہے جو مستحسن نہیں اور حذف الفاعل کی صورت میں فاعل کا حذف لازم آتا ہے بغیر قائم مقام کے اور یہ بھی جائز نہیں ۔ لہذا جب قطع تنازع کے دونوں طریقے ذکر الفاعل اور حذف الفاعل ممتنع ہوئے تو پہلا طریقہ اضمار الفعل والا متعین ہوا۔

ای علی موافقة افراد او تثنية و جمعا : کہ تعریف وتنکیر کے علاوہ باقی پانچ امور میں موافقت مراد ہے یعنی افراد تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث میں۔

لانه ۔ علة کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم ظاہر ضمیر کے لئے مرجع بنتا ہے اور ضمیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرجع کے ساتھ امور خمسہ مذکورہ میں موافقت کا ہونا ضروری ہے۔

فانه لا یضمر الفاعل: کسائی کے مذہب کی دلیل کا بیان۔ کہ کسائی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں فاعل کو حذف مانا جائے گا اس لئے کہ اگر پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا تو اضمار قبل الذکر سے بچتے ہوئے فاعل کو حذف مان لیا جائے گا۔

و يظهر الاختلاف: سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: بصریین اور کسائی کے مابین اختلاف کا ثمرہ تو ظاہر نہیں ہوتا اس لئے کہ دونوں مذہب پر ضربنی و اکرمنی زید ہی کہا جائے گا تلفظ کے اعتبار سے تو کوئی ثمرہ اختلاف نہیں بنتا۔

جواب: کہ ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو تو بصریین کے نزدیک یوں عبارت ہوگی ضرباني و اكرمني الزيدان اور کسائی کے نزدیک ضربني و اکرمني الزيدان کہا جائے گا۔

فانه لا يجوز اعمال فعل الثاني ۔ علت اختلاف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل اوّل فاعل کا تقاضا کرے تو فراء فعل ثانی کو عامل بنانا جائز قرار نہیں دیتے۔

لانه یلزم: ۔فراء کی دلیل یہ ہے کہ پہلے فعل کے فاعل کا تقاضا کرنے کی صورت میں اگر دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے تو دو خرابی میں سے ایک خرابی لازم آتی ہے اگر جمہور کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر کی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور کسائی کے مذہب کے مطابق حذف فاعل لازم آتا ہے اور یہ دونوں صحیح نہیں لہذا قطع تنازع کا کوئی طریقہ یہاں متحقق نہیں ہوسکتا تو اسی صورت میں پہلے فعل کا عامل بنایا جائے گا تاکہ دونوں خرابیوں سے بچا جاسکے۔

قال الشارح وقيل روی عنه ۔مولانا جامیؒ فراء کی دوسری روایت نقل کر رہے ہیں۔ کہ جب پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تو دونوں فعلوں کو عامل بنایا جائے یا دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر لائی جائے (اسم ظاہر کے بعد) اور اگر فعل اوّل فاعل ہی کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے اور پہلے فعل کے فاعل کی ضمیر لائی جائے ورنہ پھر فعل کے اندر فاعل کی ضمیر کا لانا اسم ظاہر کے بعد متعین ہے اس روایت ثانیہ کا حاصل یہ ہو کہ اگر دونوں فعل فاعل کا تقاضا کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔تشریک الرافعین یا دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے اور پہلے فعل میں اسم ظاہر کے بعد فاعل کی ضمیر لائی جائے اور اگر پہلا فعل فاعل ہی کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل مفعول کا تو اس صورت میں دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلے فعل میں اسم ظاہر کے بعد فاعل کی ضمیر کا لانا متعین ہے۔

وروایۃ المتن غیر مشھورۃ :صاحب کافیہؒ نے فراء سے جو روایت نقل کی ہے یہ روایت غیر مشہورہ ہے اور روایت ثانیہ روایت مشہور ہے تو صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ روایت ثانیہ مشہورہ کا بیان کرتے۔

قولہ وحذفت المفعول تحرزاً من التکرار ۔اس عبارت میں بصریین کے مذہب کے دوسرے شق کا بیان ہے کہ ثانی کو عمل دے کر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو مفعول کو حذف قرار دینگے اس لئے کہ قطع تنازع کے تین طریقے ہیں۔

(۱) حذف (۲) اضمار (۳) اظہار۔اظہار کریں تو تکرار لازم آتا ہے اور اگر اضمار کریں تو اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آتا ہے وہ بھی جائز نہیں تو لہذا ایک صورت متعین ہوئی کہ مفعول کو حذف مانا جائے گا۔

قال الشارح ای وان لم یستغن عنہ ۔کہ الامر کہہ ہے کہ مفعول کو حذف اس وقت مانیں گے جس وقت مفعول سے استغناء ہو سکے اگر مفعول سے استغناء نہ ہو سکے تو پھر مفعول کو مجبوراً ظاہر کرنا واجب ہے یہ اس وقت جب دو فعل جھگڑا کرنیوالے افعال قلوب میں

سے ہو اس لئے کہ قطع تنازع کے تین طریقے ہیں (۱) حذف (۲) اضمار (۳) اظہار حذف کرے تو لازم آتا ہے افعال قلوب دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف جو کہ جائز نہیں اور اضمار کریں تو اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں تو باقی ایک ہی طریقہ تھا اظہار تو مفعول ظاہر کر دینگے جیسے حسبنی منطلقاً و حسبت زیداً منطلقاً اصل عبارت پہلے منطلقا کے بغیر تھی۔ حسبنی و حسبت زیداً منطلقاً تو دونوں فعلوں کا جھگڑا ہوا اولاً زید کے بارے میں کہ حسبنی فاعل کا تقاضا کرتا ہے اور حسبت مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو دوسرے فعل کا عامل بنایا تو اس کو مفعول کی ضرورت تھی زیداً اس کا مفعول بنا دیا۔ اور پہلے فعل کو فاعل کی ضرورت تھی اس کے لئے فاعل ضمیر کر دی اور دوسرا تنازع ان دونوں فعلوں کا منطلقا کے بارے میں تو عمل دوسرے فعل دے دیا گیا اور پہلے فعل کے لئے منطلقاً مفعول کو ظاہر کر دیا گیا اب عبارت یہ بن گئی حسبنی منطلقا و حسبت زیدا منطلقاً

فائدہ: لفظ فضلہ فاء کے ضمہ سے مشہور ہے لیکن یہ غلط اصل میں یہ لفظ فضلہ کے فتح کے ساتھ ہے اس لئے فَضْلہ پڑھنا چاہئے فُضْلہ پڑھنا بلکل غلط ہے۔

قال الماتن **و ان اعملت الفعل الاول اضمرت الفاعل**

صاحب کافیہ" قطع تنازع کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں کوفیین کے مذہب کے مطابق جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوفیین کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عامل بنایا جائے تو دوسرا فعل دو حال سے خالی نہیں فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا تقاضا کرے گا۔ اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فعل ثانی میں فعل کی ضمیر لائی جائے گی اور قول غیر مختار پر مفعول کو حذف کر دیا جائے گا بشرطیکہ قول مختار پر ضمیر لانے اور غیر مختار پر حذف کرنے سے کوئی مانع موجود نہ ہو اور اگر ہر دو سے مانع موجود ہے تو مفعول کو ذکر کرنا متعین ہوگا۔

قال الشارح **لتقدمه رتبة:** دلیل کا بیان۔ کہ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے تو عمل پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کے لئے فاعل کی ضمیر کر دی جائے گی۔ اس لئے کہ قطع تنازع کہ تین طریقے تھے (۱) حذف (۲) اضمار (۳) اظہار حذف کریں تو حذف

فاعل کالازم آئے گا اور عمدہ کا حذف جائز نہیں بغیر قائم مقام کے اور اظہار کرے تکرار لازم آتا ہے۔ باقی اضمار قبل الذکر صرف لفظاً آتا ہے رتبۃً لازم نہیں آتا اور یہ جائز ہے جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا ہے

على المذهب المختار ولم تحذفه ۔اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور بشرطیکہ مانع نہ ہو تو مختار مذہب پر مفعول کی ضمیر فعل ثانی میں کر دی جائے گی اور مفعول کو حذف نہیں مانا جائے گا اگرچہ مفعول کا حذف بھی جائز ہے۔

قوله لئلا يتوهم مذہب مختار کی دلیل کا بیان۔ کہ اگر مفعول کی ضمیر نہ لائی جائے حذف کر دیا جائے تو اس بات کو وہم ہو سکتا ہے کہ مفعول محذوف اور اسم ظاہر مذکور دونوں میں تغایر ہو اور جب مفعول کی ضمیر لائی جائے گی تو یہ وہم باقی نہیں رہے گا کیونکہ راجع اور مرجع میں عینیت ہوتی ہے اس لئے ضمیر لانا مختار ہے۔ جیسے ضربنی و اکرمت زید زید میں تنازع تھا تو زید کے پہلے فعل کے لئے معمول بنا دیا اور دوسرے فعل کے لئے مفعول ضمیر کو لائے اکرمته۔

قوله ويكون الضمير حينئذ ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: اس صورت میں فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر کا لانا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ مختار ہو کیونکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا فضلہ کا۔

جواب: اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آ رہا ہے جو کہ جائز رتبۃً لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ راجع ہو رہا ہے ایسے لفظ کی طرف جو رتبہ کے لحاظ سے مقدم ہے۔

قوله فتظهر المفعول مولانا جامیؒ نے المفعول نکال کر تظہر کے لئے مفعول کو ظاہر کر دیا

قوله فانه اذا امتنع الاضمار و الحذف ۔اس عبارت سے دلیل کا بیان جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور حذف اور اضمار سے مانع موجود ہو تو ایسی صورت میں مفعول کو ظاہر کیا جائے گا اسلئے قطع تنازع کے تین ہی طریقے تھے۔ (۱) حذف (۲) اضمار (۳) اظہار۔ جب حذف اور اضمار سے مانع موجود ہے تو باقی ایک ہی طریقہ رہا تو

اس لئے دوسرے کے لئے مفعل کوظاہر کردینگے جیسے حسبنی و حسبتھما منطلقین الزیدان منطلقاً تو حسبنی اور حسبتھما کا تنازع ہوا منطلقاً میں تو عمل دے دیا منطلقاً پہلے فعل اور دوسرے فعل کے لئے منطلقین کو ظاہر کردیا کیونکہ اصل عبارت منطلقین کے بغیر تھی حسبنی و حسبتھما الزیدان منطلقاً تو منطلقین کو ظاہر کردیا تو حسبنی و حسبتھما منطلقین الزیدان منطلقاً ہ وگیا باقی رہی یہ بات حذف اور اضمار سے مانع کیا ہے حذف سے مانع ہونا تو ماقبل میں بیان ہو گیا کہ افعال قلوب کے دومفعولوں میں سے ایک حذف نہیں ہوسکتا۔ اور اضمار کرے تو یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر دوحال سے خالی نہیں ضمیر مفرد کی کرینگے یا تثنیہ کی ضمیر اگر ضمیر مفرد کی کریں تو افعال قلوب کے دومفعولوں میں مخالفت لازم آئے گی مثال کے طور پر حسبنی و حسبتھما کے بعد نکالا جائے منطلقاً تو ھما تثنیہ منطلقاً مفرد اور تثنیہ کی ضمیر حسبنی و حسبتھما ایاھما تو پھر راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی تثنیہ کی ضمیر لوٹ رہی ہے منطلقاً مفرد کی طرف تو اس لئے ضمیر سے یہ مانع ہو گیا تو جب قطع تنازع کے دونوں طریقے نہ حذف چل سکتا ہے نہ اضمار تو ایک ہی باقی رہا تو دوسرے کے لئے مفعول کوظاہر کردیا جائے گا۔

قال الشارح **ولا يخفى انه لا يتصور** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: مثال مذکور میں منطلقاً کے اندر تنازع فعلین پایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ یہاں دونوں فعلوں میں سے پہلا فعل چونکہ مفعول مفرد کا تقاضا کرنے کی وجہ سے منطلقاً کی طرف متوجہ ہے لیکن دوسرا فعل چونکہ مفعول تثنیہ کا تقاضا کرتا ہے اس لئے وہ اس منطلقاً کی طرف متوجہ ہی نہیں لہذا منطلقاً کے اندر فعل اوّل کی مفعول بننے کی صلاحیت ہے فعل ثانی کے لئے نہیں جب تنازع متصور ہی نہیں تو اس مثال کو تنازع کے اندر کیوں پیش کیا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ منطلقاً کے اندر دو اعتبار ہیں۔

(۱) اسم من حیث ھو ھو یعنی اس حیثیت سے کہ یہ ایک اسم ہے جو کسی ذات کا وصف

انطلاق کے ساتھ موصوف ہونے پر دلالت کرتا ہے قطع نظر اس کے تثنیہ اور مفرد ہونے کے اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ منطلقاً میں مفرد ہونے کا لحاظ کیا جائے کہ اعتبار یہ مفرد ہے تثنیہ نہیں تو پہلے اعتبار کی بناء پر تنازع منطلقاً میں تحقق متصور ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے منطلقاً کو مثل میں ذکر کیا گیا بخلاف دوسرے اعتبار کے اس اعتبار سے تنازع محقق نہیں اور نہ ہی اس اعتبار سے مثال کو ذکر کیا گیا ہے۔

قال الشارح **ولما استدل الكوفيون** ۔صاحب کافیہؒ نے بصریین کی طرف سے کوفیین کے قول امرء القیس سے استدلال مذکور کا جواب دیا ہے مولانا جامیؒ اس جواب کی توضیح کر رہے ہیں جواب سے پہلے مولانا جامیؒ ان کا استدلال بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ امرء القیس کا شعر ہے جس میں تنازع الفعلین ہے ایک فعل کفانی اور دوسرا لم اطلب ان دونوں کا تنازع ہے قلیل میں فعل اوّل تقاضا کرتا ہے فاعلیت کا فعل ثانی مفعولیت کا۔ اور اتنے بڑے فصیح بلیغ شاعر نے فعل اوّل کو عمل کروای ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ فعل اوّل کو عمل دینا مختار ہے۔

صاحب کافیہؒ : نے بصریین کی طرف سے جواب دیا کہ لیس منه لفساد المعنى یہ شعر باب تنازع سے نہیں کیونکہ اگر باب تنازع سے بنایا جائے تو فساد معنی لازم آتا ہے اس کی تفصیل مولانا جامیؒ بیان فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ تنازع فعلین کے باب سے ہو۔ یعنی کفانی اور لم اطلب دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل قليل من المال کی طرف متوجہ ہو تو فساد معنی لازم آتا ہے اس طرح کہ اگر دونوں فعل قلیل کی طرف متوجہ ہوں تو اس توجہ سے تین امر لازم آتے ہیں۔

پہلا امر: کہ ادنیٰ معیشت کی عدم سعی کہ میں تھوڑے مال کے لئے کوشش نہیں کرتا طلب نہیں کرتا۔

امر ثانی : کہ تھوڑا مال مجھے کافی نہیں۔

امر ثالث : کہ تھوڑا مال میں طلب کرتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ جو تیسرا امر ہے یہ پہلے

دونوں امر کے منافی ہے۔ پہلے امر کے منفی ہونا بالکل واضح ہے کہ امر اول یہ تھا کہ تھوڑے مال کی کوشش نہیں کرتا اب اس میں ہے کہ تھوڑے مال کی کوشش کرتا ہوں اور دوسرے امر کے بھی منافی ہے کہ دوسرے امر میں تھا کہ مجھے تھوڑا مال کافی نہیں اور اس میں ہے کہ میں تھوڑے مال کی طلب کرتا ہوں تو اس کو تنازع الفعلین بنانے سے یہ اجتماع المتنافیین لازم آیا جو کہ باطل ہے باقی رہی یہ بات کہ اجتماع متنافیین اور تناقض کیسے لازم آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے لو کے بارے میں کہ کلمہ لو حروف شرط میں سے ہے اپنے مدخول مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے خواہ وہ شرط ہو یا جزء ہو یا شرط و جزء پر معطوف ہو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ امرئ القیس کے بیت کا پہلا مصرع لو انما اسعی لادنی معیشۃ اور دوسرا مصرع ہے کفانی و لم اطلب قلیل من المال ۔ اگر یہ کہا جائے کفانی اور و لم اطلب دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر کلمہ لو کے مدخول تین فعل ہیں۔

(۱) اسعیٰ (۲) کفانی (۳) لم اطلب پہلے دو فعل مثبت ہیں تو منفی ہو جائینگے تو معنی یہ ہوگا کہ میں ادنی معیشت کے لئے کوشش نہیں کی یعنی تھوڑے مال کو طلب نہیں کیا اور نہ ہی تھوڑا مال مجھے کافی ہے۔ لم اطلب یہ فعل منفی ہے تو مثبت ہو جائے گا کہ تھوڑے مال کو میں طلب کرتا ہوں اور یہ تیسری بات پہلے دونوں باتوں کے منافی ہے تو یقیناً اجتماع متنافیین لازم آیا۔ اور اجتماع متنافین باطل ہے اور قاعدہ ہے کہ جو مستلزم باطل ہو وہ باطل ہوا کرتا ہے لہذا اس کو باب تنازع سے بنانا باطل ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ امرئ القیس کے قول سے کوفیین کا استدلال غلط ہوا۔

شقوله **فعلیٰ هذا ینبغی** ۔ سے سوال مقدر کا جواب

سوال کہ جب اس قول مذکور کو تنازع الفعلین کے باب بنانے سے تناقض لازم آتا ہے تو اس کا پھر صحیح معنی کیا ہے۔

جواب کہ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ قلیل یہ فاعل ہے کفانی کا اور لم اطلب کا مفعول محذوف ہے جو کہ المجد الموثل اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ نہ ادنی معیشۃ کے لئے کوشش کرتا

ہوں اور نہ مجھ کو تھوڑا مال کافی ہے میں تو پائدار بزرگی کو طلب کرتا ہوں اور اس کی کوشش کرتا ہوں اور یہ معنی بلکل صحیح ہے کوئی منافات نہیں۔

﴿بحث مفعول ما لم یسم فاعلہ﴾

قال الشارح **مفعول ما لم لیسم فاعله کل مفعول حذف فاعله**

صاحب کافیہ "مرفوعات" کے قسم اوّل فاعل کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے مرفوعات کی دوسری قسم المفعول ما لم یسم فاعله کو بیان کررہے ہیں جس کی تعریف اس عبارت میں کی ہے کہ مفعول ما لم یسم فاعله ہر ایسے مفعول کو کہا جاتا ہے جس کے عامل کو حذف کر کے اس مفعول کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔

قوله **لم یذکر** ۔سے سوال مقدر کا جواب

سوال لم یسم کے مفہوم لغوی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل سرے سے ہوتا ہی نہیں اور مفہوم اصطلاحی سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل تو یقینا ہوتا ہے لیکن حذف کر دیا جاتا ہے اب مفہوم لغوی اور اصطلاحی کے درمیان منافات اور مغایرت ہوئی ہے حالانکہ مناسبت کا ہونا لازمی ہوتا ہے تا کہ نقل صحیح ہو جائے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے کہ عدم تسمیہ سے مراد عدم ذکر ہے اور عدم تسمیہ کو عدم ذکر لازم ہے تو مفہوم لغوی میں لزوم مراد لیا گیا ہے اور لہٰذا مفہم لغوی ترکیبی اور مفہوم لقبی اصطلاحی میں کوئی منافات مغایرت نہ ہوئی بلکہ مناسبت موجود ہے لہٰذا نقل بھی صحیح ہوئی۔

قال الشارح **و انما لم یفصله** ۔سوال مقدر کا جواب ہے

سوال جب مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات کا مستقل قسم تھا تو فاعل اور مبتداء وغیرہ کی طرح منه یا منها سے کیوں نہیں شروع کیا گیا۔

جواب اس لئے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کا فاعل کے ساتھ شدید اتصال تھا کہ یہ اس کے قائم مقام بھی بنتا تھا اور احکام فاعل میں بھی شریک تھا۔ اس شدت اتصال کی وجہ سے منه سے فصل

نہیں کیا گیا اور اسی وجہ سے علامہ زمخشری نے تو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل حقیقی قرار دیا۔

قولہ وانما اضیف ۔ ادنی تعلق اور ربط کی وجہ سے فاعل کی نسبت مفعول کی طرف کر دی اور وہ تعلق یہ ہے کہ فاعل ایسے فعل کا ہوتا ہے جو کہ مفعول کے متعلق ہوتا ہے۔

قال الماتن وشرطه ان تغير صيغة الفعل الى فُعِلَ او يُفعَل

کو ذکر کر رہے ہیں کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کے لئے شرط یہ ہے کہ صیغہ فَعَلَ کا فُعِلَ کی طرف اور یَفْعَلُ کو یُفْعَلُ کی طرف منتقل کر دیا جائے تا کہ غرابت لفظ غرابت معنی پر دلالت کرے۔

فی حذف فاعله: یہ شرط مذکور مفعول مالم یسم فاعلہ کے واقع نفس الامر میں موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ اس کے فعل کے حذف اور اس کے قائم مقام ہونے کی ہے۔

قولہ اذا كان عامله فعلا ۔ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف تغیر کے لئے ضروری ہے کہ عامل فعل ہو اور اگر عامل فعل نہ ہو بلکہ شبہ فعل ہو تو پھر اسم مفعول کے صیغہ کی طرف تغیر ہوگا۔

قال الشارح الى الماضى المجهول ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: اس شرط سے تو ثلاثی مزید اور رباعی مجرد اور رباعی مزید کا مفعول مالم یسم فاعلہ نکل جاتا ہے اس لئے کہ ان کی ماضی مجہول فُعِلَ کے وزن پر نہیں آتی۔

جواب: حضرت جی یہاں ذکر تو علم کا ہے لیکن مراد وصف مشہور جس طرح لکل فرعون موسیٰ میں ذکر فرعون علم کا ہے لیکن مراد اس سے وصف مشہور متکبر ہونا ہے۔تو یہاں پر بھی ذکر تو فُعِلَ کا ہے لیکن مراد اس سے ماضی مجہول ہے خواہ وہ کسی وزن پر ہو۔

ای الى المضارع المجهول ۔ یہاں بھی ذکر تو یُفْعَلُ کا ہے لیکن مراد اس سے وصف مشہور مضارع مجہول ہے خواہ کسی وزن پر ہو۔

قال الماتن ولا يقع المفعول الثانى من باب علمت

یہاں سے صاحب کافیہؒ کی غرض ان مفاعیل کو بیان کرنا ہے جو فعل کے قائم مقام واقع نہیں اور ان مفاعیل کو اجمالاً بیان کرنا جن کا فاعل کے قائم مقام ہونا جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار مفاعیل فاعل کے قائم مقام نہیں بن سکتے۔

(۱) باب علمت کا مفعول ثانی (۲) باب اعلمت کا مفعول ثالث (۳) مفعول لہ (۴) مفعول معہٗ۔ اس کے علاوہ باقی تمام مفاعیل نائب فاعل بن سکتے ہیں۔

لانه مسند الی المفعول ۔کہ باب علمت کا مفعول ثانی کے قائم مقام واقع نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بابت علمت کا مفعول ثانی مسند ہوتا ہے مفعول اوّل کی طرف اسناد تام کے ساتھ۔ اب اگر فاعل کو حذف کر کے مفعول ثانی کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے تو مفعول ثانی مسند الیہ باسناد تام بھی ہو جائے گا تو لازم آئے گا شئی واحد کا مسند اور مسند الیہ باسناد ین تامین ہونا جو کہ جائز ہے۔

بخلاف اعجبنی ۔اور اعجبنی ضرب زید عمرا اس میں ضرب مسند الیہ اور مسند دونوں ہے۔ اور شئی واحد مسند اور مسند الیہ بن رہی ہے لیکن اسنادین تامین کے ساتھ نہیں۔

اس لئے کہ ضرب مصدر ہے اور مصدر کا اسناد تامہ نہیں ہوتا۔

اذ حكمه حكم المفعول الثالث باب اعلمت کے مفعول ثالث کے قائم مقام نہ ہونے کی دلیل بھی وہی ہے جو باب علمت کے مفعول ثانی کے قائم مقام نہ ہونے کی تھی۔

قال الشارح **بلا لام** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: ضرب للتادیب میں تادیب ۔کے فاعل کو قائم مقام کر دیا گیا حالانکہ آپ نے قاعدہ بیان کیا کہ مفعول لہ فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

جواب: متن میں مفعول لہ سے مراد مفعول بلا لام ہے اور مادہ نقض میں جو تم نے یہ مثال پیش کی وہ مفعول لہ مع اللام ہے۔

لان النصب فيه ۔:مفعول لہ کے نائب فاعل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مفعول لہ بلا لام کی نصب مفعول لہ کے علت ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جب مفعول لہ کو فاعل کے قائم مقام کر دیا جائے گا تو نصب جاتی رہے گی رفع آ جائے گا لہذا مفعول لہ کی علة ہونا معلوم نہیں ہوگا اس لئے مفعول لہ بلا لام فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

ای كالمفعول الثانی ۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ اور مفعول معہ میں سے ہر

ایک باب علمت کا مفعول ثانی اور باب علمت کی مفعول ثالث کی طرح ہے کہ یہ دونوں بھی ان کی طرح فاعل کے قائم مقام نہیں بن سکتے۔

قال الشارح **و اما المفعول معه فلا نه** ۔سے مفعول معہ کی نائب فاعل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مفعول معہ کی اقامت مع الواو ہوگی یا بدون الواو اور ہر دونوں باطل ہے اگر مع الواو ہو تو یہ اس لئے باطل ہے کہ واؤ اصل میں عطف کے لئے آتی ہے اور مابعد کا ماقبل سے انفصال کو چاہتی ہے جب کہ یہ نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اتصال کو چاہتی ہے

اور اتصال و انفصال میں منافات ہے اس لئے مفعول معہ مع الواؤ فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اور مفعول معہ بدون الواؤ بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ واؤ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا لہذا مفعول معہ کو مطلقا فاعل کے قائم مقام کرنا صحیح نہیں۔

قال الماتن **و اذا وجد المفعول به تعین له** کہ جب کلام میں کوئی ایسے مفاعیل پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا فاعل کے قائم مقام ہونا جائز ہو تو وہ مفاعیل متعددہ دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں مفعول بہ پایا جائے گا یا نہیں۔ اگر ان میں مفعول بہ پایا جائے تو فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے صرف مفعول بہ متعین ہوگا۔ اور یہ تعیین وجوبی ہوگی عند البصریین اور اگر مفاعیل میں مفعول بہ موجود نہ ہو تو پھر تمام مفاعل مساوی ہیں متکلم جس کو چاہے فاعل کے قائم مقام کر سکتا ہے۔

قال الشارح **لشدة شبهه بالفاعل** ۔سے دلیل کا بیان ہے۔ کہ مفعول بہ کی موجودگی میں اس کا قائم مقام ہونا اس لئے متعین ہے کہ مفعول بہ کی فاعل کے ساتھ بنسبت دوسرے مفاعیل کے زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے کہ جس طرح فعل متعدی کا تعقل اور تصور فاعل پر موقوف ہوتا ہے ایسے ہی مفعول پر بھی موقوف ہوتا ہے۔ مثلاً ضرب جس طرح اس کا تعلق بغیر فاعل ضارب کے ممکن نہیں ایسے ہی اس ضرب کا فہم بغیر مضروب کے ممکن نہیں بخلاف تمام مفاعیل کے کہ ان پر فعل کا فہم موقوف نہیں ہوتا۔ لہذا جب مفعول بہ کی فاعل کے ساتھ

زیادہ مشابہت ہوئی تو اسی کو فاعل کے قائم قام ہونے کیلئے متعین کیا گیا ہے

ظرف زمان ترکیب کا بیان ہے۔ کہ یوم ظرف زمان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔اسی طرح امام الامیر ظرف مکان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مفعول مطلق: ضرباً مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے شدیدا مفعول مطلق کی صفت ہونیکی بناء پر منصوب ہے اور مفعول مطلق یہاں اپنی صفت کے اعتبار بیان نوع کے لئے ہے

قال الشارح **وفائدة وصف الضرب** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: مفعول مطلق تو ضرباً ہے شدیداً کو کیوں ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ مطلق مصدر فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔اس لئے کہ مطلق مصدر پر تو فعل کی دلالت ہوتی ہے جس کو صراحۃً ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا البتہ مصدر مقید فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جار مجرور ۔کہ **فی دار** کا ذکر ظرف مکان ہونیکی وجہ سے نہیں بلکہ جار مجرور مفعول بہ بالواسطہ ہونے کی حیثیت سے ہے لہذا تکرار لازم نہیں آتا۔

قولہ **وان لم یوجد** ۔مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں لم یکن میں کان تامہ ہے جو خبر کا مقتضی نہیں کہ لم یکن لم یوجد کے معنی میں ہے

قال الماتن **الاول من باب اعطیت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باب اعطیت کے مفعول اول فاعل کے قائم مقام کرنا اولی ہے۔اگرچہ مفعول ثانی کو قائم مقام جائز ہے

قال الشارح **ای الفعل المتعدی** ۔کہ باب اعطیت سے مراد ہر وہ فعل جو ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو جن میں سے دوسرا مفعول پہلے مفعول کے مغایر ہو۔

قال الشارح **لان فیہ معنی الفاعلیۃ** ۔ کہ مفعول اول کو فاعل کے قائم مقام کرنا اس لیے اولی ہے کہ اِس میں فاعلیت کے معنی پائے جاتے ہیں بنسبت مفعول ثانی

کے۔ کیونکہ باب اعطیت کا مفعول اول آخذ اور مفعول ثانی ماخوذ ہے۔ جیسے اعطیت زیدًا درهمًا اس کو اعطی زیدٌ درهمًا کو کہنا اولی اگرچہ اعطی درهمٌ زیدًا کہنا بھی جائز ہے

لانه عاط ای آخذ : کہ عاط از قبیل اضداد ہے جیسے دادن کے معنی میں آتا ہے ایسے ہی گرفتن کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

قال الشارح **وذالک عند الامن** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: ہم یہ تسلیم کرتے ہی نہیں کہ باب اعطیت کے پہلے مفعول کو فاعل کے قائم مقام بنانا اولی ہے بلکہ واجب ہے جیسے اعطی زیدٌ عمرًا۔

جواب: کہ اولی اسوقت ہوتا ہے کہ جب کہ التباس سے امن ہو اور کوئی مانع نہ ہو اور یہاں پر مانع موجود ہے وہ التباس کا ہونا ہے۔

بحث مبتداء اور خبر

قال الماتن **ومنها المبتداء والخبر** مرفوعات کے دوسرے قسم مفعول مالم یسم فاعلہ سے فراغت کے بعد صاحب کافیہ "مرفوعات کی تیسری قسم مبتداء اور چوتھی قسم خبر کو بیان کر رہے ہیں اور یہ مبتداء اور خبر جنس مرفوع سے نکلی ہوئی انواع ہیں۔

قوله **وفی بعض النسخ** ۔اختلاف نسخ کا بیان ہے یعنی کافیہ کے نسخے مختلف ہیں بعض میں منھا ہے بعض میں منه ہے۔ کہ اگر منھا ہو تو ھا ضمیر کا مرجع مرفوعات ہونگی۔ اب حاصل معنی یہ ہوگا جملہ مرفوعات میں سے مبتداء ہے اور اگر منـــــه ہو تو اس کا مرجع المرفوع ہوگا۔ اس نسخہ ثانیہ کے مطابق حاصل معنی جملہ مرفوع میں سے مبتداء اور خبر ہے۔

شقوله **جمعهما فی فصل** ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: مبتداء اور خبر دونوں کو ایک عنوان میں جمع کیوں کیا ہے جب کہ باقی مرفوعات کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے اس جمع کرنے کی علت کیا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ اس کے دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ : ۔چونکہ مبتداء اور خبر میں اپنے اصل یعنی مبتداء کا مسندالیہ ہونا اور خبر کا مبتداء کی طرف مسند ہونا اس اعتبار سے تلازم ہے اس تلازم کی وجہ سے دونوں کو ایک عنوان میں جمع کر دیا۔

دوسری وجہ : کہ اس بات میں ان دونوں کا اشتراک ہے کہ دونوں کا عامل معنوی ابتداء ہے اور مرفوعات کی دیگر انواع میں اس قسم کا اشتراک اور ربط نہیں پایا جاتا تھا۔

قال الماتن **فالمبتداء هو اسم المجرد** صاحب کافیہ مبتداء کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء ایسے اسم حقیقی یا حکمی کو کہا جاتا ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو کر کلام میں مسندالیہ بن رہا ہو جیسے زید قائم میں زید مسندالیہ مبتداء واقع ہے۔

قولہ **لفظا او تقديرا** اسم سے مراد عام ہے خواہ وہ اسم لفظی ہو یا حکمی ہو اور ان تصوموا بتاویل مصدر اسم حکمی تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ صیامکم خیر لکم

قولہ **ولم يوجد** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال : المجرد تجرید سے ماخوذ ہے اور تجرید کا معنی ہے خالی کرنا۔ جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے عامل لفظی موجود ہو پھر اس سے خالی کیا گیا ہو۔ حالانکہ مبتداء کا عامل لفظی سرے سے ہوتا ہی نہیں لہذا المجرد کا لفظ یہاں ذکر کرنا درست نہیں۔

جواب : یہاں پر مجازاً المجرد بمعنی لم یوجد ہے یعنی مراد عدم الوجود ہے اور یہ ذکر الخاص ارادة العام اور ذکر الملزوم ارادة اللازم کے قبیل سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ مبتداء وہ ہے جس کا عامل لفظی نہ ہو۔

قال الشارح **واحترز**۔۔۔ المجرد کی قید کے فائدہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ المجرد کی قید لگانے وہ اسم نکل جائیں گے جن کا عامل لفظی ہے جیسے حروف مشبہ بالفعل اور افعال ناقصہ کا اسم۔

قولہ **كانه اراد**۔ سے سوال مقدر کا جواب

سوال : یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ بحسبك درهم میں حسبك مبتداء ہے جس

کا عامل لفظی سے خالی نہیں بلکہ اس کا عامل لفظی باء موجود ہے

جواب: عامل لفظی سے مراد یہ ہے کہ جو لفظوں میں بھی مؤثر ہو اور معنی میں بھی مؤثر ہو یعنی مبتداء کے لئے ایسے عامل لفظی سے خالی ہونا ضروری ہے جو لفظاً و معنیً موثر ہو اب بحسبک میں اگرچہ عامل لفظی باء موجود ہے جو صرف لفظوں میں تو موثر ہے لیکن معنی کے اعتبار سے موثر نہیں۔ لہذا یہ تعریف جامع ہو جائے گی۔

شقوله واحترز به عن الخبر: مسند الیه کی قید کے فائدہ یہ ہے کہ اس سے خبر اور مبتداء کے قسم ثانی خارج ہو جائے گا کیونکہ وہ مسند الیہ نہیں ہوتے۔

قال الماتن الواقعة بعد النفي اوالاستفهام

صاحب کافیہ مبتداء کے قسم ثانی کو بیان کر رہے ہیں جس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت کا ہے جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ کہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے ما قائم الذیدان ۔ اس میں قائم صیغہ صفت حرف نفی کے بعد ہے اور اسم ظاہر الذیدان کو رفع دینے والا ہے تو یہ قائم صیغہ صفت کا مبتداء ہے لیکن یہ مسند ہے اور الذیدان مسند الیہ اس کا فاعل ہے۔

شقوله سواء كانت ۔تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: اقریشی انت میں قریشی مبتداء کا قسم ثانی ہے لیکن یہ تعریف صادق نہیں آتی اس لئے کہ مبتداء کے قسم ثانی کے لئے صیغہ صفت کا ہونا ضروری ہے جب کہا قریشی صیغہ صفت کا نہیں۔

جواب: صیغہ صفت سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ مشتق ہو یا مشتق کے حکم میں ہو لہذا قریشی اسم منسوب ہونے کی وجہ سے مشتق کے حکم میں ہے۔

ونحوه كهل یہاں معطوف بمع حرف عطف کے محذوف ہے جو و نحوه ہے یعنی اس سے مراد صرف الف استفہام نہیں۔ بلکہ اس کے مثل هل ۔ما۔ من وغیرہ داخل ہیں

قال الشارح وعن سيبويه جواز الابتداء ۔کہ سیبویہ اور اخفش کا مذہب یہ ہے

کہ اگر صیغہ صفت حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع نہ ہو تو تب بھی مبتداء قسم ثانی بن سکتا ہے کہ حرف نفی یا استفہام کا ہونا ضروری نہیں۔

البتہ سیبویہ اور اخفش کے درمیان قدرے فرق ہے سیبویہ کے نزدیک جواز مع القبح اور اخفش کے نزدیک جواز بدون القبح ہے۔ اور اخفش نے جواز بلاقبح پر اس شعر مذکور سے استدلال کیا ہے فخیر نحن عند الناس منکم اس مصرعہ میں خیر صیغہ صفت مبتداء کا قسم ثانی اور نحن فاعل کے قائم مقام خبر کے ہے حالانکہ یہاں پر نہ حرف نفی ہے اور نہ حرف استفہام۔ اگر جائز نہ ہوتا یا جواز مع القبح ہوا تو فصیح بلیغ شاعر اس کو اختیار نہ کرتا۔

قال الشارح **ولو جعل خبرا** ۔سوال مقدر کا جواب ہے

سوال: کہ اخفش کا استدلال تام نہیں اس لئے کہ اس میں یہ ترکیب متعین نہیں۔ بلکہ ایک اور ترکیب ہو سکتی ہے اگر خیر مقدم ہو اور نحن مبتداء مؤخر ہو۔

جواب: یہ مبتداء خبر والی ترکیب یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ اگر خیر کو مقدم اور نحن کو مبتداء مؤخر کر دیا جائے تو اس صورت میں خرابی لازم آئے گی کہ اسم تفضیل خیر جو کہ عامل ضعیف ہے اس کے درمیان اس کے معمول منکم کے درمیان نحن مبتداء کا فاصلہ کا لازم آئے گا۔ جو کہ فاصلہ بالاجنبی ہے اور صحیح نہیں بخلاف ہماری بیان کردہ ترکیب کے کہ صیغہ صفت کا مبتداء قسم ثانی بنایا جائے اور نحن اس کا فاعل بن جائے گا۔ تو اس صورت میں اجنبی کا فاصلہ لازم نہیں آتا اس لیے کہ یہ نحن فاعل ہونے کی بناء پر بمنزلہ جزء کے ہوگا۔ اور شئی کی جزء اجنبی نہیں ہوتی۔ لہذا اخفش صاحب کا استدلال صحیح اور تامہ ہوا۔ مولانا جامیؒ کا مقصد صاحب کافیہؒ کے طرف سے جواب دینا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہؒ نے سیبویہ کے مذہب ہی کو اختیار کیا ہے لیکن ان کے نزدیک بھی یہ قبیح تھا تو اس کو قبیح کو بمنزلہ حرام قرار دیکر نفی اور استفہام کے بعد واقع ہونے کو ضروری قرار دے دیا۔

قال الشارح **او ما یجری مجراہ** ۔تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: آیت کریمہ میں اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم میں راغب مبتداء کی قسم

ثانی تو ہے لیکن آپ کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ آپ نے شرط لگائی کہ صیغہ صفت اسم ظاہر کے لئے رافع ہو اور یہ تو انت ضمیر منفصل کے لئے رافع ہے۔

جواب: کہ اسم ظاھر میں تعیم مراد ہے۔ خواہ وہ اسم ظاہر حقیقی ہو یا اسم ظاہر حکمی اور ضمیر منفصل اسم ظاہر حکمی ہے جس پر قرینہ ظاھراً کا نکرہ لانا ہے تاکہ نکرہ عموم پر دلالت کرے اور عموم تب ہو سکتا ہے جب اس سے دونوں مراد لئے جائیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ صیغہ صفت ضمیر مستتر کے لئے رافع نہ ہو خواہ اسم ظاہر کے لئے رافع ہو یا ضمیر بارز کے لئے۔

قال الشارح واحترز به عن نحو اقائمان ۔ یہ رافعۃ لظاہر کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اقائمان الزید ان خارج ہو جائیں گے اس لئے اقائمان صیغہ صفت ہے اور حرف استفہام کے بعد واقع ہے لیکن اسم ظاہر کے لئے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے حالانکہ مبتداء ہونے کے لئے اسم ظاہر کے لئے رافع ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح ولو كان رافعا ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: آپ کے پاس کیا قرینہ ہے کہ اقائمان الزید ان اسم ظاہر کے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے۔

جواب: ہمارے پاس قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ اگر صیغہ صفت اسم ظاہر کے لئے رافع ہوتا تو یہ مفرد ہوتا۔ اس کو تثنیہ لانا جائز نہ ہوتا۔ اس لئے قاعدہ ہے کہ جب فعل یا شبہ فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل اور شبہ فعل کو واحد لانا واجب ہوا کرتا ہے تو یہاں پر صیغہ صفت اور شبہ فعل کو تثنیہ لایا گیا ہے۔ جو دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اسم ظاہر کے لئے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے۔

قال الماتن فان طابقت مفردا جاز الامران صاحب کافیہ ایک ضابطہ کو بیان کر رہے ہیں کہ صیغہ صفت کا دو حال سے خالی نہیں کہ اسم ظاہر کے مطابق ہو گا یا نہیں اگر مطابق نہ ہو جیسے ما قائم الزیدان وا قائم الزیدون اور اگر مطابق ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مفرد ہونے میں مطابقت ہو گی جیسے ا قائم زید یا تثنیہ اور جمع میں مطابقت ہو گی جیسے ما قائمان الزید ان۔ ما قائمون الزیدون تو کل یہ تین صورتیں ہوئی

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتداء کے قسم ثانی ہونا متعین ہے۔

دوسری صورت کا حکم اس صورت میں دونوں امر جائز ہیں یعنی صیغہ صفت کو مبتداء بنایا جائے یا اسم ظاہر کو مبتداء بنا کر صیغہ صفت کو خبر بنایا جائے۔ البتہ مبتداء بنانے کی صورت میں اسم ظاہر کے لئے رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا اور خبر بنانے میں اسم ضمیر کے لئے رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا۔

تیسری صورت کا حکم اس صورت میں صیغہ کا خبر ہونا متعین ہے کیونکہ یہ رافع للضمیر ہے رافع للظاھر نہیں۔

مذکورا بعدھما یہ ہے کہ اسم ظاہر سے وہ اسم ظاہر مراد وہ جو صفت مذکورہ کے بعد کلام میں واقع ہو۔

واحترز بہ ۔سے مفردا کی قید سے القائمان الزیدان القائمون الزیدون خارج ہوجائینگے کیونکہ ان میں بھی اسم ظاہر اور صیغہ صفت کی مطابقت ہے لیکن مفرد ہونے میں مطابقت نہیں بلکہ تثنیہ اور جمع ہونے کی حالت میں ہے۔

کون الصفۃ مبتداء ۔الامران کے مصداق کا بیان ہے۔ کہ الامران کا مصداق دو چیزیں ہیں (۱) صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر
(۲) صیغہ صفت کا خبر مقدم اور مابعد مبتداء مؤخر

فھھنا ثلث صور ۔مولانا جامیؒ کی غرض تتمہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عقلی طور پر کل چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت: صیغہ صفت اسم ظاہر کے ساتھ مفرد ہونے میں مطابق ہو جیسے القائم زید

دوسری صورت: صیغہ صفت کا اسم ظاہر کے ساتھ غیر مفرد ہونے میں مطابق ہو جیسے القائمان الزیدان القائمون الزیدون۔

تیسری صورت: صیغہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ اور جمع ہو جیسے القائم الزیدان ما

قائم الزیدون

چوتھی صورت: صیغہ صفت تثنیہ جمع ہو اور اسم ظاہر مفرد ہو یہ چوتھی صورت محض احتمال عقلی ہے مستعمل نہیں۔ پہلی تین صورتیں مستعمل ہیں جس میں سے پہلی صورت کا حکم جواز الامرین ہے اور دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین ہے اور مابعد اسم ظاہر کا مبتداء مؤخر ہونا متعین ہے اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتداء قسم ثانی ہونا متعین ہے اور اسم ظاہر کا فاعل قائم مقام خبر متعین ہے۔

بحث خبر

قال الماتن و الخبر المجرد مسند به صاحب کافیہ خبر کی تعریف بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر ایسے اسم حقیقی یا حکمی کا نام ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو کر مسند بہ ہو اور صفت مذکورہ کے مغایر ہو جیسے زید قائم میں قائم خبر ہے۔

قال الشارح ای هو الاسم المجرد ۔مولانا جامیؒ نے دو باتوں و بیان کیا۔

(۱)۔ المجرد صیغہ صفت کے لئے موصوف کو بیان کیا ہے برائے دفع دخل مقدر

(۲)۔المجرد کا صلہ بیان کیا ۔کہ المجرد سے مراد اسم مجرد ہے کیونکہ کلام اسماء مرفوعہ میں چل رہی ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔ عن العوامل اللفظیة سے المجرد کے صلہ کا بیان ہے

قال الشارح ای مایوقع به الاسناد ۔مولانا جامیؒ صاحب کافیہؒ کی کلام المسند به کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

پہلی توجیہ کی تقریر : به جار مجرور متعلق کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ المسند متعلق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ قاعدہ ہے جب کسی لفظ کو لغوی معنی سے اصطلاحی معنی کی طرف نقل کیا جائے تو وہ اسم جامد کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسم جامد متعلق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا المسند جار مجرور کا متعلق نہیں بن سکتا لہذا اس کا متعلق کیا ہوگا۔

جواب: کہ جار مجرور کا متعلق یوقع فعل ہے۔اس لئے کہ تمام افعال اور مشتقات کی وقوع پر

دلالت ہوتی ہے۔اب حاصل معنی ہوگا خبر ایسے اسم کا نام ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور اس کے سبب اسناد کو واقع کیا جائے۔اس توجیہ کی بناء پر جو تقریر بھی کی جائے۔اس المسند بہ کی قید کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے مبتداء کی قسم اوّل خبر کی تعریف سے نکل جاتی ہے۔البتہ مبتداء کا قسم ثانی خارج نہیں ہوتا جس کو خارج کرنے کے لئے المغایر للصفۃ کی قید لگا کر خارج کیا۔لھذا خبر کی تعریف میں المجرد بمنزل جنس کے ہے اور المسند بہ فصل اوّل ہے اور المغایر للصفۃ فصل ثانی ہے۔

توجیہ ثانی : و لك ان تقول ۔سے مولانا جامیؒ المسند بہ کی توجیہ ثانی کو بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ المسند کے بعد الی المبتداء کا صلہ مقدر ہے جس پر قرینہ مبتداء اور خبر کے درمیان تلازم کا ہونا ہے۔حاصل معنی یہ ہوگا کہ جس کے ذریعہ اور سبب سے مبتداء کی طرف اسناد کیا گا ہو۔

توجیہ ثالث او تجعل الباء ۔سے مولانا جامی توجیہ ثالث کو بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ المسندبہ میں بہ کے اندر حرف باء کو الیٰ کے معنی میں کردیا جائے اور ہ ضمیر راجع ہو مبتداء کی طرف۔اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ خبر ایسے اسم کا نام ہے جو عامل لفظی سے خالی ہوکر مبتداء کی طرف مسند ہو۔لیکن صاحب کافیہؒ نے المسندالیہ کے کہنے کے بجائے المسندبہ کہا

تاکہ اس کا اُس مسندالیہ کے ساتھ اشتباہ پیدا نہ ہوجائے جو مبتداء کی تعریف میں مذکور ہے۔اس اشتباہ سے بچنے کے لئے المسندالیہ کی بجائے المسندبہ کہا۔

وعلی التقدیرین ۔توجیہ ثالث اور ثانی کے مطابق المسندبہ کی قید کے فائدہ کو بیان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں توجیہوں کی بناء پر المسندبہ کی قید سے جس طرح مبتداء کا قسم اوّل خبر کی تعریف سے خارج ہوجاتا ہے ایسے ہی مبتداء کے قسم ثانی بھی اسی المسندبہ کی قید سے خارج ہوجاتی ہے اور المغایر للصفۃ ان دو توجیہوں کے مطابق قید احترازی نہیں ہوگی بلکہ تاکید واقع ہوگی۔

قال الشارح **واعلم** ۔ مبتداء اور خبر کی تعریف میں المجرد کی قید لگائی کہ یہ دونوں عامل لفظی سے خالی ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ میں نحاۃ کا اختلاف ہے کہ مبتداء اور خبر میں عامل کیا چیز ہے جس میں مشہور تین مذہب ہیں۔

(۱)۔ **بصریین کا مذہب** : کہ مبتداء اور خبر دونوں کا عامل ابتداء ہے جو کہ عامل معنوی ہے لفظی نہیں

(۲)۔ **مذہب علامہ زمخشری** : اور اس کے متبعین کا کہ مبتداء میں عامل تو ابتداء ہی ہے لیکن خبر میں عامل مبتداء ہے یعنی مبتداء کا عامل معنوی ہوا اور خبر کا عامل لفظی ہوا

(۳)۔ **مذہب بعض نحاۃ**: کہ مبتداء اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے یعنی ہر ایک کا عامل لفظی ہوا۔ کہ مبتداء کا عامل خبر اور خبر کا عامل مبتداء ہوا۔

لیکن صاحب کافیہؒ نے ان مذاہب ثلاثہ میں بصریین کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور بصریین کے نزدیک دونوں عامل لفظی سے مجرد اور خالی ہوتے ہیں لھذا مبتداء اور خبر دونوں کی تعریف المجرد کی قید کو ذکر کرنا صحیح ہوا۔

قال الماتن **واصل المبتداء التقديم** صاحب کافیہؒ مبتداء اور خبر کی تعریف سے فارغ ہوئے تو مبتداء اور خبر کے احکام شروع فرما رہے ہیں۔

پہلا حکم: مبتداء کا پہلا حکم یہ ہے کہ مبتداء کے اندر اصل یعنی اولیٰ اور راجح یہ ہے کہ لفظوں میں مبتداء خبر پر مقدم ہو۔

قال الشارح **اذا لم يمنع مانع** ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: فی الدار رجل میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا جائز ہی نہیں چہ جائے کہ خبر پر مقدم کرنا اولیٰ اور راجح ہو۔

جواب: یہ حکم مذکور انتفاء مانع کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں مانع موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر فی الدار رجل میں مبتداء رجل مقدم کیا جائے تو نکرہ محضہ

کا مبتداء ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اسی وجہ سے مبتداء کو مؤخر کرنا اور خبر کو مقدم کرنا واجب

لفظا: سے سوال مقدر کا جواب

سوال سوال مبتداء کا خبر پر مقدم واضح تھا۔ اس لیے کہ مبتداء ذات ہے اور خبر اس کے احوال میں سے ایک حال ہے اور ذات مقدم ہوتی ہے لھذا اس کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

جواب ہے یہاں تقدیم سے مراد تقدیم فی الذکر ہے۔ نہ کہ تقدیم فی المرتبہ

قولہ لان المبتداء ۔ سے اس حکم کی دلیل کا بیان کہ مبتداء کو مقدم کرنا اولیٰ اور راجح کیوں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء دال بر ذات ہے اور خبر دال بر صفت ہے اور قاعدہ ہے ذات مقدم ہوتی ہے اور صفت مؤخر ہوتی ہے۔ تو دال علی الذات یعنی مبتداء کو بھی مقدم ہونا چاہئے دال علی الصفت یعنی خبر پر۔

قال الماتن ومن ثم جاز فی دارہ زید وامتنع صاحبھا فی الدار

اس حکم مذکور پر تفریع کا بیان ہے کہ فی دارہ زید کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اگر چہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن لفظا لازم آتا ہے اور رتبۃً نہیں اور صاحبھا فی الدار یہ ممتنع اور ناجائز ہے اس لئے اس میں اضمار قبل الذکر لفظا بھی آتا ہے اور رتبۃً بھی جو کہ جائز نہیں۔

مع کون الضمیر ۔ کہ فی دارہ زید یہ مثال کیوں جائز ہے۔ اس لیے کہ فی دارہ میں (ہ) ضمیر راجع ہے زید کی طرف تو اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آیا لیکن رتبۃ نہیں کیونکہ زید کا مرتبہ مبتداء ہونے کی وجہ سے خبر سے مقدم ہے لھذا یہ مثال جائز ہوگی۔

مثال ثانی کی عدم جواز کی علۃ یہ ہے کہ صاحبھا مبتداء کے ساتھ ضمیر ہے جو لوٹ رہی ہے خبر کی طرف اور خبر کا درجہ بھی چونکہ مؤخر ہونے کا ہے تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

قال الماتن وقد یکون المبتداء نکرۃ سے صاحب کافیہؒ مبتداء کے حکم ثانی کو

بیان کیا **حکم ثانی**: جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء میں اصل یعنی اولیٰ اور راجح معرفہ ہونا ہے لیکن کبھی کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ تخصیص کے ساتھ مخصصہ ہو

وجوہ تخصیص چھ ہیں۔

(۱) صفت ملفوظ کے ساتھ تخصیص پیدا ہوا جیسے **و لعبد مومن خير من مشرك**

(۲) صفت معلومیت کی وجہ سے جیسے **ارجل فی الداء ام امرأةٌ**

(۳) صفت عموم کی وجہ سے جیسے **ما احد خير منك**

(۴) طریقہ تخصیص فاعل کی بناء پر ہو یا صفت مقدرہ کی بناء پر **هر اهر ذاناب**

(۵) خبر ظرف کی تقدیم کی وجہ سے یا بعنوان دیگر صفت حکمیہ کی وجہ سے جیسے **فی الدار رجل**

(۶) فعل مقدر کے فاعل کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جیسے **سلام عليك**۔

کلام مذکورہ سے چھ وجوہ تخصیص کی طرف اشارہ کر دیا۔

قال الشارح وان كان الاصل ۔ سے مولانا جامیؒ نے لفظ قد کے طرف اشارہ کر دیا کہ یہ قلیل ہے۔ معنی یہ ہوا کہ مبتداء کا نکرہ ہونا قلیل ہے جس سے معلوم ہوا کہ معرفہ ہونا کثیر ہے اور جو چیز کثیر ہے وہ اصل ہوتی ہے۔

قال الشارح وان يكون المبتداء ۔ اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ فصحاء بلغاء کے کلام میں عموماً امور معین پر حکم لگاتا ہے اور مبتداء پر بھی حکم لگایا جاتا ہے لہذا مبتداء بھی امر معین ہونا چاہئے۔ اور امر معین تب ہوگا جب معرفہ ہو۔ اس لئے مبتداء کا اصل معرفہ ہونا ہے۔

شتوله اذ بالتخصيص ۔ سے سوال مقدر کا جواب

سوال: وجوہ تخصیص کے ساتھ نکرہ مخصصہ نکرہ ہی تو رہے گا تخصیص کی وجہ سے معرفہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو مبتداء بنانا کیسے صحیح ہوا یعنی نکرہ کے لئے مخصصہ ہونے کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نکرہ مخصصہ معرفہ نہیں بن جائے گا لیکن نکرہ مخصصہ بھی تو نہیں رہے گا۔ بلکہ معرفہ کے قریب ہو جائے گا۔ اس لئے نکرہ کے لئے تخصیص کی شرط لگائی تا کہ معرفہ

کے قریب ہو جائے۔

قال الشارح **قولہ تعالیٰ**۔ مولانا جامیؒ نے لفظ قولہ سے سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال: لفظ مثل مضاف ہے اور ولعبد مومن مضاف الیہ ہے حالانکہ مضاف الیہ مفرد ہوا کرتا ہے۔

جواب: ولعبد مومن یہ جملہ قول کی تاویل میں ہو کر مضاف الیہ بن رہا ہے اور جملہ تعالیٰ معترضہ ہے۔ جو علو شان قائل کے لئے ہے۔

فان العبد: اس عبارت میں بھی انطباق المثال علی الممثل کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے و لعبد مومن خیر من مشرک میں عبد نکرہ ہے جو کہ مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے اور مومن صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی کہ اشتراک کم ہو گیا اور یہ مومن عبد کو شامل ہے عبد کافر کو شامل نہیں۔ تو اس قلۃ اشتراک کی وجہ سے نکرہ مبتدا بننا درست ہے۔

فان المتکلم بھذا الکلام۔ کہ اس کلام ارجل فی الدار ام امراۃ کا متکلم اور متلفظ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ رجل اور امراۃ میں سے کوئی ایک دار میں موجود ہے مگر اس بات کا علم نہیں کہ وہ جنس رجال میں سے ہیں یا جنس نساء میں سے ہے۔ گویا متکلم نے یوں کہا کہ مرد و عورت میں سے ایک کا ہونا مجھے معلوم ہے تو اس صفت معلومیت کی وجہ سے رجل میں تخصیص پیدا ہوگی جس کی وجہ سے رجل کا مبتدا بننا صحیح ہو گیا۔

فان النکرۃ۔ کہ اس مثال ما احد خیر منک میں احد نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہے جس میں صفت عموم کی وجہ سے تخصیص حاصل ہو گئی اس لیے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم افراد اور شمول افراد کے لئے آیا کرتا ہے تو اس عموم و شمول کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص اور تعیین پیدا ہو گئی۔

فانہ لا تعدد۔ کہ عموم حقیقی اور تعیین اعتباری ہے لہذ التعدد حقیقی اور وحدت اعتباری ہوئی اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد حقیقی اور وحدت اعتباری میں کوئی منافات نہیں۔

قال الشارح **وکذا کل نکرہ**۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: یہ قاعدہ منقوض ہے تمرة خير من جرادة کی ترکیب میں تمرة نکرہ محضہ مبتداء بن رہا ہے اس لئے کہ نکرہ اثبات میں ہے تحت النفی واقع نہیں۔ جس سے تخصیص پیدا نہ ہوئی۔

جواب: تخصیص کا دارومدار نکرہ کے تحت النفی واقع ہونے پر نہیں بلکہ عموم کے معنی کے مقصود ہونے پر ہے۔ اگر مقام اثبات میں نکرہ سے عموم مقصود ہو تو عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جائی گی اور آپ کی پیش کردہ مثال میں بھی عموم مقصود ہے اس لیے کہ مقصود جنسیت تمر کی فضیلیت جنس جرادة پر بیان کرنا ہے۔ تمر کے افراد کی فضیلیت جرادة کے افراد پر بیان کرنا مقصود نہیں۔

لتخصصه ما يتخصص : شر اهر ذاناب میں کہ شر کے لفظ میں تخصیص کا طریقہ تخصیص فاعل کی طرح ہے جس طریقے سے فاعل میں تخصیص پیدا ہوئی ہے اسی طریقہ کے ساتھ لفظ شر میں تخصیص پیدا ہوئی ہے۔

قال الشارح لشبهه به ۔ کہ شر فاعل نہیں لیکن فاعل کے مشابہ ہے اور جو حکم مشبہ بہ کا ہوتا ہے وہی مشبہ کا بھی ہوا کرتا ہے لہذا جس طریقہ سے فاعل مشبہ بہ میں تخصیص پیدا ہو گی۔ اسی وجہ سے اس مشبہ شر میں تخصیص پیدا ہوگی۔ وجہ مشابہت کہ شر اهر ذاناب کو مقام حصر میں ما اهر ذاناب الاشر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس طرح وہ مفید حصر اسی طرح یہ شر اهر ذاناب حصر کے لئے مفید ہے اور یہ حصر کے لئے مفید تب ہو سکتا ہے جب یہ کہا جائیکہ شر اهر ذاناب اصل میں تھا اهر ذاناب شر اس اهر میں ضمیر فاعل مستتر ہے اور یہ شر اس سے بدل ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل سے بدل بھی فاعل حکمی ہوتا ہے لہذا لفظ شر فاعل حکمی ہونے کی وجہ سے فاعل کے مشابہ ہوا۔ تو اس میں تخصیص بطریق فاعل پیدا ہو جائے گی پھر تقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر کے قاعدہ کے تحت اس کو مقدم کرنے سے حصر والا معنی حاصل ہوا شر اهر ذاناب ہو گیا۔

وما يختص ۔ سے سوال مقدر کا جواب

سوال: یہ بات تو معلوم ہے کہ شر اهر ذاناب میں لفظ شر میں تخصیص تخصیص بطریق فاعل

پیدا ہوئی لیکن ابھی تک معلوم ہی نہیں ہوا کہ تخصیص فاعل کا طریقہ کیا ہے۔

جواب: حکم مقدم ہونے کی وجہ سے یعنی فاعل کے مذکور ہونے سے پہلے اس میں تخصیص پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ جب قام کہا جائے تو اس سے یہ بات معلوم ہوجائے گی اس کے بعد ایک ایسی چیز کو ذکر کیا جائے گا جس میں قیام کے ساتھ موصوف بننے کی اور قیام والے حکم کے لئے محکوم علیہ بننے کی صلاحیت ہوگی۔ جب اس کے بعد رجل کو ذکر کیا جائے گا تو وہ رجل مطلق رجل نہیں ہوگا بلکہ صفت قیام کے ساتھ متصف ہوگا ہے۔

بالکل ایسے ہی جب اھر ذاناب کہا جائے گا تو مخاطب کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس کے بعد ایسی چیز کو ذکر کیا جائے گا جس میں وصف اھرار کے متصف ہونے کی صلاحیت ہوگی۔ تو جب شر کے لفظ کو اس کے بعد ذکر کیا گیا تو یہ مطلق شر نہیں رہے گا بلکہ وہ شر ہوگا جو وصف اھرار کے ساتھ متصف ہو۔ پھر تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر کے وجہ سے اس کو مقدم کردیا تو شر اھر ذاناب ہوگیا۔

قال الشارح **واعلم**۔

سوال: نباح کلب دو قسم پر ہے (۱) معتاد (۲) غیر معتاد۔

نباح معتاد کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی وہ خیر ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے اجنبی دوست کی آمد پر کتے بھونکتے ہیں اور کبھی وہ شر ہوتا ہے جیسے دشمن کے آنے کی وجہ سے کتے کا بھونکنا۔

اور نباح غیر معتاد سے بدفالی لی جاتی ہے اور یہ ہمیشہ شر ہی شر ہوتا ہے۔ اب سوال کا حاصل یہ ہوگا اگر نباح معتاد ہو تو خیر کے اعتبار سے حصر صحیح ہوجائے گا۔ جس کا معنی یہ ہوگا شر لا خیر اھر ذاناب۔ لیکن اگر نباح غیر معتاد ہو تو پھر حصر صحیح نہ ہوگا۔ اس لیے کہ نباح غیر معتاد میں ہمیشہ شر ہی شر ہوتا ہے۔

جواب: اگر نباح غیر معتاد مراد ہو تو پھر تخصیص اور حصر شر کی صفت مقدرہ کی وجہ سے۔

اب تقدیر عبارت یہ ہوگی شر عظیم لا حقیر اھر ذاناب

قال الشارح **لتخصصه**۔ کہ فی الدار رجل میں رجل کے اندر خبر کے مقدم

ہونے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی ہے بایں طور کہ جب فی الدار کہا گیا تو اس سے یہ معلوم ہو گئی کہ بعد میں اسی چیز کا ذکر کیا جائے گا لہذا جب رجل کو ذکر کیا گیا تو یہ مطلق رجل نہیں رہا بلکہ استقرار فی الدار والی صفت کے ساتھ موصوف ہو چکا ہے۔ کہ استقرار فی الدار کے گویا کہ رجل میں صفت حکمیہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گی۔

لتخصصه: کہ سلام علیك کی ترکیب میں سلام نکرہ مخصصہ مبتداء ہے جس میں نسبت الی المتکلم۔ نسبت الی الفاعل کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی ہے۔

اذ اصله سلمت ۔سلام علیك اصل میں سلمت سلاما علیك ہے چونکہ مقام دعاء تھا۔ تو دوام اور استمرار کے معنی کے حصول کی وجہ سے فعل فاعل کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ مصادر میں کیا جاتا ہے اور نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا ہے تو سلام علیك ہو گیا۔ جب سلمت سلاما علیك اصل اور معدول عنہ فاعل کی طرف منسوب ہے ایسے ہی اس کی فرع اور معدول یعنی سلام علیك بھی فاعل متکلم کی طرف منسوب ہوگا لہذا فعل مقدر کے فاعل کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی گویا کہ سلام علیك تو سلامی علیك کے معنی میں ہے۔

سلام من قبلی ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: آپ نے کہا سلام علیك میں سلام سلامی کی طرح ہے اور سلامی میں تو سلام یاء متکلم کی طرف منسوب ہونے سے معرفہ ہے حالانکہ سلام نکرہ ہے معرفہ نہیں لھذا سلام کا سلامی کے ساتھ تشبیہ دینا کیسے درست ہوا۔

جواب: ہم نے سلام علیك میں سلام کو سلامی کے ساتھ معرفہ ہونے میں تشبیہ نہیں دی بلکہ فاعل متکلم کی طرف منسوب ہونے میں تشبیہ دی ہے کہ جس طرح سلامی میں سلام فاعل متکلم کی طرف منسوب ہے بالکل ایسے ہی سلام علیك میں سلام فاعل متکلم کی طرف منسوب ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سلامی میں فاعل متکلم کی طرف نسبت لفظوں میں ظاہر ہے لیکن سلام علیك میں سلام کی نسبت فاعل متکلم کی طرف لفظوں میں نہیں۔ لہذا فاعل متکلم کیطرف

منسوب ہونے کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

ھذا ھو المشھور ۔سے سوال مقدر کا جواب

سوال: کوکب انقض الساعة۔ شجرة سجدت۔ بقرة تکلمت ان امثلہ میں کوکب اور شجرۃ اور بقرۃ ہر ایک نکرہ مخصصہ مبتداء بن رہا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ نکرہ کے مبتداء بننے کا معیار تخصیصات پر اگرچہ مشہور ہے لیکن محققین کے ہاں نکرہ کے مبتداء اور مخبر عنہ بننے کا معیار و مدار تخصیص پر قطعاً نہیں۔

بلکہ نکرہ کے مبتداء بننے سے مخاطب کو فائدہ یعنی علم ما لم یعلم حاصل ہو تو اس کا مبتداء اور مخبر عنہ بنا صحیح ہے اگرچہ نکرہ مخصصہ ہی کیوں نہ ہو اور امثلہ مذکورہ میں نکرہ کو مبتداء اور مخبر عنہ بنانے سے یقیناً مخاطب کو ایک نئی بات کا علم حاصل ہوتا ہے جو کہ پہلے حاصل نہیں تھا۔ اور گر نکرہ کے مبتداء بننے سے مخاطب کو نئی بات کا فائدہ حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں نکرہ کو مبتداء بنانا صحیح نہیں جیسے رجل قام نکرہ کو مبتداء بنانے سے مخاطب کسی نئی بات کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

بلکہ علی سبیل الترقی ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر معرفہ کو مخبر عنہ اور مبتداء بنانے سے مخاطب کو علم ما لم یعلم کسی نئی بات کا فائدہ حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں معرفہ کو بھی مخبر عنہ اور مبتداء بنانا صحیح نہیں ہوتا جیسے زید شئی میں زید معرفہ ہے اس کو مبتداء بنانے سے مخاطب کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تو لہذا زید معرفہ کو بھی مبتداء بنانا غلط ہے۔

وھذا القول اقرب ۔سے مولانا جامیؒ نے اپنے نظریہ کو بیان کیا ہے کہ میرے ہاں بھی محققین کا مذہب مختار ہے۔

ولما کان الخبر المعرفة :ماقبل میں جس خبر کی تعریف کی گئی وہ عام نہیں بلکہ وہ مفرد کے ساتھ ہی مختص ہے۔ خبر کا جملہ ہونا اس سے معلوم نہیں ہوتا اسی کو صاحب کافیہؒ نے والخبر قد یکون جملة سے بیان کیا۔

قال الماتن وقد یکون الخبر جملة صاحب کافیہ خبر کے حکم کو بیان کرر ہے ہیں۔ کہ کبھی کبھی خبر جملہ ہوتی ہے اس لیے کہ جس طرح مفرد مسند ہو سکتا ہے اسی طرح جملہ بھی

مسند ہوسکتا ہے۔ لیکن خبر میں اصالت مفرد ہونا ہے کیونکہ جب مبتداء ہمیشہ مفرد ہوتا ہے تو خبر کے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ مفرد ہوتا کہ دونوں میں موافقت ہو جائے۔

اور جملہ میں تعیم ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ

قال الشارح ولم یذکر الظرفیة ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: خبر کبھی جملہ ظرفیہ بھی ہوتی ہے اس کی مثال صاحب کافیہؒ نے کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: ظرف کا متعلق چونکہ اکثر نحاۃ کے نزدیک فعل ہوتا ہے اس لئے خبر ظرف جملہ فعلیہ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے لھذا وہ جملہ فعلیہ کے تحت داخل ہوئی ہے جب یہ کوئی علیحدہ قسم نہیں تھا اس لئے صاحب کافیہؒ نے اس کی مثال نہیں پیش کی۔

اذا کان الخبر: مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ **فلا بد** میں فافصیحیہ ہے جو کہ ہمیشہ شرط محذوف کی جزاء پر داخل ہوتی ہے اور یہاں پر شرط محذوف یہ ہے **اذا کان الخبر جملة**۔

والجملة مستقلة ۔ اس عبارت کا تعلق اگلے متن سے ہے۔ متن کا حاصل یہ تھا کہ جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جملہ بالذات خود افادہ میں مستقل ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کسی قسم کے ربط اور تعلق کا تقاضا نہیں رکھتا۔ حالانکہ خبر کا مبتداء کے ساتھ ربط اور تعلق ضروری ہے تو اس تعلق اور ربط جوڑنے کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے۔

قوله وذالک العائد ۔ سے عائد اور رابط کے عموم کا بیان ہے کہ اس کی چار قسمیں ہیں

(۱)۔ ضمیر جیسے گذشتہ مثالوں میں (۲)۔ لام جیسے **نعم الرجل زید** (۳)۔ **وضع المظہر موضع المضمر** جیسے **الحاقه ما الحاقة** میں (۴)۔ خبر کا مبتداء کی تفسیر واقع ہونا جیسے **قل ھو اللہ احد** ۔ احقر نے کاشفہ شرح کافیہ اور سعایۃ النحو میں کچھ اور بھی تحریر کی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

قال الماتن وقد یحذف کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی

عائد کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے البر الکر بستین درھما۔

شتولہ اذا کان ضمیرا لقیام قرینة : عائد ضمیر کو تو قرینہ کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن عائد غیر ضمیر کو قطعاً حذف کرنا صحیح نہیں۔ البر الکر بستین درھماً۔ کہ البر مبتداء اوّل ہے الکر مبتداء ثانی بستین درھما یہ خبر ہے۔ مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر یہ خبر ہے البر کی اور اس جملہ خبر میں عائد منه محذوف ہے اسی طرح السمن منوان بدرھم میں منوان بدرھم جملہ خبر واقع ہو رہا ہے اور اس میں منه عائد اور رابط محذوف ہے۔

قال الماتن و ما وقع ظرفا فالا کثر علی انه مقدر بجملة ۔

صاحب کافیہؒ ایک مسئلہ اختلافیہ میں ماھو المختار کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مبتداء کی خبر ظرف ہو تو اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ ظرف کا متعلق کیا چیز ہو گی فعل ہو گا یا شبہ فعل ۔اس میں دو مذہب ہیں اکثر نحاۃ کا اور اقل کا۔

اکثر نحاۃ کا مذھب: یہ ہے کہ ظرف کا متعلق فعل ہو گا اور خبر جملہ ہو گی

اقل نحاۃ کا مذھب: یہ ہے کہ ظرف کا متعلق اسم فاعل ہو گا اور خبر مفرد ہو گی۔

صاحب کافیہؒ نے کہا کہ میرے ہاں اکثر نحاۃ کا مذہب مختار ہے۔

قال الشارح وقع ظرف زمان ۔ یہ ہے کہ ظرف کا لفظ بول کر ایسا معنی مراد ہے جو ظرف حقیقی زمان اور مکان اور جار مجرور سب کو شامل ہو جائے۔

سوال: فالا کثر مبتداء ہے انه مقدر بجملة اس کی خبر ہے خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا یہاں علی حرف جار محذوف ہے یہ جار مجرور ظرف مستقر ہو کر اپنے متعلق سے مل کر خبر ہے۔ اب حمل صحیح ہو جائے گا۔

قال الشارح ای مؤول ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: کہ صاحب کافیہؒ نے کہا کہ خبر ظرف مقدر ہوتی ہے حالانکہ ظرف تو مذکور ہے۔ البتہ جملہ مقدر ہوتا ہے۔

جواب: یہاں تقدیر بمعنی تاویل ہے مقدر بمعنی مؤول کے ہیں۔ اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ خبر ظرف مؤول بالجملہ ہوگی۔

کہ اس ظرف کے لئے فعل مقدر مانا جائے گا کہ تقدیر فعل کے سبب ظرف جملہ ہو جائے گا۔۔ نیز باسمیت کی ہے تو جملہ کا اطلاق ظرف پر فعل مقدر کے سبب ہوگا اور بات ظاہر ہے کہ شئی کی وصف شئی سے خارج ہوتا ہے لہذا فعل کے مقدر کے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

قال الشارح بخلاف ما اذا قدر ۔ مولانا جامیؒ نے اکثر کے مقابل قلیل کے مذہب کو بیان کیا ہے اقل نحاۃ کوفین کا مذہب یہ ہے کہ وہ فعل کو مقدر نہیں مانتے بلکہ اسم فاعل کو مقدر مانتے ہیں تو اس صورت میں یہ مفرد ہو جائے گا۔

وجه الاكثر ۔ سے اکثر نحاۃ یعنی بصرین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف معمول ہوتا ہے جسکا متعلق عامل ہوا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عمل میں اصل فعل ہے لہذا جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو اصل عامل یعنی فعل کو مقدر ماننا چاہیے۔

وجه الاقل اقل نحاۃ کوفین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شبہ فعل اسم فاعل کو مقدر ماننے کی صورت میں تو خبر مفرد رہتی ہے۔ فعل کے مقدر ماننے کی صورت میں خبر مفرد نہیں رہتی۔

ثمه ان الاصل ۔ کہ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ و اذا كان والی عبارت کا تعلق اصل المبتداء والی عبارت کے ساتھ ہے متصل کلام کے ساتھ نہیں۔

قال الماتن و اذا كان المبتداء مشتملا علىٰ ما له صدر الكلام

صاحب کافیہؒ مبتداء۔ کے وجوبی طور پر مقدم ہونے کے مقامات کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار مقامات پر مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے

پہلا مقام: جب مبتداء ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدرات کلام کا تقاضا کرتا ہو تو وہاں مبتداء کا خبر پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ معنی مقتضی للصدارت کی صدارت باقی رہ جائے جیسے من ابوك

دوسرا مقام: جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے

تا کہ اشتباہ اور التباس لازم نہ آئے جیسے زید المنطلق

تیسرا مقام: جب مبتداء اور خبر دونوں اصل تخصیص میں مساوی ہوں اگر چہ مقدار تخصیص میں مساوات نہ ہو تو تب بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ التباس لازم نہ آئے جیسے افضل منك افضل منی

چوتھا مقام: جب خبر مبتداء کا فعل ہو یعنی خبر ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے مضمون کا تعلق مبتداء کے ساتھ ہو تو اس صورت میں بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے۔

فانه یجب حینئذ ۔ سے وجوب تقدیم کی علت یہ ہے کہ اس مقام پر مبتداء کو مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تا کہ معنی مقتضی للصدارت کی صدارت باقی رہے۔ کہ من ابوك میں مَنْ مبتداء معنی استفہام پر مشتمل ہے جو صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے۔ من ابوك کا معنی اهذا ابوك ام ذاك جو کہ صراحۃً استفہام پایا جاتا ہے۔

قال الشارح وذهب بعض النحاة ۔ مولانا جامیؒ نے سیبویہ کے ماسوئی دوسرے نحاۃ کے مذہب کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مَن ابوك میں ابوك معرفہ ہونے کی بناء پر مبتداء مؤخر ہے اور مَن خبر مقدم ہے جس کی تقدیم مبتداء پر واجب ہے اس لئے کہ مَن کا معنی استفہام پر مشتمل ہے اور استفہام صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

متساویین فی التعریف ۔ اور حالانکہ معرفتین ہونے کی صورت میں مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے خواہ مقدار تعریف میں مساوی ہو یا نہ ہو۔ لہذا جب صرف متساویین پر اکتفاء کرنا صحیح نہ تھا تو صاحب کافیہؒ نے معرفتین کو بھی علیحدہ ذکر کر دیا۔

ولا قرینه : معرفہ ہونے کی صورت میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب قرینہ موجود نہ ہو اگر قرینہ موجود ہو تو پھر تقدیم واجب نہیں

فی اصل التخصیص : مبتداء خبر کے اندر اصل تخصیص میں مساوی ہونا شرط ہے

لیکن مقدار تخصیص میں مساوی ہونا شرط نہیں

حتی لو قیل ۔ سے توضیح بالمثال یہ ہے کہ غلام رجل صالح خیر منك کی ترکیب میں مبتداء کے اندر دو تخصیص (۱) تخصیص بالاضافۃ (۲) تخصیص بالصفۃ اور خبر میں ایک تخصیص۔ اس کے باوجود مبتداء کی خبر پر تقدیم واجب ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصل تخصیص میں مساوات کو ہونا مبتداء کے تقدیم وجوبی کے لئے کافی ہے مقدار تخصیص میں مساوات کا ہونا ضروری نہیں۔

رفعا للاشتباہ ۔ سے صورت ثانیہ اور صورت ثالثہ میں مبتداء کی تقدیم وجوبی کی علت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تا کہ اشتباہ اور التباس لازم نہ آئے۔

احتراز اعما لایکون فعل ۔ لہ کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ جب خبر مبتداء کا فعل نہ ہو تو مبتداء کی خبر پر تقدیم واجب نہیں جیسے زید قام ابوہ میں قام ابوہ زید بھی کہنا صحیح ہے۔ اس لئے کہ مبتداء کی خبر پر وجوب تقدیم کی علت التباس کا لازم آنا تھا اور اس صورت میں کوئی التباس لازم نہیں آتا۔ بخلاف اس صورت کہ اگر خبر مبتداء کا فعل ہو جیسے زید قام اس صورت میں مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ مبتداء کو مؤخر کرنے سے مبتداء کا فاعل سے التباس لازم آئے گا۔

قال الشارح **اما فی الصور الاول** ۔ یہاں سے مولانا جامیؒ ان چار صورتوں میں سے تین صورتوں وجوب تقدیم کی علت کو بیان کر رہے ہیں فلما ذکرنا سے بتادیا کہ ہم نے ہر ایک صورت کے ساتھ علت بھی بیان کردی۔ اما فی صورت الاخیرۃ فلئلا یلتبس المبتداء بالفاعل مولانا جامی صورت رابعہ کی علت بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ فعل جو خبر واقع ہوگا وہ دو حال سے خالی نہیں مفرد ہوگا یا تثنیہ جمع۔ اگر مفرد ہو تو جیسے زید قام اس صورت میں اگر مبتداء کو مقدم نہ کیا جائے مؤخر کیا جائے قام زید کہا جائے تو مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ اگر وہ فعل تثنیہ یا جمع ہو تو پھر مبتداء کو خبر سے

مؤخر کرنے کی صورت میں جمہور نحاۃ کے نزدیک مبتداء کا بدل عن الفاعل سے التباس لازم آئیگا مثلاً الزیدان قاما کے بجائے قاما الزیدان کہا جائے تو معلوم نہ ہوگا کہ الزیدان مبتداء مؤخر ہے یا قاما کی ضمیر سے بدل ہے۔

اور بعض نحاۃ کے مذہب کے مطابق تثنیہ میں الف فاعل نہیں بلکہ تثنیہ کی علامت ہے اسی طرح جمع میں واؤ فاعل نہیں بلکہ علامت جمع ہے جس طرح ضربت هند میں تاء ساکنہ فاعل نہیں بلکہ فاعل کے مونث ہونے کی علامت ہے تو ان نحاۃ کے مذہب کے مطابق اس صوورت میں مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

قال الماتن و اذ تضمن الخبر المفرد ما له صدر الكلام

صاحب کافیہ مبتداء کے تقدیم وجوبی کی صورتوں اور مقامات کو بیان کرنے کے بعد خبر کے تقدیم وجوبی کی صورتوں کو بیان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار صورتوں میں خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

صورت اولیٰ: جب خبر مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جن کے لئے صدارت کلام واجب ہو تو خبر کا مبتداء مقدم کرنا واجب تا کہ صدارت کلام فوت نہ ہو جائے جیسے این زید۔

صورت ثانیہ: جب خبر اپنی تقدیم کے اعتبار سے مبتداء کے لئے مصحح ہو یعنی مخصص ہو تو اس خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ نکرہ کا مبتداء کا ہونا لازم نہ آئے۔

صورت ثالثہ: جب خبر کے متعلق کے لئے مبتداء کے جانب میں ضمیر ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ مؤخر کرنے سے اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً لازم آتا ہے جو کہ نا جائز ہے جیسے علی التمرة مثلها زبدا۔

صورت رابعہ: جس وقت مبتداء اَنّ مفتوحہ ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو بھی مقدم کرنا واجب ہے تا کہ اَنّ مفتوحہ کو اِنّ مکسورہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جس طرح عندی انك قائم۔

صورۃ ۔سوال مقدر کا جواب۔

سوال: مثال این زید میں خبر ظرف ہے جس کا متعلق اکثر نحاۃ کے نزدیک فعل ہوتا ہے جس کی وجہ سے خبر جملہ ہوگی نہ کہ مفرد لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب: کہ خبر کے مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ صورۃً جملہ نہ ہو عام ازیں کہ حقیقتاً جملہ ہو یا نہ ہو اور این زید میں خبر این صورۃً جملہ نہیں۔

احترزبہ۔ اگر خبر مفرد نہ ہو بلکہ صورۃً جملہ ہو تو پھر خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہوگی جیسے زید این ابوہ اس لئے کہ اس صورت میں خبر صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے وہ اس کو اسی جملے میں یعنی این ابوہ میں حاصل ہے۔

بتقدیمہ۔ ذات خبر مبتداء کے لئے مصحح نہیں بلکہ تقدیم خبر مصحح ہے مبتداء کے لئے۔

من حیث انہ مبتداء خبر کا مبتداء کے لیے مصحح ہونے کا مطلب۔

خبر ذات مبتداء کے لئے مصحح نہیں بلکہ مبتداء کے مبتداء بننے کے لئے مصحح ہوتی ہے۔

فلو اخر: علت وجوب تقدیم یہ ہے کہ خبر کی تقدیم مبتداء ہونے کے لئے مصحح ہے۔ کیونکہ نکرہ بغیر تخصیص کے مبتداء نہیں ہوسکتا اب اگر خبر کو مؤخر کیا جائے رجل فی الدار کہا جائے تو نکرہ محضہ کا مبتداء ہونا لازم آئے گا۔ اس لئے خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

ای کان لمتعلق الخبر ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: علی اللہ عبدہ متوکل بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ مبتداء کے جانب میں خبر کے متعلق کے لئے ضمیر ہے لیکن اس کے باوجود خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں لہذا آپ کا ضابطہ غلط ہوا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ متعلقہ میں اضافت عہدی ہے جس سے خاص متعلق مراد ہے یعنی خبر کا ایسا تابع مراد ہے کہ باجود اس کے تابع ہونے کے اس کی تقدیم ممتنع ہو اور مادہ نقض میں ایسا متعلق نہیں پایا جاتا کیونکہ خبر متوکل ہے اور متعلق علی اللہ ہے تو اس کو تابع رکھ کر متوکل پر مقدم کرنا درست ہے بخلاف علی التمرۃ مثلہا زبداً کے۔ کہ اس کی خبر علی التمرۃ ہے اور اس کا متعلق تمرۃ ہے اس تمرۃ کو علی التمرۃ کا تابع کرتے

ہوئے کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے۔

اذ لو اخر ۔ سے صورت ثالثہ میں وجوب تقدیم کی علت یہ ہے کہ اگر خبر کو مؤخر کر دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظاً بھی لازم آئے گا اور معنی بھی جو کہ ناجائز ہے اس لئے اس صورت ثالثہ میں بھی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مثلها ای مثل التمرة ۔ انطباق المثال علی الممثل له کا بیان ہے۔ کہ علی التمرة مثلها زبدا کھجور پر اتنا مکھن ہے۔ علی التمرة کا مجموعہ خبر ہے اور تمرة اس خبر کا متعلق ہے۔ اگر خبر کو مقدم نہ کریں تو اضمار قبل الذکر لفظاً و معنیً لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے لہذا خبر کی تقدیم واجب ہے۔

الوانعت مع اسماء ها ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: کہ اَنّ مفتوحہ تو حرف ہے وہ مبتداء بننے کی صلاحیت کیسے رکھ سکتا ہے۔

جواب: اَنّ کے مبتداء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اَنّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء ہوگا۔

المؤل بالمفرد : اَنّ کا اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتداء ہوگا۔

انفیه تاخیر ۔ سے صورت رابعہ میں علت وجوب تقدیم یہ ہے کہ یہاں پر اگر خبر کو مقدم نہ کیا جائے تو اَنّ مفتوحہ کو اِنّ مکسورة کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ کیونکہ خبر کے مقدم ہونے سے اَنّ درمیان کلام میں رہے گا۔ اور درمیان کلام میں اَنّ مفتوحہ ہی ہو سکتا ہے مکسورہ نہیں تو اس صورت میں التباس لازم نہیں رہے گا۔

قال الماتن و قد يتعدد الخبر مثل زيد عالم

صاحب کافیہ خبر کے ایک اور حکم کا بیان کہ ایک مبتداء کے لئے متعدد خبر ہو سکتی ہے جس طرح مثال مذکورہ میں اور تعدد سے مراد عام ہے خواہ باعتبار الفاظ کے ہو یا باعتبار الفاظ اور معنی کے ہو۔

قال الشارح من غير تعدد : صاحب کافیہؒ کے عبارت یہ ہے کہ خبر کا متعدد ہونا بغیر مخبر عنہ کے متعدد ہونے کے قلیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ مخبر عنہ کے تعدد کے ساتھ

خبر کا متعدد ہونا امر واضح ہے جس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔

وذالک التعدد: سوال کی تمہید کو بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر کا تعدد دو حال سے خالی نہیں۔ لفظاً و معنیً دونوں طرح تعدد ہوگا یا فقط لفظاً تعدد ہوگا۔

اگر لفظاً و معنیً تعدد ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مع العطف ہوگا یا بدون العطف ہوگا۔

اور اگر تعدد فقط لفظاً ہو تو جمہور کے نزدیک تعدد بدون العطف ہی ہوگا اور بعض نحاۃ کے نزدیک مع العطف بھی جائز ہے۔ تو جمہور نحاۃ کے مذہب کے مطابق تعدد خبر کی کل تین قسمیں ہوئی۔

پہلی صورت: (۱) خبر متعدد ہو لفظاً و معنیً مع العطف ہو جیسے زید عالم و عاقل۔

دوسری صورت: خبر متعدد ہو لفظاً و معنیً بدون العطف جیسے مثال مذکور زید عالم عاقل

تیسری صورت: خبر متعدد ہو فقط لفظاً ہو جیسے ھذا حلو حامض۔

سوال: اب ہم یہ کہتے ہیں جب تعدد خبر کی تین قسمیں تھیں تو صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ تین مثالیں پیش کرتے۔ حالانکہ صاحب کافیہؒ نے صرف قسم دوم کی مثال پر اکتفاء کیا فماذا توجیھہ

جواب: مولانا جامیؒ نے ولا یبعد سے وایضا تک پہلے جواب کو پیش کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم اگر متعدد لفظا و معنی بالعطف کو خبر کا تعدد تسلیم کرلیں ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اس قسم کے تعدد میں کوئی خفاء نہیں تھا۔ کیونکہ اس قسم کا تعدد خبر میں بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح فاعل وغیرہ میں بھی ہوتا ہے تو اس قسم کے تعدد خبر کو مثال دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

وایضا ۔ سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ متعدد لفظا و معنی بالعطف خبر ہے بلکہ یہ تعدد خبر کے توابع میں سے ہے تو صاحب کافیہؒ نے اُس تعدد لفظا و معنی کو بیان کیا ہے جو خبر ہو۔

قال الشارح ولو جعل التعدد ۔ سے آخر تک پہلے جواب پر تفریع کا بیان ہے کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ متعدد لفظا و معنی بالعطف بھی خبر ہوتی ہے تو پھر یہ جواب دیا جائے گا کہ صاحب کافیہؒ نے عدم خفاء کی وجہ سے مثال نہیں دی اور باقی قسم سوم کی مثال اس لئے نہیں

دی کہ یہاں حقیقت میں خبر کے اندر تعدد ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت میں خبر ایک ہی ہے جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فانها فی الحقیقة خبر واحد سے بیان کیا ہے۔

قال الماتن وقد يتضمن المبتداء معنى الشرط فيصح دخول الفاء فى الخبر

یہاں تک صاحب کافیہؒ نے ان احکامات کو بیان کیا تھا جو مبتداء وخبر میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص تھے۔ اب یہاں سے ایسے حکم کو بیان کرنا ہے جو دونوں سے متعلق ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کبھی مبتداء معنی شرط کو متضمن ہو یعنی اوّل ثانی کے لئے سبب ہو تو اس کی خبر پر فاء کا لانا درست ہے۔ اس لئے کہ مبتداء سبب ہونے کے لحاظ سے شرط کے مشابہ ہو جاتا ہے اور خبر مسبب ہونے کے لحاظ سے جزاء کے مشابہ ہو جاتی ہے تو جس طرح جزاء پر فاء کا لانا درست ہوتا ہے اس طرح خبر یہ بھی فاء کا داخل کرنا درست ہے۔ البتہ شرط کی طرح مبتداء سبب اصل نہیں اس لئے فاء کا داخل کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ فاء کا داخل کرنا اور نہ داخل کرنا دونوں جائز ہے۔

قال الشارح وهو سببية الاول ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض شرط کے معنی کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّل ثانی کے لئے سبب ہو یعنی دو چیزوں کے درمیان ایسا تعلق ہو کہ اوّل ثانی کے لئے سبب ہو جیسا کہ ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں ہے۔

او للحكم : دفع دخل مقدر۔

سوال : آیت کریمہ ما بكم من نعمته فمن الله اوّل ثانی کے لئے سبب نہیں یعنی نعمتوں کو بندوں کے پاس ہونا یہ نعمتوں کے نزول من اللہ کے لئے سبب نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے اللہ تعالی کی طرف سے نعمتوں کا نازل ہونا بندوں کے پاس ہونے کا سبب ہے۔ لیکن اس معنی شرط کے نہ ہونے کے باوجود خبر پر فاء کیسے داخل ہوگئی۔

جواب : دیا کہ معنی شرط میں تعمیم ہے کہ اوّل کا ثانی کے لیے سبب ہونا عام ہے کہ اول ثانی وجود کا سبب ہو یا حکم بالثانی کا سبب ہو۔ اور آیت کریمہ میں اول حکم بالثانی کے لئے یقیناً سبب ہے

یعنی نعمتوں کا بندوں کے پاس حصول اس بات کا سبب ہے کہ یہ حکم لگایا جائے کہ نعمتوں کا صدور اللہ کی طرف سے ہے۔

فسببیت المبتداء ۔سے دخول فاء کی علت حقیقیہ کا بیان ہے جو بیان ہوگئی ہے

فیصح عدم دخول ۔مولانا جامیؒ نے صحت کا معنی بیان ہے کہ صحت سے مراد امکان خاص ہے یعنی نہ دخول ضروری ہے اور نہ عدم دخول ضروری ہے۔

نظرا الی مجرد ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: مبتداء جو شرط کے معنی کو متضمن ہو۔وہ دو حال سے خالی نہیں شرط پر دلالت مقصود ہو گی یا مقصود نہیں ہوگی۔اگر ہو تو پھر خبر پر فاء کا دخول واجب ہوگا۔تو صاحب کافیہ نے بجائے یصح کے یجب کہنا چاہیئے تھا اور اگر شرط کے معنی پر دلالت کا قصد نہ ہو تو پھر خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہوگا۔لہذا لفظ یصح کسی طرح درست نہیں۔

جواب: اس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء جو شرط کے معنی کو متضمن ہے اس میں تین مرتبے ہیں۔

(۱) معنی شرطیت پر دلالت اور عدم دلالت کے مقصود ہونے کا لحاظ نہ کیا جائے یعنی لا بشرط شئی کے مرتبے میں لحاظ کیا جائے۔

(۲) معنی شرطیت پر دلالت کے مقصود ہونے کے لحاظ کیا جائے یعنی بشرط شئی کے مرتبہ میں

(۳) معنی شرطیت پر عدم دلالت کا لحاظ کیا جائے یعنی بشرط لا شئی کے مرتبہ میں ہو۔پہلے مرتبے کے لحاظ سے فاء کا دخول اور عدم دخول دونوں صحیح ہیں اور متن پہلے مرتبے کے لحاظ سے حکم بیان کیا گیا۔البتہ دوسرے مرتبے کے اعتبار سے خبر پر فاء کا دخول واجب ہے اور تیسرے مرتبے کے لحاظ سے خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہے۔

قال الماتن وذالک الاسم الموصول :صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہو۔اسی طرح مبتداء نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو یا ظرفیہ ہو تو متضمن معنی شرط کو ہوتے ہیں۔

قال الشارح جعلت صلته ۔کہ جار مجرور کا متعلق جعلت ہے جس کو الموصول کا لفظ متضمن ہے۔

جملة فعلية او ظرفية : کہ فعل سے مراد جملہ فعلیہ اور ظرف سے مراد جملہ ظرفیہ ہے۔یعنی صاحب کافیہ جزء کو ذکر کر کے کل مراد لیا ہے۔

مؤولة بجملة فعلية ۔سوال مقدر کا جواب

سوال : بصریین کے مذہب پر تو ظرف کا جملہ ہونا صحیح کیونکہ ان کے نزدیک ظرف کا متعلق فعل مقدر ہوتا ہے لیکن کوفین کے نزدیک بھی ظرف کا جملہ ہونا صحیح ہے۔کہ اس مقام میں سب کے نزدیک اس کا متعلق فعل ہی مقدر نکالا جائے گا اور فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ بن جائے گا۔

اما اشترط ان تكون : صلہ کے لئے جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہونے کی جو شرط لگائی تھی اس کی علت یہ ہے کہ یہ شرط اس لئے لگائی ہے تا کہ مبتداء کی مشابہت شرط کے ساتھ کمال درجے کی ہو جائے کیونکہ شرط بھی ہمیشہ فعل ہی ہوا کرتی ہے۔

وفی حکم الاسم ۔سے سوال مقدر کا جواب

سوال : آیت کریمہ قل ان الموت الذی تفرون میں خبر پر فاء داخل ہو رہی ہے حالانکہ مبتداء ان مذکورہ صورتوں میں سے نہیں۔

جواب : دیا کہ جب مبتداء ایسا اسم ہو جس کی صفت اسم موصول بفعل ہو یا اسم موصول بظرف ہو تو وہ بھی اسم موصول بفعل اور اسم موصول بظرف کے حکم میں ہوتا ہے اور آیت کریمہ میں الموت اگر چہ مبتداء اسم موصول نہیں لیکن ایسا اسم ہے جس کی صفت اسم موصول بفعل لہذا خبر پر فاء داخل ہونا صحیح ہوا۔

وفی حکمها الاسم ۔سوال مقدر کا جواب

سوال : کل غلام رجل یا تینی فله درهم اور ایسے کل غلام رجل فی الدار فله درهم میں خبر پر فاء داخل ہو رہی ہے حالانکہ مبتداء ان مذکورہ صورتوں میں سے نہیں لہذا حصر صحیح

نہ ہوا۔ جواب جب مبتداء ایسا اسم ہو جو نکرہ موصوفہ بفعل یا نکرہ موصوفہ بظرف کی طرف مضاف ہو تو اس اسم کے لئے بھی نکرہ بفعل اور نکرہ بظرف کا حکم ہوتا ہے لہذا حصر باطل نہ ہوا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مبتداء معنی شرط کو متضمن ہو کر شرط کیساتھ مشابہت رکھتا ہو۔ جس کی وجہ سے خبر فاء داخل کی جاتی ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔

صورت اولی: جب مبتداء ایسا اسم موصول ہو کہ جس کا صلہ جمہ فعلیہ ہو تو ایسی مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے مثال الذی یاتینی فله درهم **اور دوسری مثال ما اصابکم** من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

صورت ثانیہ: جب **مبتداء ایسا اسم موصول ہو** جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے **مثال الذی یاتینی** فی الدار فله درهم اور دوسری مثال ما بکم من نعمة فمن الله۔

صورت ثالثہ: جب مبتداء ایسا اسم موصوف ہو جس کی صفت موصول بفعل ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے جیسے قل ان الموت الذی منه فانه ملاقیکم اور دوسری مثال و القواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا۔

صورت رابعہ: جب مبتداء ایسا اسم موصوف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کے خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہو گا مثال لبیب تحت رعایتك فلا یخیب۔

صورت خامسہ: جب مبتداء ایسا اسم نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ایسے مبتداء کے خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہو گا مثال کل رجل یاتینی فله درهم۔ دوسری مثال کل رجل یتقی الله فسعید۔

صورت سادسہ: جب مبتداء ایسا نکرہ موصوف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہے جیسے کل رجل فی الدار فله درهم دوسری مثال کل رجل فی المسجد فله بر۔

صورت سابعہ: جب مبتداء ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہو جس کی

صفت جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل غلام رجل یاتینی فلہ درھم

صورت ثامنہ: جب مبتداء ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو اس کی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل غلام رجل فی الدار فلہ درھم

قال الماتن **لیت و لعل مانعان بالاتفاق**

صاحب کافیہ دخول فاء کے مقامات بیان کرنے کے بعد یہاں سے دخول فاء کے موانع بیان کر رہے ہیں۔ جن میں سے بعض متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مبتداء جس کی خبر فاء کا داخل کرنا صحیح ہو اگر ایسے مبتداء پر لیت اور لعل داخل ہو جائیں تو خبر پر فاء کا داخل کرنا جائز اور ممتنع ہو جاتا ہے۔

وجہ مانعیت یہ ہے کہ مبتداء خبر جملہ خبریہ ہوتا ہے اور شرط و جزاء بھی جملہ خبریہ اسوقت ان کی مشابہت ہوگی۔ لیکن جب لیت اور لعل داخل ہو جائیں گے تو یہ جملہ انشائیہ بن جاتا ہے جس سے مشابہت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب مشابہت ہی نہیں رہے گی تو فاء کا دخول کیسے درست ہوگا۔ اس لئے لیت اور لعل دخول فاء کے لئے مانع ہیں۔

قال الشارح **من الحروف المشبہ بالفعل** ۔سوال آتی کا اجمالی جواب بیان کر دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لیت اور لعل کا مانع اتفاقی ہونا جمیع ماعدا کے اعتبار سے نہیں تا کہ یہ لازم آئے لیت اور لعل کے علاوہ بھی بعض مانع اتفاقی ہیں بلکہ لیت اور لعل کے مانع اتفاقی ہونا حروف مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت و لعل مانع عن دخول الفاء علی الخبر ہیں اتفاقاً۔

اذا دخل علی المبتداء ۔مولانا جامیؒ نے قید کو بیان کر دیا کہ لیت اور لعل کا خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونا تب ہوتا ہے جب کہ لیت اور لعل ایسے مبتداء پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہو۔

قوله لان صحت دخوله ۔وجہ مانعیت اور علت یہ ہے کہ ایسے مبتداء کے خبر پر فاء کا دخول کے صحیح ہونے کے لئے علت حقیقیہ مبتداء کے شرط کے ساتھ اور خبر کے جزاء کے ساتھ مشابہ تھی اور لیت اور لعل کے وجہ سے یہ مشابہت زائل ہو جاتی ہے۔اس لئے کہ لیت اور لعل کلام کو خبریت سے نکال کر انشائیت میں داخل کرتے ہیں حالانکہ شرط اور جزاء تو اخبار کے قبیل سے ہیں۔

فلا یقال لیت ۔تفریع کا بیان ہے۔جب لیت اور لعل مانع ہیں تو لیت الذی یاتینی فله درهم کہنا غلط ہے

وان قیل ۔سے مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: ماتن کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر پر فاء کے دخول سے مانع اتفاقی ہونا فقط لیت اور لعل میں ہے حالانکہ جس طرح لیت اور لعل اتفاقا مانع ہیں اسی طرح باب کان اور باب علمت بھی بالاتفاق مانع ہیں خبر پر فاء کے دخول سے۔لہذا ماتن کا لیت اور لعل کے ساتھ مانع اتفاقی کو خاص کرنا درست نہیں۔

جواب: لیت اور لعل کی تخصیص جمیع ماعدا کے اعتبار سے نہیں بلکہ حروف مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے۔کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت اور لعل بالاتفاق مانع ہیں باقی حروف مشبہ بالفعل میں اختلاف ہے۔اسی وجہ سے ان کے ساتھ مانع اتفاقی کی تخصیص کی ہے۔

قال الماتن والحق بعضهم انّ بهما

بعض نحویوں نے انّ مکسورہ کو لیت و لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے کہ انّ مکسورہ بھی مانع ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ انّ تحقیق کے لئے آتا ہے جب کہ شرط اور جزاء امور مشکوکہ میں سے ہیں۔اور چونکہ تحقیق اور شک میں مخالفت ہے اس لئے انّ مکسورہ بھی مانع عن دخول الفاء ہوا۔

قال الشارح قیل هو سیبویه ۔کہ انّ مکسورہ کے الحاق کے قائل سیبویہ ہے۔

والاصح ۔سے مولانا جامیؒ محاکمہ کا بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ انّ مکسورہ کا خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونا عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

عقل کے خلاف اس لئے کہ کہ خبر پر فاء کا دخول مشابہت کی وجہ سے تھا اور اِنَّ مکسورہ کے دخول کے باوجود مشابہت حقیقی باقی رہتی ہے لہذا اِنَّ مکسورہ کے داخل ہونے کے بعد بھی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوگا۔ اور نقل کے خلاف اس لئے کہ آیت کریمہ ان الذین کفروا و ماتو وهم کفار فلن يقبل توبتهم۔ اِنّ مکسورہ کی خبر پر فاء داخل ہے جس سے پتہ چلا کہ اِنَّ مکسورہ مانع عن دخول الفاء علی الخبر نہیں۔

فان قيل قد الحق ۔مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے قیل سے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: جس طرح اِنَّ مکسورہ میں اختلاف تھا بعض الحاق کے قائل تھے اسی طرح اَنَّ مفتوحہ اور لکنّ کے اندر بھی اختلاف تھا کہ بعض نحاۃ ان کو بھی لیت ولعل کے ساتھ لاحق کرتے ہیں تو اس الحاق کے اختلاف کو کیوں بیان نہیں کیا

جواب: اَنَّ مفتوحہ اور لکن کے اندر عام نحاۃ کا قول ہے جس کے قول کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے صاحب کافیہؒ ان قول کو نقل نہیں کیا۔اور انَّ مکسورہ میں امام نحو کا قول تھا اس لیے اسکو نقل کیا

مع ان كلا القولين ۔مولانا جامیؒ محاکمہ بیان کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک اور کلام فصحاء نہ تو سیبویہ کے قول کے موافق ہے اور نہ ہی غیر سیبویہ کے قول کے موافق ہے۔اسلیے کہ جس طرح اَنَّ مکسورہ کی خبر پر فاء کا داخل ہونا آیت مذکورہ سے ثابت ہے اسی طرح اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر بھی فاء کا داخل ہونا آیت کریمہ ثابت ہے۔

و اعلموا انما غنمتم من شئی فانّ لله خمسه میں اور لکنّ کی خبر پر بھی فاء داخل ہے جیسے

فو لله ما فارقتكم قاليا لكم و لكنما يقضى فسوف يكون۔

قال الماتن و قد يحذف المبتداء لقيام قرينه جوازا یہاں تک مبتداء اور خبر کے ایسے احکام کا بیان تھا جو ان کے مذکور ہونے کے متعلق تھے اب یہاں سے صاحب کافیہؒ حذف کے متعلق احکام بیان کرنا چاہتے ہیں۔اور چونکہ مبتداء اصل تھا پہلے اس کے احکام بیان کرتے ہیں۔کہ جہاں قرینہ موجود ہو تو وہاں مبتداء کا حذف کرنا جائز ہے خواہ قرینہ لفظیہ ہو

جیسے فاء کے جواب میں من عمل صالحاً فلنفسه بقرینہ شرط اور بعدِ قول ای قالو اساطیر الاولین بقرینہ مقولہ ھومبتداء محذوف ہے۔ یا بقرینہ عقلیہ جیسے الھلال و اللہ جس کے لئے ھذا مبتداء محذوف ہے جس کیلئے قرینہ حال مستعمل ہے کہ وہ ایک چیز کو اشارہ سے متعین کرنا چاہتے ہے۔

لفظیة او عقلیة ۔ قرینہ میں تعمیم ہے خواہ قرینہ لفظیہ ہو یا قرینہ عقلیہ حالیہ ہو مبتداء کا کو حذف کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ جب قرینہ حالیہ جو قرینہ ضعیفہ ہے اس سے مبتداء کا حذف جائز ہے تو قرینہ لفظیہ جو قرینہ قویہ ہے اس سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔

قال الشارح وقد یجب حذفه اور مولانا جامیؒ نے مبتداء کی حذف وجوبی کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔

پہلا مقام: جب نعت کو منعوت سے منقطع کر کے مرفوع پڑھا جائے تو وہاں مبتداء کو وجوبی طور پر حذف کیا جائے گا جیسے الحمد الله اهل الحمد اس میں اهل الحمد خبر ہے جس کے لئے ھو ضمیر مبتداء وجوبی طور پر محذوف ہے۔ باقی رہی یہ بات اس مقام میں حذف وجوبی کی علت کیا ہے تو مولانا جامیؒ نے علة یہ بیان کی ہے۔ کہ جب نعت کو منعوت سے منقطع کر کے مرفوع پڑھا جائے تو اس سے مقصود مدح یا ذم یا ترحم میں مبالغہ ہوتا ہے اور یہ مقصود تب حاصل ہوسکتا ہے جب مبتداء کو حذف کیا جائے کیونکہ حذف وجوبی سے اعراب مأ لوف میں تغیر اور تبدل سامع کی توجہ زیادتی پر تنبیہ ہوگی یہ تنبیہ شدۃ اھتمام پر دال ہوگی۔ اور شدۃ اھتمام مدح یا ذم یا ترحم میں مبالغہ پر دال ہوگی اگر مبتداء کو لفظوں میں ذکر کیا جائے تو مقصود حاصل نہ ہوگا لہذا جب متکلم کا مقصود مبتداء کے حذف کرنے پر موقوف تھا تو مبتداء کو اس صورۃ مذکورہ میں حذف کرنا واجب ہوگا۔

دوسرا مقام: ان نحاۃ کے مذہب پر جو اس بات کے قائل ہیں کہ نعم اور بئس مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم مبتداء محذوف کی خبر ہوا کرتے ہیں تو ان کے نزدیک حذف وجوبی ہوگا۔

خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ صاحب کافیہؒ کو چاہئے تھا جسطرح حذف جوازی کو بیان کیا اس طرح حذف وجوبی کو بھی بیان کرتے۔ لیکن مولانا جامیؒ نے لفظ **قد** سے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ چونکہ مواقع حذف وجوبی کے مقام قلیل تھے اور قاعدہ ہے کہ **القلیل کالمعدوم** اس لئے صاحب کافیہؒ نے حذف وجوبی کو بیان نہیں کیا۔

او المبتداء المحذوف ۔ترکیب کا بیان کہ قول المستهل خبر ہے جس کے لئے مبتداء ہو جوازاً محذوف ہے جو کہ **قد یحذف المبتداء** سے سمجھا جاتا ہے۔

قوله المبصر للهلال ۔لفظ مستہل کے مرادی معنی کا بیان ہے لغوی معنی کا نہیں کیونکہ لغوی معنی تو بچہ کا ولادت کے وقت آواز کرنا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں مستہل کا معنی ہے چاند کو دیکھنے والا۔ اس لئے کہ مستہل کا لفظ الھلال سے مشتق ہے جس میں ابصار کے معنی کی تضمین کا لحاظ کیا گیا ہے۔

اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حقیقی معنی تو بچہ کا ولادت کے وقت کا آواز بلند کرنا ہے۔ یہاں حقیقی معنی سے بعض معنی یعنی صرف آواز بلند کرنا مراد ہے اور جب لفظ کے حقیقی معنی سے بعض معنی مراد ہو تو اس کو اصطلاح میں حقیقت قاصرہ کہا جاتا ہے **الرافع صوته عند االابصار** سے اسی کی طرف اشارہ کیا۔

و لیس من باب حذف الخبر ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ یہاں مبتداء محذوف ہے بلکہ یہاں خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ **الهلال هذا**

جواب: حذف خبر کے باب سے بنانا غلط ہے۔ اسلیے کہ اس میں متکلم کا مقصود فوت ہو جاتا ہے کیونکہ متکلم کا مقصود یہ ہے کہ ایک چیز کو اشارہ کے ذریعے متعین کر کے اس پر ہلالیت کا حکم لگانا ہے تاکہ چاند دیکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور چاند دیکھ لیں۔ کیونکہ اہل عرب جب محذوف کی تصریح کرتے ہیں تو مبتداء کی تصریح کرتے ہیں نہ کہ خبر کی

و انما اتی با لقسم ۔کہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جب وہ جب چاند دیکھتے تو قسم کو بھی

ساتھ ذکر تے ہیں تو صاحب کافیہؒ نے بھی ساتھ ذکر کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ

کہ مثال ممثل لہ میں نص ہو جائے اور غیر کا احتمال نہ رہے اور اگر قسم کو ذکر نہ کیا جاتا تو الھلال پر حالت وقف میں مرفوع ہونا متعین نہ ہوتا بلکہ اس بات کا بھی احتمال تھا کہ شاید الھلال منصوب ہو رائیت فعل محذوف کے مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔ اور جب الھلال کے بعد اس کے ساتھ قسم کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جس سے الھلال کا مرفوع ہونا متعین ہو جائے گا۔ اور جب اس کا مرفوع ہونا متعین ہو گیا تو اس کے مبتداء کا محذوف ہونا بھی متعین ہو گیا تو اس صورت میں مثال ممثل لہ میں نص ہو جائے گی۔

قال الماتن **و الخبر جوازا مثل خرجت فا اذا السبع**

اب صاحب کافیہؒ خبر کے حذف کے لئے حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں قرینہ موجود ہو تو وہاں خبر بھی جوازاً محذوف ہوتی ہے جیسے السبع مبتداء ہے جس کی خبر واقف محذوف ہے جس پر قرینہ

اذا مفاجاتیہ ہے کیونکہ یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے۔

قال الشارح **فان تقدیرہ** ۔ انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ خرجت فاذالسبع کے قول میں خبر محذوف نہیں ہے بلکہ خبر مذکورہ ہے جو اذا ہے جیسا کہ بعض نے کہا کہ اذ ظرف مکان خبر مقدم ہے اور السبع مبتداء مؤخر ہے۔ یا اذا ظرف زمان خبر مقدم ہے لیکن اس صورت میں مبتداء کی جانب مضاف محذوف ہوگا خواہ حصول ہو یا حضور۔ اگر پہلی صورت مراد ہو یعنی اذا ظرف مکان ہو تو تقدیر عبارت یوں ہوگی ففی مکان خروجی وقوف السبع اگر اذا ظرف زمانہ ہو تو مضاف محذوف ہوگا تو تقدیر عبارت یوں ہوگی ففی زمان خروجی حصول السبع یا حضور السبع۔ پھر تقدیر خبر مذکور ہے محذوف نہیں۔ لہذا مثال ممثل لہ کی مطابق نہ ہوئی۔

جواب: خرجت فاذالسبع واقف کا ذکر اس طور پر ہے کہ اذا ظرف ہے خبر محذوف کے

لئے تو لہذا امثال ممثل کے مطابق ہو جائے گی اور یہ تقدیر عبارت بلکل صحیح ہے اس لئے کہ عرب جب محذوف کی تصریح کرتے ہیں فاذا السبع واقف کہتے ہیں۔

قال الماتن **وجوبا فیما التزم فی موضعه غیره**

کبھی خبر کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے اور حذف وجوبی اس وقت ہوگا جب کسی چیز کو خبر کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔ اس حذف وجوبی کی علۃ یہ ہے کہ اگر خبر کو بھی ذکر کر دیا جائے تو لازم آئے گا اصل اور قائم مقام کا اجتماع جو کہ باطل ہے۔ حذف وجوبی کے چار مقامات صاحب کافیہؒ نے یہاں بیان کیے ہیں۔

قال الشارح **و ذالک فی اربعة ابواب** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یہ بتانا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے چار مثالوں سے چار قاعدوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس لئے کہ صاحب کافیہؒ کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مثالوں سے قواعد کلیہ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

﴿پہلا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح **اولها المبتداء** ۔ صاحب کافیہؒ نے پہلی مثال لو لا زید لکان کذا سے جس قاعدہ کلیہ کی طرف سے اشارہ کیا اس کو مولانا جامی صراحۃً بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ مبتداء جو لو لا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے جیسے لو لا زید لکان کذا ۔ زید مبتداء کی خبر موجود خبر وجوبی طور پر محذوف ہے تقدیر عبارت لو لا زید موجود لکان کذا ۔ خبر کا حذف وجوبی اس لئے ہے کہ حذف وجوبی کے لئے دو شرطیں ہوتی ہیں (۱) خبر کے محذوف ہونے پر قرینہ ہو (۲) خبر کے قائم مقام موجود ہو اور یہاں پر دونوں شرطیں موجود ہیں۔ خبر محذوف موجود پر قرینہ لفظ لو لا ہے جس کو مولانا جامیؒ لان لو لا للامتناع کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لو لا شئی ثانی کے امتناع کے لیے موضوع ہے بسبب شئی کے اوّل کے موجود ہونے کے یعنی لو لا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شئی ثانی نہیں پائی گئی اس لئے کہ شئی اوّل پائی گئی ہے۔ لہذا لو لا کی دلالت وجود پر ہوتی ہے۔ یہ لفظ لو لا قرینہ ہوا اس بات پر کہ یہاں خبر موجود محذوف ہے اور

پھر جواب لــو لا کو خبر کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جب حذف کی دونوں شرطیں پائی گئیں تو خبر کا حذف کرنا واجب ہوگا ورنہ تو عوض اور معوض کا جمع ہونا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

قوله هذا اذا كان ۔ سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ لولا کے بعد خبر کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ لولا کے بعد خبر کو ذکر کرنا بھی جائز ہوتا ہے جیسے امام شافعی کے شعر میں خبر مذکور ہے

لو لا لشعر للعلماء يذرى لكنت اليوم اشعر من لبيد

اس میں مبتداء کی خبر مذکور ہے۔ اگر حذف وجوبی ہوتا تو افصح الفصحاء ابلغ البلغاء کبھی بھی ذکر نہ فرماتے حالانکہ انہوں نے خبر کو ذکر کیا ہے۔

جواب : صاحب کافیہؒ کی غرض یہ ہے کہ لولا کے بعد خبر اس وقت حذف کرنا واجب ہوتا ہے جب وہ افعال عامہ سے ہوں۔

قوله على مذهب البصريين ۔ بصریین کے مذہب کے مطابق اس ضابطہ کو بیان کیا ہے۔

امام کسائی لولا کو لو شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب مانتے ہیں اور قاعدہ ہے جب کلمہ شرط فعل پر داخل ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے بعد فعل کو محذوف مانتے ہیں اور فراء کے نزدیک لولا اسماء افعال میں سے ہے جو بمعنی وجد کے ہے اور یعنی عامل رافع ہے بعد والے اسم کیلئے۔

﴿دوسرا مقام حذف خبر﴾

وثانيها ۔ سے مولانا جامیؒ اس قاعدہ کلیہ صراحۃً بیان کر رہے ہیں۔ جس کی طرف صاحب کافیہ ضربی زیدا قائما مثال جزئی سے اشارہ کیا ہے۔ اس ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء جو مصدر حقیقی یا تاویلی ہو جو منسوب ہو فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف اور اس منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو خواہ وہ حال سے فاعل ہو یا مفعول سے یا دونوں سے۔

اسی طرح ہر وہ مبتداء جو اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی یا تاویلی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی یا تاویلی فاعل یا مفعول یا دونوں کے طرف منسوب ہو اور اس منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔

تو اس ضابطہ کی کل دو جزئیں ہوئی ۔

اب ضابطہ مذکورہ کے کل احتمالات عقلیہ بارہ بنتے ہیں۔

پہلی صورت : مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ذھابی راجلاً ۔

دوسری صورت : مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ضرب زید قائما بشرطیکہ زید مفعول بہ ہو۔

تیسری صورت : مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے مثال مذکور فی المتن ضربی زیداً قائما ۔ اس میں قائما دونوں سے حال بنایا جائے تو اس کو تثنیہ لایا جاسکتا ہے قائمین

چوتھی صورت : مبتداء مصدر تاویلی ہو جو منسوب ہو فاعل کی طرف جیسے اَنْ ضربتُ قائمًا **پانچویں صورت** : مبتداء مصدر تاویلی ہو منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال

واقع ہو جیسے ان ضُرِبَ زیدٌ قائما

چھٹی صورت : مبتداء مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ان ضربت زیداً قائما ۔ یہ چھ صورتیں مبتداء مصدر کی تھیں۔

اور چھ صورتیں مبتداء اسم تفصیل کی ہیں اسی ترتیب سے ۔

ساتویں صورت : مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اکثر الشرب قائماً

آٹھویں صورت : مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اکثر ضرب زید قائما

ناویں صورت : مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جیسے اکثر شربی السویق ملتوتاً

دسویں صورت: مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اخْطَبُ ما یکون الامیر قائما۔

گیارھویں صورت: مبتداء اسم تفضیل مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور مصدر تاویلی منسوب ہو مفعول کی طرف جیسے اکثر اَنْ ضُرِبَ زیدٌ قائما

بارھویں صورت: مبتداء اسم تفضیل مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جیسے اکثر ان ضربتُ زیدًا قائما۔

مذهب البصريون ۔سے مولانا جامیؒ مثال مذکور میں خبر مقدر اور کیفیت تقدیر عبارت میں نحاۃ کے مذاہب کی تفصیل بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر نحاۃ اس بات پر متفق ہیں کہ ضربی زیدا قائما میں خبر مقدر ہے۔لیکن اس بات میں اختلاف ہے خبر کیا مقدر ہے اور تقدیر عبارت کیا ہے اس عبارت میں مولانا جامیؒ نے بصریین کے مذہب کو بیان کیا ہے۔ **﴿پہلا مذہب بصرین کا﴾**: یہ ہے کہ ضربی زیدا قائما میں خبر حاصل مقدر ہے اور تقدیر عبارت کے ہے ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما۔

لہذا ثابت یہ ہوا ضربی زیدا قائما کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ضربی زیداً حاصل اذا کان قائما۔اس میں حاصل خبر کو حذف کر دیا گیا اور ظرف اذا کان کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا تو

اب باقی عبارت یہ رہی ضربی زیدا اذ کان قائما۔

سوال: خبر کو حذف کرنا تو تکلف ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے کما تحذف سے اس کا شاہد پیش کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حذف خبر تکلف نہیں جس طرح کہ ظرف کے متعلق کو حذف کرنا تکلف نہیں ہوتا پھر اذ کان ظرف کو بھی حذف کر دیا اور حال کو اس کا قائم مقام کر دیا۔اس پر سوال ہوگا کہ

سوال حال کو بھی ظرف کا قائم مقام کرنا بھی تکلف ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے لان فی الحال سے دونوں کے درمیان مناسبت بیان کر کے جواب دیا کہ دونوں میں مناسبت ہوتے ہوئے حال کو ظرف کے قائم مقام کرنے میں کوئی تکلف نہیں لہذا حال قائم مقام ظرف کے ہوا۔ اور ظرف قائم مقام خبر کے۔ تو حال قائم مقام خبر کے ہوا۔ جس کی وجہ سے خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

قال الرضی هذا ما قیل فیه تکلفات کثیرة ۔ مولانا جامیؒ رضی کا اعتراض جو بصریین پر وارد ہوتا تھا اس کو نقل کر کے جواب دے رہے ہیں۔

رضی: کہتا ہے کہ بصریین کے اس قول پر بہت سارے تکلفات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

پہلا تکلف :اس تقدیر عبارت میں کان تامہ ماننا پڑتا ہے حالانکہ اصل کان کا ناقصہ ہونا ہے۔

دوسرا تکلف: اذا کا شرط سمیت محذوف ہونا ہے جو کہ اس مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ ثابت نہیں۔

تیسرا تکلف: حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

جواب: پہلے تکلف کا جواب یہ ہے کہ اس جیسی عبارت میں کان کے بعد واقع ہونے والے اسم پر ہر مادہ میں نکرہ ہی مسموع ہے اگر اسم منصوب میں کان کی خبر ہونے کا احتمال ہوتا تو کسی نہ کسی مادہ میں معرفہ ہونا بھی مسموع ہوتا ہے حالانکہ مسموع نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسم منصوب حال ہی کی بناء پر منصوب ہے۔ نہ کہ کان کی خبر ہونے کی بناء پر۔ جب کان کی خبر نہ ہوئی تو کان تامۃ ہوا لھذا کان تامہ بنانے میں تکلف نہ ہوا۔

دوسرے تکلف کا جواب یہ ہے کہ اذا کا حذف اس جملہ سمیت ہے جس کی طرف مضاف ہوتا ہے یہ تو کثرت سے شائع ذائع ہے بلکہ احاطہ شمار سے خارج ہے۔

تیسرے تکلف کا جواب یہ ہے کہ جب حال اور ظرف میں مناسبت نہ ہوتی پھر حال کو ظرف کے قائم مقام کرنا ضرور تکلف ہوتا لیکن مناسبت کے ہوتے ہوئے ظرف کا حال کے قائم مقام ہونے میں کوئی تکلف نہیں۔

﴿دوسرا مذہب رضی کا:﴾

والذی اظھر : یہ ہے کہ خبر مقدر یلابس ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیداً یلابسہ قائما یا یلابسنی قائما اور یلابسہ میں (ہ) ضمیر ذوالحال کو حذف کر دیا۔ اس پر سوال ہوگا کہ

سوال: آیا ذوالحال کا حذف جائز ہے

جواب: اس پر شاہد پیش کر دیا جیسے الذی ضربت قائما میں (ہ) ضمیر مفعول کو حذف کرنا جائز ہے تو یہاں بھی حذف جائز ہے۔ اور اس کے بعد ضربی زیدا قائما رہ گیا تو یلابس خبر کو حذف کر دیا جو عامل ہے حال کا۔ اس پر سوال ہوگا

سوال: کیا حال کے عامل کا حذف جائز ہے۔

جواب: رضی نے جواب دیا کما تقول سے شاہد پیش کر دیا جیسے راشد امهد یا کے عامل کا حذف جائز ہے اسی طرح یہاں پر بھی حال کے عامل کا حذف کرنا جائز ہے۔ تو اس بناء پر تمام تکلفات بعیدہ کے ارتکاب کرنے سے راحت حاصل ہو جائے گی۔

﴿تیسرا مذہب کوفیین﴾

وقال الکوفیین۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر مقدر تو حاصل ہی ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیدا قائما حاصل

مذہب کوفیین اور بصریین کی تقدیر عبارت میں چند طریقوں سے فرق ہے

تردید کوفیین مولانا جامیؒ نے و یلزم دو وجھوں سے مذہب کوفیین کو رد کر دیا ہے

وجہ اوّل کہ جب آپ کے ہاں خبر مقدر حال سے مقدم ہے اور حال خبر سے مؤخر ہے تو حال متممات مبتداء میں سے ہوا اور جو چیز متممات مبتداء میں سے ہو وہ قائم مقام خبر نہیں ہو سکتا تو لازم آیا خبر کا حذف ہونا بغیر قائم مقام کے حالانکہ خبر کا حذف وجوبی بغیر قائم مقام کے نہیں ہو سکتا

وجہ ثانی : اس تقدیر عبارت میں متکلم کو مقصود کا خلاف لازم آتا اس لئے کہ مثلاً ضربی

زیداً قائما میں بصریین اور کوفیین دونوں کا اتفاق ہے کہ متکلم کا مقصود عموم ہے باقی رہی یہ بات کہ مقصود عموم پر کیا دلیل ہے۔اس پر دلیل اہل عرب کی استعمال ایک قاعدہ ہے کہ اسم جنس معرف باللام یا بالاضافۃ جب استعمال کیا جائے اور بعض کے ساتھ تخصیص کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس وقت استغراق جنس یعنی عموم کے لیے مفید ہوتا ہے تاکہ ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے اور ہر ایک پر یکساں طور پر صادق آئے لہذا ثابت ہوا کہ مقصود متکلم اس سے عموم ہے اور یہ عموم تب حاصل ہوسکتا ہے جب کہ حال متممات مبتداء میں سے نہ ہو اور حال متممات مبتداء میں سے اس وقت نہیں ہوگا جب خبر حال سے مقدم ہو اور اے نحاۃ کوفیین آپ کی بیان کردہ تقدیر عبارت میں خبر حال سے مؤخر ہے تو لہذا آپ کی بیان کردہ تقدیر عبارت مفوت ہے عموم کے لیے اس لیے غلط ہے۔

وذهب الاخفش ۔﴿چوتھا مزہب اخفش﴾

کہ اخفش کا مذہب یہ ہے کہ یہاں خبر مقدر وہ مصدر ہے جو ذوالحال کی طرف مضاف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیداً ضربه قائما ۔لیکن اخفش کے مذہب میں مصدر کا حذف مع بقاء بعض معمولات لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں کیونکہ مصدر بمع معمولات موصول بمع صلہ کے حکم میں ہوتا ہے اور حذف موصول مع بقاء بعض الصلۃ جائز نہیں۔

﴿پانچواں مذہب ابن درستویہ﴾

وذهب بعضهم ۔سے پانچواں مذہب ابن درستویہ اور ابن پاشا کا نقل کیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضربی زید قائما میں ضربی ایسا مبتداء ہے جو خبر کا تقاضہ ہی نہیں کرتا اس لئے کہ یہ مبتداء فعل کے معنی میں ہے تقدیر عبارت ما اضرب زیدا الاقائما لیکن یہ بھی اعتراض اور خدشہ سے خالی نہیں اس سے لازم آتا ہے کہ مبتداء کا حصر دو قسموں میں نہ رہے۔حالانکہ مبتداء کا دو قسموں میں حصر ہے۔جو ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں۔

﴿تیسرا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح **وثالثها** ۔سے اس قاعدہ کلیہ کو مولانا جامی صراحۃً بیان کر رہے ہیں جس

کی طرف صاحب کافیہؒ نے **کل رجل وضیعتہ** سے اشارہ کیا۔ جس کا حاصل ہر وہ مبتداء جس کے بعد ایسا اسم مرفوع ہو جس کا عطف ہو واو بمعنی مع کے ذریعے تا کہ دونوں کے مقارنت کی خبر دینا درست ہو جائے جیسے **کل رجل وضیعتہ** کہ ہر آدمی اپنے پیشے کے ساتھ لگا ہوا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ہر آدمی اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔

ای کل رجل مقرون ۔خبر مقدر کا بیان ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ معطوف کی خبر علیحدہ مقدر ہے اور مبتداء کی خبر علیحدہ معطوف سے پہلے مقدر ہے کیوں کہ اگر مبتداء کی خبر معطوف کے بعد مقدر ہو تو اس صورت میں خبر کا بغیر قائم مقام کے حذف وجوبی لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں لہذا خبر کو معطوف سے پہلے مقدر مانا جائے گا تا کہ خبر کو حذف کر کے معطوف اسکے قائم مقام کیا جا سکے۔

﴿چوتھا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح **ورابعها** ۔سے مولانا جامی اس قاعدہ کلیہ کو صراحۃً بیان کر رہے ہیں جس کو صاحب کافیہؒ نے **ولعمرك لا فعلن كذا** سے اشارہ کیا ہے۔ کا حاصل یہ کہ ہر وہ مبتداء جس کی مقسم بہ ہونا متعین ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو تو ایسے مبتداء کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے **ولعمرك لا فعلن كذا** اس کی اصل یہ ہوگی **ولعمرك قسمی لا فعلن كذا** مبتداء اس خبر حذف وجوبی ہے جس پر قرینہ لام قسم ہے جو قسم پر دلالت کرتا ہے اور قائم مقام خبر جواب قسم ہے۔

بقائک:۔ یہ **لعمرك** کے معنی کا بیان ہے اور **قسمی** خبر مقدر کا بیان ہے۔

ما اقسم به ۔ اس میں خبر کا مبتداء پر حمل کرنے کے لئے تاویل کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر

سوال: کہ **قسمی** کا حمل **لعمرك** پر درست نہیں مبتداء پر کیونکہ دونوں میں مغایرۃ ہے عمر بالفتح قسم نہیں اور قسم عمر بالفتح نہیں حالانکہ حمل کے لئے ضروری ہے اتحاد فی الخارج اور تغایر فی الذہن۔ بعنوان دیگر بقاء مخاطب کی صفت ہے اور قسم متکلم کی۔

جواب: کہ قسمی اس جگہ ما اقسم بہ کے معنی میں ہے۔اس میں ما موصولہ یا موصوفہ ہے اب معنی ہوگا لعمرك ما اقسم به لا فعلن کذا تیری زندگی ایسی ہے کہ میں اس کو قسم کھا کر کہتا ہوں ایسا ضرور بالضرور کروں گا لہذا حمل صحیح ہوگیا۔

فلا شک ۔سے انطباق المثال علی الممثل له کا بیان ہے کہ یہاں پر قسمی خبر محذوف ہے جس پر قرینہ لعمرك ہے اس لئے کہ جب ایسی شئ کو ذکر کیا جائے جس کی قسم کھائی جارہی ہے تو وہاں قسم بھی ضرر ہوتی ہے اور چونکہ اس خبر کے قائم مقام جواب قسم کو کردیا گیا ہے تو یہ حذف وجوبی ہوگیا۔

شقوله **و العمرو و العمر** ۔کہ اگر چہ عَمرو بالفتح اور عُمر بالضم دونوں کا معنی ایک ہے لیکن مقسم بہ فقط عمرو بالفتح ہوتا ہے کیونکہ قسم کثیر الاستعمال ہوتی ہے اور کثیر الاستعمال خفت کا تقاضا کرتا ہے اور خفت فتحہ میں ہے نہ ضمہ میں اس لئے مقام قسم میں عمرو بالفتح ہوگا نہ بالضمہ۔

قال الماتن **ان وا اخواتها هو المسند بعد دخولها**

صاحب کافیہ مرفوعات کی پانچویں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان کررہے ہیں۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے منها خبر ان و اخواتها کیوں نہیں کہا۔

جواب: اس لئے کہ دونوں مذہبوں کی رعایت ہوجائے اگر منها کہدیتے تو مذہب بصریین پر نص ہوجاتی کہ خبر ان کا معمول ہوتی ہے۔مبتداء کی خبر نہیں جیسا کہ کوفین کا مذہب ہے بعنوان دیگر منها اس لئے نہیں لائے کہ یہ اصل میں مبتداء ہی کی خبر ہے۔

قال الشارح **و اشباهها** ۔سے اخوات کے معنی کا بیان ہے۔اس لئے جب یہاں اخوات کا حقیقی معنی مراد لینا جائز نہیں تو مجازی معنی مراد ہے۔

قال الشارح **بعد دخول احد** ۔دفع دخل مقدر

سوال: یہ تعریف تو کسی خبر پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کوئی ایسی خبر نہیں جس پر تمام حروف مشبہ بالفعل داخل ہوں

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں لفظ احد مضاف محذوف ہے۔

ای المسند ۔فوائد قیود کا بیان کہ المسند بمنزل جنس کے ہے جو کہ مبتداء کی خبر اور کان اور لانفی جنس کی خبر کو شامل ہے اور **بعد دخول هذا الحروف** یہ فصل ہے اس تمام خبریں خارج ہوگئیں۔

و المراد بدخول هذه ۔سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ انَّ زید ایقوم ابوہ میں یقوم پر صادق آتی ہے کہ یقوم اِنَّ کے دخول کے بعد مسند ہے حالانکہ یقوم اِنَّ کی خبر نہیں بلکہ خبر تو پورا جملہ یقوم ابوہ ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: ہم قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اِنَّ زید ایقوم ابوہ کی ترکیب میں یہ تعریف یقوم پر صادق آتی ہے۔اس لئے کہ اسم وخبر پر اِنَّ کے دخول کے معنی یہ ہیں کہ انَّ کا اثر لفظی اور معنوی ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ یقوم میں اِنَّ کا اثر لفظی اور معنوی یعنی رفع محلی اور تاکید صرف یقوم میں نہیں بلکہ پورے جملہ یقوم ابوہ میں ہے تو انَّ کا دخول صرف یقوم پر نہیں بلکہ پورے جملے پر ہے لهذا اِنَّ کی خبر پورا جملہ ہے اور پورے جملہ کا خبر ہونا یقیناً صحیح ہے۔

فلا یحتاج ۔سے اس سوال مذکور کا جو فاضل هندی نے جواب دیا ہے۔مولانا جامی اسے نقل کر کے اسکو رد کر رہے ہیں۔فاضل هندی نے یہ جواب دیا کہ باب اِنَّ کی خبر کی تعریف میں المسند کا صلہ الی اسماء هذا الحروف مقدر ہے اور اب حاصل معنی یہ ہوگا باب اِنَّ کی خبر وہ چیز ہوتی ہے جو باب اِنَّ کے اسموں کی طرف مسند ومنسوب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اِنَّ زید ایقوم ابو کی ترکیب میں یقوم تو ابوہ کی طرف مسند ہے اجو اِنَّ کا اسم نہیں بلکہ ان کا اسم تو زید ہے اور لهذا زید کی طرف یقوم کا اسناد نہیں تو اس پر یہ تعریف کیسے صادق آتی ہے۔

یلزم منه ۔سے فاضل هندی کے جواب کو رد کر دیا ہے کہ اس جواب مذکور کی بناء پر باقی تمام خبریں المسند ہی سے خارج ہو جاتی ہیں لهذا اس کے بعد **بعد دخول هذا**

الحروف کی قید کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا اور مولانا جامیؒ کا عبارت میں اذ تعلیلیہ ہے ۔ترجمہ یہ ہوگا۔

اس لئے کہ اس کے جواب سے ماتن کے قول بعد دخول کا مستدرک ہونا لازم آتا ہے۔

ولا الی ان یجاب ۔سے مولانا جامیؒ نے اس جواب کو نقل کیا ہے جو صاحب غایۃ التحقیق نے دیا ہے۔صاحب غایۃ التحقیق کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ باب انّ کی تعریف میں المسند سے مراد اسم مسند ہے اور ترکیب مذکور میں یقوم فعل مسند ہے لہذا یہ تعریف یقوم پر صادق نہیں آئے گی ۔مولانا جامیؒ نے فیحتاج الی التاویل سے۔اس جواب کو رد کر دیا کہ اگر المسند سے مراد اسم مسند ہو تو جہاں پر بھی باب انّ کی خبر فعل واقع ہو رہی ہوگی اس کو اسم کی تاویل میں کرنا پڑے گا۔حالانکہ باب انّ کی خبر جملہ من حیث هی هی بغیر مؤول بالاسم کے واقع ہوتی ہے۔

فی اقسامه و احکامه و شرائطه ۔وجہ شبہ کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر والا ہے جیسے اس کے اقسام مفرد ہونا۔جملہ ہونا اور معرفہ ہونا ۔نکرہ ہونا اسی طرح اس کے اقسام بھی۔اور جس طرح اس احکام ہیں۔کہ وہ کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد اور کبھی ثابت ہوتی ہے کبھی محذوف ایسے اس کے احکام ہیں اور جسطرح اس کے شرائط ہیں۔کہ اگر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور عائد حذف بھی ہو جاتا ہے جب کہ قرینہ موجود ہو۔اسی طرح اس کے بھی شرائط ہیں۔

و المراد ان امره ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اقسام خبر میں باب انّ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کی طرح ہے۔کیونکہ مبتداء کی خبر اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ خبر معنی استفہام کو متضمن ہو جیسے این زید میں این اور من ابوك میں من غیر سیبویہ کے مذہب کے مطابق خبر ہے حالانکہ باب انّ کی خبر اس قسم کی واقع نہیں ہو سکتی چنانچہ انّ این زید کہنا غلط ہے۔

جواب : جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم وجود شرائط اور انتفاء موانع کے ساتھ مشروط ہے اور این

اور من مبتداء کی خبر بننے میں تو میں کوئی مانع نہیں لیکن باب اِنَّ کی خبر بننے سے مانع موجود ہے کہ یہ صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہے اگر انکو باب اِنَّ کی خبر بنایا جائے تو انکی صدارت فوت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے یہ اِنَّ کی خبر نہیں بن سکتی۔

فاذ لایجوذ ۔سے علۃ استثناء یہ ہے کہ باب اِنَّ کی خبر اقسام میں اور احکام میں اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے مگر تقدیم میں یعنی خبر مبتداء تو مبتداء پر مقدم ہو سکتی ہے یہ لیکن باب اِنَّ کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

و ذالک لان ھذا ۔سے عدم جواز کی علۃ یہ ہے کہ حروف مشبہ بالفعل عمل کرنے میں فعل کی فرع ہے تو ان کا عمل بھی فرعی ہونا چاہئے۔اور عمل اصلی یہ ہوتا ہے کہ مرفوع پہلے ہو اور منصوب بعد میں جیسے فعل متعدی کا عمل ہوتا ہے۔اور عمل فرعی یہ ہوتا ہے کہ منصوب پہلے ہو اور مرفوع بعد میں لہذا چونکہ ان کا عمل فرعی ہے اس لئے ان کو معمولوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ اگر تصرف کر لیا جائے کہ مرفوع کو مقدم اور منصوب کو مؤخر کر دیا جائے تو اصلی اور عمل فرعی میں فرق ختم ہو جائیگا۔

الا ان یکون الخبر ظرفا ای لیس امرہ کامر الخبر المبتداء ۔

مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ استثناء ثانی پہلے استثناء سے حاصل ہے۔
جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خبر ظرف ہو تو جس طرح مبتداء کی خبر مبتداء پر مقدم ہو سکتی ہے اسی طرح باب اِنَّ کی خبر بھی اسم پر مقدم ہو سکتی ہے۔اگر اس کا اسم معرفہ ہوگا تو تقدیم جائز ہوگی جیسے ان الینا ایابھم اور جب اسم نکرہ ہوگا تو تقدیم واجب ہوگی جیسے ان من البیان لسحرا اور خبر مبتداء کا بھی یہی حکم تھا کہ مبتداء معرفہ تو تقدیم خبر جائز اور اگر نکرہ ہو تو تقدیم واجب ہوگی۔

قال الماتن خبر لا التی لنفی الجنس

صاحب کافیہؒ مرفوعات کا چھٹا قسم لانفی جنس کی خبر بیان کر رہے ہیں۔کہ خبر لانفی جنس وہ اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

الکائنۃ ۔مولانا جامی نے ترکیب کو بیان کیا ہے۔کہ لنفی الجنس یہ الکائنۃ مقدر کے

متعلق ہے۔اور الکائنۃ ظرف مستقر سے مل کر التی کا صلہ ہے

قال الشارح **ای لنفی صفۃ** ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لا غلام رجل ظریف فیھا اور لا رجل قائم میں تو جنس کے نفی نہیں ہوئی بلکہ جنس کی صفت اور حکم کی نفی ہورہی ہے تو لانفی جنس کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

جواب: یہاں مضاف لفظ صفت محذوف ہے۔

ھذا شامل ۔فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ المسند جنس ہے یہ مبتداء کی خبر اور باب کان وغیرہ کی خبر کو شامل ہے۔

مخرج بہ : فوائد قیود کا بیان کہ بعد دخولھا فصل ہے جس سے تمام اخبار نکل جائیں گی سوائے لانفی جنس کی خبر کے۔

وانما عدل عن المثال ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے مثال مشہور لا رجل فی الدار سے عدول کیوں کیا ہے۔اور عدول عن المشہور خطا ہوا کرتا ہے۔

جواب: مثال مشہور ممثل لہ میں نص نہیں تھی۔بلکہ اس میں ایک اور ترکیب کا احتمال تھا کہ فی الدار صفت ہو رجل کی اور اسکی خبر محذوف ہو۔حالانکہ مثال ایسی ہونی چاہئے جو ممثل لہ میں نص ہو۔اور صاحب کافیہؒ نے جو مثال پیش کی ہے لا غلام رجل ظریف فیھا یہ ممثل لہ میں نص ہے اس میں کسی اور ترکیب کا احتمال نہیں ہے۔

خبر بعد خبرا ۔ فیھا کی ترکیب کا بیان ہے۔جس میں احتمالات عقلیہ تین ہیں ایک صحیح ہے اور دو غیر صحیح ہیں۔(۱) یہ ظرف خبر ثانی ہے (۲) یہ ظرف حال ہو ظریف کی ضمیر سے (۳) یہ ظرف ہو ظریف کے لیے۔پہلا احتمال صحیح ہے باقی دونوں غیر صحیح ہیں۔

وانما اتی بہ ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہوتا ہے تمثیل میں فیھا خبر دوم کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی تو اس کو کیوں ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: اگر فیھا کوذکر نہ کیا جائے تو کذب لازم آتا ہے کہ اس لیے نکرہ تحت نفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ کسی مرد کا کوئی غلام ظریف نہیں حالانکہ ایسا نہیں بہت سارے لوگوں کے غلام ظریف ہوتے ہیں۔ جب فیھا کا اضافہ کر دیا تو اب معنی صحیح ہو جائے گا کہ اس گھر میں رہنے والے غلام ظریف نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ فیھا کوذکر کر کے مصنف نے یہ بتادیا کہ خبر ظرف اور غیر ظرف دونوں طرح آسکتی ہے۔

قال الشارح **یحذف کثیرا** کہ لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے جیسے لا الہ الا اللہ جو اصل میں لا اللہ موجود الا اللہ ہے

اذا کان الخبر عاما ۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لا غلام رجل ظریف فیھا جو آپ نے مثال پیش کی اس میں خبر موجود ہے۔ بلکہ خبر کا حذف جائز ہی نہیں۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ خبر اس وقت اکثر حذف کی جاتی ہے جب خبر افعال عامہ سے ہو اس لئے کہ نفی اس خبر پر دلالت کرتی ہے جیسے لا الہ الا للہ جو اصل میں لا اللہ موجود الا اللہ یہاں سے خبر حذف کر دی گئی۔

لدلالۃ النفی اور حکم مذکور کی علت یہ ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر جب وہ افعال عامہ سے اکثر اس لیے حذف کر دی جاتی ہے کہ نفی اس پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ نفی منفی کا تقاضا کرتی ہے اور جب کہ امر مخصوص منفی پر قرینہ نہ پایا جائے تو اس کو امر عام پر محمول کر دیا جائے گا۔

قال الشارح **بنو تمیم لا یثبتونہ ای لا یظھرون الخبر** مولانا جامیؒ بنو تمیم لا یثبتون کے دو معنی بیان کر رہے ہیں

پہلا مطلب: لا یثبتون بمعنی لا یظھرون ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ذکر نہیں کرتے بلکہ انکے کے نزدیک خبر کا حذف واجب ہوتا ہے۔

دوسرا مطلب: او المراد۔ سے مطلب ثانی کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو بالکل مانتے ہی نہیں نہ لفظوں میں ہے اور نہ ہی مقدر یعنی لائے نفی جنس کی خبر بالکل ہوتی

ہی نہیں۔

قال الشارح فيقولون ۔سے مطلب ثانی پر تفریع کا بیان کہ مطلب دوم کے مطابق جہاں لانفی جنس کے خبر مذکور نہیں وہاں مقدر ماننے کی ضرورت نہیں جیسے عربوں کے ہاں مقولہ ہے لا اهل ولا مال کا معنی ہے انفی الاهل و المال ہے۔ جس میں موجود وغیرہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔

وعلى التقديرين ۔دونوں بیان کردہ مطلبوں میں وارد ہونے والے سوال کا جواب ہے۔

سوال اول: مطلب اوّل پر سوال کی تقریر یہ ہے آپ نے بنوتمیم لانفی جنس کی خبر کو لفظوں میں نہیں چھوڑتے بلکہ وجوبی طور پر حذف کرتے ہیں حالانکہ لا رجل قائم میں اوراس جیسی مثالوں میں خبر لفظوں میں موجود ہوتی ہے حذف نہیں ہوتی۔

جواب: جن امثلہ میں بظاہر خبر لفظوں میں موجود ہوتی ہے ان امثلہ میں بنوتمیم اسم مرفوع کو خبر نہیں مانتے بلکہ اس کو لانفی جنس کے اسم کی صفت قرار دیتے ہیں۔اوراسکو اسم کے محل پر محمول کرکے مرفوع پڑھتے ہیں چنانچہ لا رجل قائممیں خبر موجود وجوبی طور پر محذوف ہے۔

سوال ثانی: مطلب ثانی پر سوال کی تقریر۔بنوتمیم لانفی جنس کی خبر کے بالکل قائل نہیں۔نہ تو لفظوں میں مانتے ہیں اورنہ محذوف۔حالانکہ بہت ساری امثلہ ہیں جن میں خبر موجود ہے۔ جیسے لا رجل قائم هذا لانفی جنس کی خبر کا بالکل انکار کرنا کیسے صحیح ہے۔

جواب: جن امثلہ میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لانفی جنس کی خبر موجود ہے تو وہاں درحقیقت وہ اسم مرفوع لانفی جنس کی خبر نہیں ہوتی بلکہ لانفی جنس کے اسم کی صفت ہوتی ہے جس کو لانفی جنس کے اسم کے محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھا گیا ہے کیونکہ لا رجل قائم میں لانفی جنس کا اسم مبنی ہے اور قاعدہ ہے کہ مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے۔

قال الماتن اسم ماولا المشبهتين بليس ۔

صاحب کافیہ مرفوعات کی ساتویں قسم ما و لاالمشبہتین کی خبر کو بیان کررہے ہیں۔ جوانکے داخل ہونے مسند اور مرفوع ہوتی ہے

قال الشارح **فی معنی النفی و الدخول علی المبتداء و الخبر**۔ وجہ شبہ کا بیان ہے ما اور لاکو لیس کے ساتھ مشابہت ہے دو باتوں میں افادہ نفی میں اور مبتداء اور خبر پر دخول میں۔

و لهذا تعملان۔ مشابہت کے ثمرہ اور نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح لیس مبتداء اور خبر داخل ہو کر مبتداء کو رفع دیتا ہے اور خبر کو نصب اسی طرح ما اور لا بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دینگے۔

و انما اتیٰ بالنكرة۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ما اور لا دونوں میں کیا فرق ہے کہ آپ نے ما کے اسم کی مثال معرفہ دی ہے اور لا کی مثال اسم نکرہ دی ہے۔

جواب: ما معرفہ اور نکرہ دونوں میں عمل کرتی ہے اور لا فقط نکرہ میں ماتن یہ فرق بتانے کے لئے اس طرح مثال دی ہے۔

هذا لغة اهل الحجاز۔ اس سے مولانا جامیؒ ما و لاالمشبہتین بلیس کے عامل ہونے کے بارے میں دو مذہب بیان کررہے ہیں۔ اہل حجاز کی لغت میں ما و لاالمشبہتین بلیس عامل ہے اور بنوتمیم کی لغت میں ما و لاالمشبہتین بلیس عامل نہیں۔ اور انکا مابعد عامل معنوی کی وجہ سے مبتداء خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتے ہیں۔

و علی لغة اهل الحجاز۔ اہل حجاز کی لغت کی ترجیح کا بیان ہے۔ کہ لغت اہل حجاز راجح ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں ما هذا بشرا اور اسی طرح ما هن امهاتهم میں ما کو عامل بنایا گیا ہے۔ جب قران مجید کی تائید ان کے مذہب کو حاصل ہوئی لہذا ان کا مذہب راجح ہے۔

سوال: کہ لا کا عمل شاذ کیوں ہے؟ ما و لاالمشبہتین بلیس

جواب : ما کی لیس کے ساتھ مشابہت قویہ ہے اس لئے کہ کہ دونوں نفی حال کے لئے آتے ہیں اور لا کی مشابہت ضعیف ہے اس لئے کہ وہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے۔اس ضعف مشابہت کی وجہ سے اس کا عامل ہونا شاذ ہے۔

فیقتصر عمل لا ۔ متن والے مسئلہ پر تفریع کا بیان ہے کہ جب لا کی مشابہت ضعیف ہوئی تو لا کا عمل مورد سماع میں بند ہوگا اور مورد سماع نکرہ ہے اور نکرہ میں عمل کرنے کی مثال یہ شعر ہے۔

من صد عن نیرانها فانا ابن قیس لا براح

لا اسم براح نکرہ ہے۔جس کی خبر لی محذوف ہے۔اور ھا ضمیر جنگ کی طرف راجع ہے اس کا مضاف محذوف ہے۔شاعر اپنی بہادری بیان کرتا ہے کہ جو رُک جائے جنگ کی آگوں سے ۔وہ رُک جائے۔میں تو ابن قیس ہوں مجھے زوال نہیں یعنی جنگ میں۔

ولا یجوز ان تکون ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ شعر میں لا مشبہ بلیس ہے بلکہ لانفی جنس ہے براح اسم ہے اور لی اس کے لئے خبر محذوف ہے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا اس لا کو لانفی جنس کا بنانا غلط ہے اس لئے کہ لانفی جنس کے بعد اسم کا مرفوع ہونا یہ شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ لا بمع اسم کے تکرار ہو اور یہاں اس میں کوئی تکرار نہیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ لانفی جنس نہیں بلکہ لا مشبہ بلیس ہے۔

قولہ واعلم ۔ سے اس فائدہ کا اعادہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے تاکہ ماسبق کے لئے مذکرہ ہو۔کہ ان تعریفات میں جہاں جہاں مسند الیہ یا مسند کا ذکر ہے اس سے مراد بالاصالۃ مسند الیہ اور مسند ہے نہ بالطبعیت ۔جس پر قرینہ یہ ہے کہ توابع کا ذکر مستقلاً بعد میں کرنا ہے۔

تمت المرفوعات

المنصوبات

قال الماتن هوما اشتمل علی علم المفعولیۃ

منصوبات کی وجہ حصر : منصوبات تین حال سے خالی نہیں اس کا عامل فعل

ہوگا یا شبہ فعل یا حرف، اگر عامل فعل یا شبہ فعل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں ہے اس کا معمول مفاعیل خمسہ میں سے ہوگا یا نہیں، اگر مفاعیل خمسہ میں سے ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں فعل کی جزء ہوگا یا نہیں، اگر فعل کی جزء ہو تو یہ پہلا قسم مفعول مطلق ہوگا اور اگر فعل کی جزء نہ ہو تو پھر فعل چار حال سے خالی نہیں یا تو فعل اس پر واقع ہوگا یا اس میں واقع ہوگا یا اس کے لئے واقع ہوگا یا فعل کے معمول کے لئے مصاحب ہوگا اگر وہ فعل اس پر واقع ہو تو دوسری قسم مفعول بہ ہوگا اور اگر فعل اس میں واقع ہو تو تیسرا قسم مفعول فیہ ہوگا اور اگر فعل اس کے لئے واقع ہو تو چوتھا قسم مفعول لہ ہوگا اور اگر فعل کا کوئی معمول اس کا مصاحب ہو تو یہ پانچواں قسم مفعول معہ ہوگا اور اگر مفاعیل سے نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبین ہوگا یا نہیں اگر مبین نہیں تو پھر یہ چھٹا قسم مستثنیٰ ہوگا اور اگر مبین ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبین ذات ہوگا یا مبین وصف اگر مبین ذات ہو تو یہ ساتواں قسم تمیز ہے اگر مبین وصف ہو تو آٹھواں قسم حال ہوگا اگر وہ اسم منصوب حرف کا معمول ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مسند ہوگا یا مسند الیہ اگر مسند الیہ ہو تو کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اگر کلام موجب میں ہو تو گیارہواں قسم افعال ناقصہ کی خبر سوائے لیس کے اگر کلام غیر موجب میں ہو تو بارھواں قسم ماولا مشبہتین بلیس کی خبر ہوگی

قال الشارح: قد تبین شرحه کہ **هو ما اشتمل علی علم المفعولیة** کی تشریح ماقبل میں مرفوعات کے اندر گذر چکی ہے۔

قوله: والمراد بعلم المفعولیة سے بطورِ تمہید علم کا بیان کیا ہے دراصل مقصود مفعول میں تعمیم کا بیان ہے۔

وهی اربع یہ جملہ مستانفہ ہے جسمیں علامتِ مفعولیت کے مصداق کو بیان کیا گیا ہے۔ علامتِ مفعولیت چار ہیں۔ ۱۔فقط مفردات میں جیسے رَاَیْتُ زَیْداً

۲۔کسرہ مونث سالم میں جیسے رَاَیْتُ مُسْلِمَاتٍ ۳۔الف اسمائے ستہ مکبرہ میں جیسے رَاَیْتُ اَبَاکَ ۴۔یاء ماقبل مفتوح تثنیہ میں اور یاء ماقبل مکسور جمع مذکر سالم میں جبکہ عامل ناصب ہو جیسے

رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنِ ،رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ۔

قال الشارح فمنه المفعول المطلق

صاحب کافیہ نے منصوب کی تعریف کے بعد تقسیم کو بیان کیا ہے۔ اجسکا حاصل یہ ہے کہ منصوب میں سے مفعول مطلق ہے۔

سمی به : مولانا جامیؒ وجہ تسمیہ بیان کرر ہے ہیں مفعول مطلق کی، جسکا حاصل یہ ہے الغت میں اس پر مفعول کا اطلاق مطلق ہے فی حرف کے ساتھ مقید نہیں، اسی مناسبت کی وجہ سے نحویوں نے اس مفعول کا نام بھی مفعول مطلق رکھ دیا۔

قال الماتن وهو اسم مافعله فاعل فعل مذكور بمعناه

صاحب کافیہ نے مفعول مطلق کی تعریف کو بیان کیا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو یعنی وہ چیز اس فاعل کے ساتھ کھڑا ہو اس طور پر کہ اس چیز کا فعل مذکور کے فاعل کی طرف اسناد ایجابا یا سلبا صحیح ہو۔ عام ازیں کے مفعول حقیقی ہو کہ حکمی۔ خواہ وہ فعل حقیقی مذکور ہو بشرطیکہ وہ فعل حقیقی یا حکمی اس چیز کے معنیٰ پر مشتمل ہو۔

والمراد سے لیکر انما زید تک سوال کا جواب ہے۔

سوال اول : آپ کے کہا مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو۔ یعنی ایجاد کیا ہو مات موتاً ،جسم جسامةً ،شرف شرفاً میں مصادر مذکورہ کو فعل مذکور کے ساتھ یعنی موت ، جسامت اور شرافت موجد فعل مذکور کا فاعل نہیں بلکہ باری تعالیٰ ہے ۔حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے تعریفا یہ صادق نہیں آتی تو آپکی تعریف جامع نہیں۔

سوال ثانی : کی تقریر ماضربت ضرباً کی ترکیب میں ضرباً مفعول مطلق ہے حالانکہ یہ مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع صادق نہیں آتی کماهو الظاهر ۔

جواب: عن السوال الاول کہ مافعله فاعل فعل سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ فعل کے فاعل نے اُسے ایجاد کیا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فعل کے فاعل کے ساتھ قائم ہو بایں طور کہ

اس چیز کا اِسناد فعلِ مذکور کے فاعل کی طرف صحیح ہو عام ازیں کہ وہ اِسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو یہ بات ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں موت، جسامت، شرافت کا فعل مذکور کے ساتھ یقیناً قیام ہے اور اِسناد بھی صحیح ہے لہٰذا مفعول مطلق کی تعریف جامع ہوئی۔

اِسناد سے مراد عام ہے کہ اسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو اور آپکی پیش کردہ مثال ماضربت ضرباً میں اِسناد سلبی موجود ہے لہٰذا ہماری تعریف جامع ہوگئی۔

قال الشارح وھو اعم من ان یکون ۔ کہ بھائی صاحب فعل کے مذکور ہونے میں تعیم ہے خواہ حقیقۃً مذکور ہو جبکہ فعل بعینہ مذکور ہو جیسے ضربتُ ضرباً، یا حکماً مذکور ہو جبکہ فعل مقدر ہو اور ضارب ضرباً میں فعل مقدر ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔ اور سوالِ ثانی کا جواب اسطرح دیا کہ فعل میں بھی تعیم ہے خواہ فعل حقیقی ہو یا شبہ فعل ہو لہٰذا ضارب ضرباً میں شبہ فعل مذکور ہے تو تعریف صادق آئیگی۔

وخرج بہ المصادر : فوائد قیود کا بیان۔ کہ مذکور یہ فصلِ اول ہے جس سے تمام مصادر نکل جائینگے جنکا فاعل یہ حقیقۃً اور نہ حکماً مذکور ہے جیسے ضرب واقعاً علی زید۔

: **ولیس مراد** ۔ جار مجرور کا متعلق مشتمل ہے اور وہ حرف جار علی کے معنی میں ہے اب حاصل معنی ہوگا کہ ایسا فعل مذکور جو اسم کے معنی پر مشتمل ہو معنی کلمۃ کے جز پر مشتمل ہونے کے اور یہ بالکل صحیح ہے۔

فخرج بہ اسکا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ضربتہ تادیباً کا تادیباً خارج ہوجائیگا کہ بے شک مصدر ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن یہ فعل مذکور کے ہم معنی نہیں۔

قولہ : کذالک سے رضی کے اعتراض کا جواب ہے۔

سوال مفعول مطلق کی تعریف مذکور کرھت کراھتی پر صادق آتی ہے حالانکہ کرھت کراھتی میں کراھتی مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول مطلق اسلئے کہ معنی یہ ہے کہ ناپسند سمجھا میں نے اپنے ناپسند سمجھنے کو لہٰذا یہ تعریف ِ مذکور دخولِ غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: مثالِ مذکور کے اندر کراھتی میں دو اعتبار ہیں۔(۱) کراھت کا بایں طور ہونا کہ فعلِ مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے اور جو فعل اس فاعل کی طرف مسند ہے وہ اسی کراھت سے مشتق ہے۔(۲) کراھت کو بایں طور ہونا کہ اس پر فعل واقع ہو ہم یہ کہتے ہیں
کراھت پہلے معنی کے لحاظ سے یقیناً مفعول مطلق ہے اور اس پر تعریف صادق آ رہی ہے اور آنی چاہیے۔ اور دوسرے اعتبار کے لحاظ سے یہ مفعول بہ ہے اس پر مفعول مطلق کی تعریف صادق نہیں آتی۔ کیونکہ فعلِ مذکور کراھتی میں کراھتی کے معنی پر مشتمل نہیں کیونکہ اس پر واقع ہے لہٰذا بمعنٰی کی قید سے خارج ہو جائیگا۔

قال الماتن قد یکون للتاکید والنوع والعدد صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اسکی پہلی تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ مفعول مطلق تین قسم پر ہے۔(۱) تاکیدی: (۲) نوعی: (۳) عددی۔

قال الماتن فالاول لایثنی ولایجمع بخلاف اخویہ صاحب کافیہ مفعول مطلق کے اقسام ثلاثہ کے درمیان فرق کیا ہے بحسب الاستعمال جس کا حاصل یہ ہے مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع نہیں آتا بلکہ مفرد ہی رہتا ہے اور مفعول مطلق نوعی اور عددی یہ تثنیہ جمع لائے جاتے ہیں۔

قولہای الذی للتاکید سے مولانا جامیؒ مفعول مطلق تاکیدی کے تثنیہ جمع نہ ہونے کی علۃ کو بیان کیا۔ مفعول مطلق تاکیدی ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو تعدد پر دلالت سے معری یعنی خالی ہوتی ہے تو مفعول مطلق تاکیدی کا مدلول عدم تعدد ہے۔ جبکہ تثنیہ اور جمع تعدد پر دال ہوتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد اور عدم تعدد میں منافات ہے لہٰذا مفعول مطلق تاکیدی کا تثنیہ اور جمع ہونا صحیح نہیں۔

قال الماتن قد یکون بغیر لفظہ صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیم ثانی کا بیان کر رہے ہیں۔ بعنوان دیگر صاحب کافیہ کی غرض دفع توہم ہے تو ہم کی تقریر یہ ہے کہ مفعول مطلق

تاکید کے لئے ہونے کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اپنے فعل کے لفظ کے مغایر نہ ہو کیونکہ تاکید معنوی الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر بھی ہو سکتا ہے بعنوانِ ثالث صاحب کافیہ کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ میں اس مسئلہ میں کسائی اور مبرد کا تابع ہوں، سیبویہ کا تابع نہیں۔

اما بحسب المادة : میں مادہ سے مغایرت میں تعمیم کا بیان ہے مغایرت بحسب المادہ مثال متن مذکور ہے اور مغایرت بحسب الباب کی مثال مولانا جامیؒ نے ذکر کر دی ہے۔ انبته الله نباتاً۔

قوله: سیبویه ۔ سے امام سیبویہ کے مذہب کا بیان ہے جس سے صاحب کافیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میں نے اس مسئلہ میں سیبویہ کی اتباع نہیں کی۔ سیبویہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کا جسطرح بحسب المعنیٰ اپنے فعل کے ساتھ متحد ہونا لازمی ہے اسی طرح اپنے فعل کے ساتھ بھی متحد، موافق ہونا ضروری، واجب ہے۔

چنانچہ جن امثلہ میں مغایرت بحسب اللفظ پائی جاتی ہے وہاں مفعول مطلق کے لفظ ہی سے فعل کو مقدر مانا جائیگا

قال الماتن وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیمات سے فارغ ہونے کے بعد تعمیم بیان فرماتے ہیں۔ کہ مفعول مطلق کے عامل ناصب کو یعنی فعل وشبہ فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ کبھی تو بطورِ جواز کے جبکہ قرینہ موجود ہو خواہ قرینہ حالیہ ہو جیسے سفر سے واپس آنے والے کو کہا جائے خیرَ مقدمٍ تو یہاں مفعول مطلق نوعی ہے، اسکا فعل قدمتَ بقرینہ حالیہ محذوف ہے جو حال قدوم ہے اسلئے کہ الفاظ مذکورہ بوقت قدوم استعمال کئے جاتے ہیں۔

قوله ومصدریته باعتبار الموصوف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: خیر تو اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ حالانکہ مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے تو

آپ نے خیر کو مفعول مطلق کیسے قرار دیا۔

جواب: خیر اسم تفضیل کا مفعول مطلق ہونا باعتبار موصوف محذوف کے ہے جو کہ قدوماً ہے اسلئے کہ صفت، موصوف میں کمال اتحاد ہوتا ہے۔ یا دوسری تاویل کہ یہ مضاف الیہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ اسم تفضیل کے لئے مضاف الیہ کا حکم ہوا کرتا ہے۔

قال الماتن وجوبا سماعا

اور کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب کو وجوبا حذف کیا جاتا ہے جسکا ذکر جائز ہی نہیں ہوتا لہٰذا وجوبی کی دو قسمیں ہیں۔ اول سماعی: جسکا علم صرف سماع سے ہو نہ بطریقہ استدلال کے اسکے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ لہٰذا سقیاً، رعیاً، خیبة، جدعاً، حمداً، شکراً میں وجوبی سماعی پر فعل حذف ہے وجوبی طور پر حذف ہے۔

سماعی کا معنی یہ ہے کہ سماع پر ہی موقوف ہو جسکے حذف کے لئے کوئی قاعدہ نہ ہو بخلاف قیاسی کے وہ اگر مسموع من العرب تو ضرور ہوتا ہے لیکن اسکے لئے قاعدہ مقرر ہوتا ہے اور لا قاعدة له یہ موقوف علی السماع کے لئے صفت کاشفہ ہے۔

ای خاب اسمیں بھی عامل ناصب کا بیان ہے لیکن یاد رکھیں من خاب الرجل یعنی خیبة بول کر معنی مراد ہوتا ہے خاب الرجل خیبة والا اسکا مطلب یہ نہیں کہ خاب الرجل خیبة فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

:قطع الانف والاذن فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

قوله فانه لم یوجد کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں عامل ناصب محذوف ہونے کی علت یہ ہے۔ کہ ان مصادر کے استعمال کے ساتھ ان کے عوامل ناصبہ کا استعمال عربوں کی کلام میں نہیں پایا گیا۔

قوله: قیل سے مولانا جامیؒ ایک سوال نقل کر کے فاجاب سے جواب نقل کیا ہے۔

سوال: کا حاصل یہ ہے کہ ان مصادر مذکورہ ستہ میں سے بعض مصادر کے استعمال کے ساتھ

انکے عوامل ناصب کا استعمال عرب میں پایا گیا ہے۔

جواب: جسکا حاصل یہ ہے کہ ہماری مراد فصحاء، بلغاء کی کلام میں ان مصادر کے ساتھ افعال ناقصہ کا استعمال نہیں ہے اور حمدت الله حمداً، شکر شکراً، عجبته عجبا فصحاء، بلغاء کی کلام نہیں متولدین کی کلام ہے۔

فائدہ: یہ جواب مخدوش ہے اسلئے کہ رضی نے نہج البلاغہ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خطبہ نقل کیا ہے جسمیں ان مصادر میں سے بعض مصادر کا استعمال کے ساتھ انکے افعال ناصب کو بھی استعمال کیا گیا جبکہ حضرت علیؓ افصح الفصحاء اور ابلغ البلغاء ہیں۔

قولہ: وبعضهم سے آخر تک سوال مذکورہ کے دوسرے جواب کو ذکر کیا جارہا ہے کہ ہماری مراد یہ ہے کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں انکے افعال عاملہ ناصبہ کا استعمال کلام عرب میں نہیں پایا جاتا جبکہ ان مصادر کا استعمال لام کے ساتھ ہو۔ حمداً وغیرہ اور آپکی پیش کردہ مثال بغیر لام کے مصادر کا استعمال ہے۔

سوال: اس جواب سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مصادر مذکورہ فی المتن عامل ناصب کو حذف وجوبی سماعی نہ ہو کیونکہ یہ بغیر لام کے ذکر کیے گئے ہیں۔

جواب: صاحب کافیہ کی عبارت میں تمام مصادر کے ساتھ لہ مقدر ہے لیکن یہ جواب دوم بھی مخدوش ہے اسلئے کہ مصادر مستعملہ باللام میں تو حذف وجوبی قیاسی ہے کما فی الرضی سماعی نہیں ۔حالانکہ بعض حذف وجوبی سماعی میں ہو رہی ہے۔

قال الماتن قیاسا فی مواضع

کہ کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب فعل کو حذف کیا جاتا ہے بطور وجوب کے یعنی بطور وجوب قیاسی کے یعنی جسکا علم بطریقہ استدلال ہو اسکے لئے ضابطہ ہے جس ضابطہ کو قیاس بناتے وقت قیاس کا کبریٰ بنایا جاتا ہے اور اسکے لئے چند مقامات ہیں مواضع جمع کثرت کا صیغہ لائے ہیں ۔جس سے کثرت کی طرف اشارہ ہے تو صاحب کافیہ منہاما وقع سے من تبعیضیہ لاکر اشارہ کر

دیا کہ اس کتاب میں بعض مواضع مذکور ہیں کل نہیں۔

قوله: موضع : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لفظ ما میں دو احتمال ہیں۔(۱) مفعول مطلق مراد ہو۔(۲) موضع مراد ہو۔ اور دونوں صحیح نہیں۔ مفعول مطلق مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ مواضع میں سے ایک موضع مفعول مطلق نہیں ہوسکتا کیونکہ عمل صحیح نہیں اور دوسرا اسلئے کہ صحیح نہیں کہ جملہ صفتیہ کا عائد خالی ہونا لازم آتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ما سے مراد مفعول مطلق ہے اور مضاف ہے موضع کی طرف اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ بعض شارحین نے یہ جواب دیا ہے کہ ما سے مراد تو موضع ہو اور عائد محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ماوقع فیہ لیکن مولانا جامیؒ نے اس جواب کو اختیار نہیں فرمایا اسلئے کہ حذف عائد کی نسبت مضاف کا حذف زیادہ شیٔ اور زائد ہے۔

قوله: وانما وصف الاسم بان لایکون : یہ آخری قید کے فائدہ کا بیان ہے جس سے ماسیری الاسیراً شدید خارج ہو جائیگا اس لئے کہ یہ خبریت کی بناء پر مرفوع ہے اب اس لئے پہلے مقام کے ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق نفی یا مانفی کے بعد مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا مانفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ اس سے یہ مفعول مطلق خبر نہ بن سکتا ہو تو اس وقت مفعول مطلق کے عامل ناصب کا حذف واجب ہوتا ہے۔ اس ضابطہ سے چار شرطیں معلوم ہوئیں۔(۱) شرط مفعول مطلق مقام اثبات میں ہو، احترازی مثال ماسرت سیاراً یہ مقام اثبات میں واقع نہیں، تو عامل حذف نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) شرط نفی کے بعد یا معنی نفی کے بعد واقع ہو۔ احترازی مثال سرت سیراً۔

(۳) شرط کہ نفی اور معنی نفی اسم پر داخل ہو۔ احترازی مثال ماسرت سیراً یہ مقام اثبات میں تو ہے نفی کے بعد بھی ہے لیکن نفی اسم پر داخل نہیں۔

(۴) شرط کہ جس اسم پر نفی داخل ہو اس سے مفعول مطلق خبر واقع نہ ہوسکے۔ احترازی مثال ماسیری الاسیراً اس میں مفعول مطلق اثبات نفی کے بعد واقع ہے نفی بھی اسم پر داخل ہے

لیکن مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی ہوسکتا ہے، خبر بن سکتا ہے اس لئے یہاں مفعول مطلق کا عامل ناصب کا حذف وجوبی نہیں۔" اتفاقی مثال، ما انت الا سیراً" کہ اسم مفعول مطلق کا مقام اثبات میں بھی ہے، نفی کے بعد بھی ہے اور نفی بھی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی درست نہیں۔ تو لہٰذا یہاں پر مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔ اصل میں تھا ما انت الا تسیر سیراً یہ نکرہ کی مثال ہے، معرفہ کی مثال ما انت الا سیراً، مانفی کی مثال انما انت الا سیراً اصل میں تھا انما انت الا تسیر سیراً۔

قال الماتن او وقع مکررا

ضابطہ ثانیہ مقام ثانی کا بیان، جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مفعول مطلق مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد مکرر واقع ہو جسکی خبر بنا صحیح نہ ہو تو اس مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسے زید سیراً سیراً، زید سیراً سیراً میں مفعول مطلق مکرر ہے اور ایسے اسم زید کے بعد واقع ہے جس سے خبر بنانا درست نہیں اس لئے یہاں اس کے مفعول مطلق کو وجوبی، قیاسی طور پر حذف کیا گیا ہے کہ اصل میں ہے زید یسیر سیراً۔

قولہ: ای فی موضع الخبر ضابطہ ثانیہ میں قید معتبر ہے کہ مفعول مطلق ایسے اسم مکرر کے بعد واقع ہو جس سے خبر بنا صحیح نہ ہو اور آیت کریمہ مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع نہیں کہ جسکی خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو لہٰذا آیت کریمہ اس ضابطہ ثانیہ کے تحت داخل ہی نہیں ہے۔

قولہ: وانما جمع بین سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحب کافیہ نے ضابطہ اول اور ضابطہ ثانیہ کو جمع کیوں کیا ہے حالانکہ مناسب تو یہ تھا ضابطہ اولیٰ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے اور ضابطہ ثانیہ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے تو ان کو جمع کرنے کی حکمت کیا ہے۔

جواب: چونکہ یہ دونوں ضابطے ایک قید میں مشترک تھے کہ مفعول مطلق مقامِ خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع ہو جسکی خبر بننے کی مفعول مطلق میں صلاحیت نہ ہو اس قیدِ اشتراکی کی بناء پر دونوں ضابطوں کو جمع کیا،

: انما اور دمثالین سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہے کہ ایک نوع یعنی نفی کی دو مثالیں کیوں دیں۔

جواب: "وجوہ ثلاثہ کی بناء پر" وجہ اول: صاحب کافیہ نے اس بات پر تنبیہ کی کہ ایسا مفعول مطلق معرفہ بھی ہوسکتا ہے اور نکرہ بھی ہوسکتا ہے۔ دوسری وجہ: اس بات کی تنبیہ کرنا ہے کہ مثالِ اول میں ذات ابتداء یعنی مخاطب کے فعل کو بیان کیا گیا ہے، اور سیراً مفعول مطلق تاکید بھی ہے مثالِ ثانی میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے جس کے ساتھ فعل مبتداء کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی مبتداء کو بمنزلہ مشبہ قرار دیکر اس کے لئے مشبہ بہ کو ثابت کیا گیا ہے اس لئے کہ مخاطب کے لئے مطلق سیر کا ذکر نہیں بلکہ قاصر کے سیر کا اس صورۃ میں یہ مفعول مطلق سیرا البرید نوع کے لئے ہوگا۔ وجہ ثالث: اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس ضابطہ اولیٰ میں مفعول مطلق کو مفرد بلا اضافۃ اور بالاضافۃ دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قال الماتن **منها ماوقع تفصيلا لاثر مضمون جملة متقدمة**

ضابطہ ثالثہ کا بیان، حاصل یہ ہے کہ ہر ایسے مقام میں جہاں مفعول مطلق جملہ سابقہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو وہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے

: والمراد بمضمون الجملة سے تعینِ مراد کا بیان ہے، کہ مضمون جملہ کے دو معنی آتے ہیں (۱) معنی لغوی، عرفی بمعنی خلاصہ، لب لباب اور ماجعل ہے۔ (۲) معنی اصطلاحی جملہ سے جو مصدر سمجھی جاتی ہے وہ مضاف ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف۔

مولانا جامیؒ نے تفصیل کر دیا کہ اس مقام پر ضابطہ میں مضمون جملہ کا اصطلاحی معنی مراد ہے نہ

کہ لغوی وعرفی۔ جیسا کہ آئندہ ضابطہ ثالثہ میں مراد ہے معنی ثانی نہ معنی اول۔

قولہ: وباثرہ :اثر سے مراد غرض وغایت ہے۔

ای بعد شد الوثاق: مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ بعد مبنی بر ضمہ ہے جس کا مضاف محذوف منوی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فشدوا الوثاق صلہ ہے جس کا مضمون شدِ وثاق ہے، اور شدِ وثاق کی مختلف اغراض ہوسکتی ہیں۔ نمبرا قتل: نمبر۲ استرقاق: نمبر۳ فدیہ: نمبر۴ مَن: چنانچہ فاما مناً بعد و اما فداءً میں باری تعالیٰ نے اپنے اغراضِ محتملہ میں سے بعض کی تفصیل بیان کردی ہے۔ لہٰذا مناً، فداءً مفعول مطلق ہیں، جو جملہ سابقہ کے مضمون اثر کی تفصیل واقع ہو رہے ہیں۔ اس لئے مفعول مطلق مناًاور فداءً کے عامل ناصبہ تمنون اور تفدون کو وجوبی طور پر حذف کردیا گیا۔ یہ ضابطۂ ثالثہ جملہ سابقہ کے حذف کا قرینہ ہے اور مفعول مطلق فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔

قال الماتن: ومنها ماوقع لتشبیه علاجا بعد جملة مشتملة علی اسم بمعناہ ماتنؒ ضابطہ رابعہ کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو، یعنی مشبہ بہ ہو اور فعل علاجی پر دال ہو یعنی ایسے فعل پر جس کی مرور میں تحریک عضو کی ضرورت پڑتی ہو اور جملہ کے بعد واقع ہو اور جملہ اسم پر مشتمل ہو اور وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو، نیز وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو یعنی ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس کا معنی قائم ہو، تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے اس ضابطہ سے کل چھ شرطیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو۔ ۲۔ فعل علاجی پر دال ہو۔ ۳۔ جملہ کے بعد واقع ہو۔ ۴۔ وہ جملہ اسم پر مشتمل ہو۔ ۵۔ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو۔ ۶۔ وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو۔ اگر ان چند شرطوں میں سے کوئی ایک نہ پائی گئی تو عامل ناصبہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہوگا۔ اتفاقی مثال مررت بزید فاذا له صوت صوت حمار، دوسری مثال

:مررت بزيد فاذاله صراخ صراخ الثكلیٰ۔
پہلی مثال میں مفعول مطلق کے لئے عامل ناصب یصوت اور دوسری میں یصرخ محذوف ہے

لان یشبهه به امر آخر .

سوال: سوال مقدر کی تقریر یوں کی جائیگی کہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان نسبت کا نام ہے ،جس کی طرفین مشبہ اور مشبہ بہ ہوتی ہے اور متن کی عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مفعول مطلق مشبہ یا مشبہ بہ ہوگا مولانا جامیؒ نے مراد کو معین کر دیا کہ بھائی صاحب مفعول مطلق مشبہ بہ ہوگا۔

دالا علی فعل سے مرادی معنی کا بیان ہے یعنی مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح سے ہو یعنی آلات بدن کا محتاج ہو آگے اس کی احترازی مثال بیان کی لـزیـد زهد زهد الصلحاء ،یہ اس سے خارج ہے کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں۔

قوله: واحترز به :اس جملہ کے بعد میں واقع ہونے والی قید کے فائدے کا بیان، کہ اس سے صوت زید صوت حمار سے احتراز ہو جائیگا کیونکہ یہ جملہ کے بعد واقع نہیں۔

واحترز به سے مولانا جامیؒ نے بمعناه کی قید کا فائدہ بیان کیا بمع مثال احترازی کہ بمعناه کی قید سے بزید فاذا له ضرب صوت حمار خارج ہو جائی گی۔ کیونکہ اس مثال میں باقی تمام قیود اگر چہ پائی جاتی ہیں، لیکن یہ قید کہ وہ جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو، کہ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور یہ ہم معنی نہیں کیونکہ فـاذا لـه ضـرب یہ جملہ ضرب پر مشتمل ہے اور ضرب صوت کے ہم معنی نہیں، اور لفظ علی نکال کر حاصل عطف کا بیان کہ صاحب کا عطف ہے اسم پر، ای صاحب ذالك الاسم ضمیر کے مرجع کا بیان۔

قولـه: ای الذی قام به معناه صاحب الاسم کے معنی مرادی کا بیان ہے کہ صاحب الاسم سے مراد یہ ہے کہ وہ جملہ ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس اسم کا معنی قائم ہو جس پر جملہ مشتمل ہو۔

قوله: احترزبه مثال احترازی، جو کہ مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار ہے۔اس لئے کہ جملہ مشتمل ہے صوت والے اسم پر اور جملہ میں ضمیر کا مرجع بلد ہے اور بلد کے ساتھ صوت کے معنی کا قیام نہیں ہوسکتا۔

قوله: من صات الشئ صوتا : جس طرح حاصل بالمصدر بمعنی آواز کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح آواز گردن کے بھی استعمال ہوتا ہے۔اور مثال مطابقی میں استعمال دوم ہی کے اعتبار سے مستعمل ہے۔ پہلی مثال: مررت به فاذا له صوت صوت حمار دوسری مثال: مررت به فاذا له صراخ صراخ الثكلیٰ کہ گزرا میں اس کر پاس اچانک اس کے لئے رونا اور چلانا تھا مثل رونا چلانا بچہ گم کردہ عورت کے،ایک مثال مفعول مطلق نکرہ کی ،ایک مثال معرفہ کی۔

قال الماتن **ومنها ماوقع مضمون جملة لامحتمل لها غيره**

غیرہ مقام خامس اور ضابطہ خامسہ کا بیان،اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جو مفعول کے لئے مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ اور لب لباب اور ماحصول واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ دوسرے کسی چیز کا بالکل احتمال ہی نہ ہو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسا حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

قوله: فاعترافا : کہ اعترافا لہ علی الف درھم والی جملہ کا خلاصہ اور ماحمل اور لب لباب ہے اور اس جملہ میں اس اعتراف کے علاوہ،یا غیر کا بالکل احتمال ہی نہیں۔ویُسمّی اصطلاح کا بیان،اور اصطلاح میں اس مفعول مطلق کو تاکید نفسی کہا جاتا ہے۔

قوله: لانه انما يؤكد وجہ تسمیہ کا بیان :یہاں مؤکد بالفتح اور مؤکد بالکسر کے درمیان اتحاد ہی اتحاد ہے یہاں تک کہ مغائرۃ اعتباری بھی نہیں اس لئے اس کا نام تاکید لنفسہ رکھدیا گیا،بخلاف ضابطہ آتیہ کے کہ اس میں مؤکد بالفتح اور مؤکد بالکسر کے درمیان مغائرۃ اعتباری موجود ہے۔

قال الماتن ومنها ما وقع تفصيلا لمضمون جملة لها محتمل غيره ضابطہ سادسہ کا بیان۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ، لب لباب واقع ہو اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ غیر کا بھی احتمال ہو تو ایسے مقام میں بھی عامل مفعول مطلق فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہوگا۔

مثال مطابقی جیسے زید قائم حقاً۔

قوله: ای احق حقا عامل ناصب فعل محذوف کا بیان کہ حقا مفعول مطلق ہے جس کے لئے احق حقا فعل محذوف ہے اور مولانا جامیؒ نے من حق یحق سے اشارہ کر دیا کہ یہ مجرد سے ہے بمعنی اثبات کے۔ کہ حقا مفعول مطلق ہے جو کہ زید قائم کے جملے کے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب ہے کہ زید قائم والا جملہ حق کے علاوہ غیر حق کے یعنی باطل کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں احتمال صدق اور کذب ہوا کرتا ہے۔

قوله: ويسمى کہ اس مفعول مطلق کو اصطلاح میں تاکید لغیرہ کہا جاتا ہے۔

قوله: لانه من حيث سے وجہ تسمیہ کا بیان: تاکید کے منافی مغایرت حقیقی ہے اور وہ یہاں مؤکد بالفتح اور مؤکد بالکسر کے درمیان پائی نہیں جاتی بلکہ یہاں تو مغائرۃ اعتباری پائی جاتی ہے جو کہ تاکید کے منافی نہیں اور یہ مغائرۃ اعتبار یہ اس طرح ہے کہ مثال مذکور مؤکد بالکسر منصوص علیہ بلفظ المصدر ہے اس میں حق کے علاوہ کذب اور باطل کا بلکل احتمال نہیں، کیونکہ حقا مفرد ہے اور مفرد میں صدق اور کذب کا احتمال نہیں ہوا کرتا لہٰذا احق جو حقا کا مدلول ہے وہ مؤکد بالکسر ہے جس میں غیر حق کا بلکل احتمال نہیں اور جبکہ مؤکد بالفتح منصوص علیہ بلفظ الجملہ ہے جو کہ جملہ کا مضمون ہونے کی وجہ سے حق کے ساتھ ساتھ غیر حق کا بھی احتمال رکھتا ہے، لہٰذا خلاصہ یہ ہوا کہ مغائرت اعتباری یوں ہے کہ مضمونِ جملہ میں جس طرح کذب وصدق احتمال دونوں کا ہے لیکن مؤکد بالکسر میں جو حق ہے وہ احتمال سے خالی ہے لہٰذا مؤکد تو موصوف بوصف الاحتمال ہے لیکن مؤکد موصوف بوصف الاحتمال نہیں اسی تغائر اعتباری کی وجہ سے اس کا نام تاکید

لغیرہ رکھا ہے۔

قوله: ويحتمله سے مولانا جامیؒ نے دوسرا جواب دیا، کہ لام صلہ نہیں بلکہ لام اجلیہ ہے اب حاصل معنی یہ ہوگا، تاکید اپنی ذات کی غیر کی وجہ سے تاکہ غیر مندفع ہو جائیں، اس صورت میں تو تاکید اپنی ذات کی ہو جائیگی غیر کی وجہ سے تاکیدِ غیر کا ازالہ ہو جاتا ہے غیر کی تاکید نہیں۔

قوله: وعلى هذا تاکید لغیرہ میں لام اجلیہ قرار دیا جائے تو اس صورت میں تاکید لنفسہ میں بھی لام صلہ کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ لام اجلیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ تاکید اپنی ذات کی وجہ سے تاکید کہ تکرار کی وجہ سے تقرر ہو جاتے لہٰذا تقابل باقی رہا۔

قال الماتن منها ماوقع مثنى مثل لبيك ضابطہ سالع کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورۃ پر تکثیر، تکرار کے بتلانے کیلئے واقع ہو اور فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔ مثال مطابقی: جیسے لبيك و سعديك۔

اى على صيغة التثنيه :مراد یہ ہے کہ وہ تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہو، تکرار بتانے کے لئے ہو۔

قوله: ثم ارجع البصر كرتين : میں کرتین مفعول مطلق تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہے جس سے مقصود تکثیر و تکرار بتلانا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا عامل ناصب ارجع مذکور ہے محذوف نہیں۔ اس قاعدہ میں ایک اور قید معتبر ہے وہ یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو، اور آیت کریمہ میں مفعول مطلق فاعل یا مفعول مطلق کی طرف مضاف نہیں ہے۔

فى جعل المثال : کہ مثال کو قاعدہ کا تتمہ قرار دینا سراسر تکلف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً قاعدہ قیود کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد قاعدہ کی توضیح کے لئے مثال کو پیش کیا جاتا ہے۔

قوله: اصله الب لک البابین عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

قوله: ای اقیم حاصل معنی کا بیان ہے، کہ میں تیری خدمت کیلئے امتثال امر کیلئے کھڑا رہوں گا ، کھڑا رہنا پے در پے اور اپنی جگہ سے ہٹوں گا نہیں۔

قوله: فحذف الفعل : اس کا حاصل یہ ہے کہ الب فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو لک البابین باقی رہیگا پھر مصدر سے زوائد یعنی الف ،ہمزہ مکسورہ کو حذف کر کے ثلاثی مجرد میں لے گئے پھر لک سے لام حرف جار کو حذف کر دیا، تو ک (کاف) باقی رہ گیا پھر مصدر کو اس کاف کی طرف مضاف کر دیا جس سے نون تثنیہ کا گر گیا تو لبیک ہو گیا۔

قوله: ویجوز ان یکون احتمال آخر اور توجیہ ثانی کا بیان، کہ لب بالمکان مجرد سے مشتق ہو لیکن یہ بھی یاء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس لئے الب کے معنی میں ہی ہے باقی تاویل وہی ہوگی، البتہ مصدر سے زوائد حذف نہیں کرنے پڑیں گے۔

قوله: بمعنی اعنیک حاصل المعنی کا بیان، اس کا حاصل یہ ہے کہ میں تیری مدد کرتا ہوں بار بار مدد کرنا، اس مثال مذکور کی توجیہ پہلی مثال کی توجیہ پر قیاس کر لینا چاہئے ، یعنی سعد یك اصل میں تھا اسعد ك اسعادین ۔

قوله: الا ان اسعد سے دونوں مثالوں کے درمیان فرق کا بیان، جس کا حاصل یہ ہے کہ اسعاد متعدی بنفسہ ہے اور الباب متعدی بالواسطہ ہے لام سے، اسی لئے مصنف نے دو مثالیں دی ہیں تا کہ فرق پر تنبیہ ہو جائے۔

قال الماتن　المفعول به هو ما وقع عليه فعل الفاعل

مصنف مفعول مطلق کی بحث سے فراغت کے بعد مفعول بہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ ایسی چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، یعنی فاعل کے فعل کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر ہو خواہ تعلق ایجابی ہو یا سلبی ہو، ان مرید وقوع حسی ہو یا حکمی اور آن مرید کہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی ہو۔

قوله: ولم يذكر الاسم : ماسبق پر اکتفاء کرتے ہوئے یہاں عبارت میں لفظ اسم کوذکر نہیں کیا۔

قوله: المراد بوقوع الفاعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: کہ مفعول بہ کی تعریف مذکور جامع نہیں کیونکہ ماضربت زید پر صادق نہیں آتی۔اس لئے کہ یہاں فعل کا وقوع نہیں بلکہ فعل کے وقوع کی نفی ہے۔

جواب: یہاں وقوع سے مراد تعلق ہے عام ازیں تعلق سلبی ہو یا ایجابی، اور ماضربت زیداً میں تعلق سلبی موجود ہے۔

اور وقوع سے مراد مطلق تعلق نہیں بلکہ ایسا تعلق ہے جو حرف جار کے واسطے کے بغیر ہو۔

قوله: فانهم يقولون : اس پر قرینہ نحاۃ کا عرف ہے کیونکہ نحویوں حضرات کے اپنے عرف میں ضربت زیدا میں تو فاعل کے فعل کے تعلق کو وقوع کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، لیکن مررت بزید میں فاعل کے فعل کے تعلق کو وقع کے ساتھ تعبیر نہیں کرتے بلکہ تلفظ کا اطلاق وقوع پر اسطرح کرتے ہیں اور مررت بزید میں تلفظ سے کا اطلاق کرتے ہیں۔اس لئے معلوم ہو گیا کہ وقوع سے خاص تعلق مراد ہے جو بغیر واسطہ حرف جار کے ہو۔

قوله: فخرج به سے مولانا جامیؒ وقع علیہ فعل الفاعل کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے باقی چار مفاعیل میں سے تین مفعول یعنی مفعول فیہ، معہ، لہ خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ان پر فاعل کے فعل کا وقوع نہیں ہوتا۔

قوله: والمفعول المطلق : مفعول بہ اور فاعل کے درمیان مغایرت ہوتی ہے بخلاف مفعول مطلق کے، اس میں مغایرت نہیں ہوتی بلکہ مفعول مطلق اور فعل کے درمیان تو اتحاد ہوتا ہے۔

قوله: والمراد بفعل الفاعل سوال مقدر کا جواب۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف مذکور پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں، اس لئے کہ ضُرِبَ زیدٌ

میں زید پر صادق آتی ہے کہ زید کے ساتھ ضُرِبَ کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر کے ہے حالانکہ ضرب زید میں زید مفعول بہ نہیں بلکہ مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے۔

جواب: فاعل کے فعل سے مراد ایسا فعل ہے جو عبارت اور لفظوں میں فاعل کی طرف مسند ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کی پیش کردہ مثال میں فعل مجہول کا فاعل کی طرف اسناد نہیں۔

قوله: ولایشکل سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اس جواب سے تو لازم آتا ہے کہ اعطی زید درھما کی ترکیب میں درھما مفعول بہ نہ ہو، کیونکہ اس مثال میں اُعْطِیَ کی نسبت فاعل مسند کی طرف نہیں، حالانکہ درھما یقیناً مفعول بہ ہے۔

جواب: فعل فاعل میں فاعل میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی اور اُعْطِیَ زیدٌ درھماً کی ترکیب میں فعل کی نسبت فاعل حکمی کی طرف ہے لہٰذا اس پر ہماری تعریف صادق آجائیگی۔ کیونکہ زید مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے جو کہ فاعل حکمی ہوا کرتا ہے۔

قوله: وبما ذکرنا سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اگر صاحب کافیہ مفعول بہ کی تعریف میں صرف اتنا کہہ دیتا، المفعول به ما وقع علیه الفعل تو اسمیں اختصار بھی تھا اور مقصود بھی حاصل ہو جاتا اس لئے کہ الفعل سے فاعل خود بخود سمجھا جاتا کیونکہ کوئی فعل بھی بغیر فاعل کے ممکن ہی نہیں۔

جواب: اسطرح عبارت ذکر کرنے سے اختصار ضرور ہو جاتا لیکن فاعل کے اندر تعمیم نہ ہو سکتی حالانکہ مقصود فاعل کی تعمیم بھی بیان کرنی ہے تا کہ اعطی زید درھما جیسی ترکیبیں داخل ہو جائیں۔

قال الماتن **وقد یتقدم علی الفعل**

صاحب کافیہ نے مفعول بہ کی تعریف کے بعد مفعول بہ کے احکام میں سے ایک حکم بیان کیا ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ اکثر اولیٰ تو یہی ہے کہ مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو لیکن کبھی کبھی فعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے۔

لقوة الفعل: علت کا بیان ہے۔ فعل اور شبہ فعل عمل میں قوی ہیں اور عامل قوی جس طرح مفعول بہ مؤخر میں عمل کرسکتا ہے اسی طرح مفعول بہ مقدم میں بھی عمل کرسکتا ہے۔

قوله: اما جوازا تقدیم میں تعمیم ہے جوازی ہو یا وجوبی۔

ب دفع دخل مقدر۔

سوال: من البر ان تكف لسانك اس میں مفعول بہ کی تقدیم جائز ہی نہیں تو ماتن صاحب کا وقد یتقدم کہنا صحیح نہیں۔

جواب: مفعول کا مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ کوئی مانع موجود نہ ہو اور مثال مذکور میں مانع موجود ہے۔

قال الماتن: وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازا صاحب کافیہ ایک اور حکم بیان کر رہے ہیں، مفعول بہ کے عامل ناصب کا قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف دو طرح کا ہوتا ہے

(۱) وجوبی۔ (۲) جوازی۔ ایسے شخص کے جواب میں زیداً کہہ دیا جائے جو یہ سوال کرے من اضرب اور حذف وجوبی چار مقامات میں ہوتا ہے۔

قوله: مقالية او حالية قرینہ میں تعمیم ہے خواہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو جیسے صرف مكة کہا جائے اس شخص کو جو مکہ کی طرف متوجہ ہو اس میں مفعول بہ ہے جس کا فعل محذوف ہے ترید ای ترید مكة قرینہ اس کی حالت ہے۔

قوله: تخصيصها بالذكر سوال مقدر کا جواب۔

سوال: کہ مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حصر کے مواضع اربعہ میں تخصیص بالکل صحیح نہیں کیونکہ باب اغراء میں مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے اخاك الحج الصلوة۔ یعنی الزم اخاک، الزم الصلوۃ، الزم الحج۔ نیز جب مفعول نہ بناء بر مدح یا ترحم یا ذم کے ہو تو مفعول بہ کے عامل کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے الحمد لله الحميد، یہ مدح کی

مثال ہے۔ترحم کی مثال :مررت بزید المسکین ۔

اور ذم کی مثال: جاء نی زید الجاجر۔

جواب: مواضع اربعہ کی تخصیص حصر کے لئے نہیں بلکہ کثرۃ مباحث کے اعتبار سے ہے کہ مباحث کثیرہ کا تعلق صرف ان ہی مواضع اربعہ کے ساتھ ہے۔

قال الماتن الاول سماعی نحو امرا ونفسه :

صاحب کافیہ نے مواضع اربعہ کی تفصیل کرتے ہوئے موضع اول کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلا مقام سماعی ہے اور باقی تین قیاسی ہیں۔

قوله: مقصور علی السماع : حذف وجوبی سماعی کے معنی کا بیان ہے۔ کہ حذف وجوبی سماعی کا معنی یہ ہے کہ جن امثلہ محدود معدودہ حذف العامل مسموع من العرب ہوان ہی میں حذف کیا جائے اوران جیسی دوسری مثالیں قطعاحذف نہیں ہوں گے۔

قوله: اترک امراء ونفسه عامل محذوفہ کا بیان، واؤ عطف کے لئے ہے یاواؤ بمعنی مع کے ہے، سماعیات میں وجوب حذف کی علۃ کثرۃ استعمال ہے اور قرینہ حالیہ ہے۔

قوله: اتیت اهلا عامل ناصب محذوف کا بیان ہے۔

قوله: اولا :احتمال دوم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے اھلا میں دو احتمال بیان کئے ہیں۔(۱)اھلاً مکاناً محذوف کی صفت ہو۔(۲)اھلا بمعنی اہل شخص کے ہو اور جانب کے مقابل میں دونوں احتمالوں پر معنی ظاہر ہے۔

قوله:وطیت عامل محذوف، معنی مرادی کا بیان۔انتھوا عن التثلیث والقصد وا خیراً لکم یعنی تین خداؤں سے رک جاؤ اور اپنے لئے خیر یعنی توحید کا ارادہ کرو۔اتیت اھلاً معنی یہ ہے کہ تو ایسی جگہ میں آیا جو مانوس، آباد ہے۔آباد نہیں، یہ معنی اس وقت ہوگا جب پہلا احتمال ہو معنی مکان کے۔یا دوسرا معنی کہ تو اپنوں میں آیا نہ کہ اجنبیوں میں وطیت سھلا کا معنی تم نے نرم

کوروندانہ کہ سخت زمین کو، مطلب یہ ہے کہ علاقہ تمہارا ہی ہے آپکو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

قال الماتن **الثانی المنادی وھو المطلوب اقبالہ** صاحب کافیہ نے ان مواضع اربعہ میں سے موضع دوم "منادی" کی تعریف کو بیان کیا ہے اور "منادی کی تعریف "منادی ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے کہ اس مسمی کی توجہ کو ایسے حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعــوا کے قائم مقام ہو خواہ توجہ بالوجہ کو طلب کیا جائے یا توجہ بالقلب کو۔ پھر تقدیر توجہ حقیقی کو طلب کیا جائے یا حکمی کو عام ازیں کہ طلب لفظی ہو یا تقدیری ہو۔

قولہ: ای توجھہ : سوال مقدر کا جواب۔

سوال : اقبال لغت میں اعتباری کی نقیض ہے لہٰذا یہ تعریف متوجہ بالوجہ کو مقبل کو شامل نہ ہوگی ، کیونکہ متوجہ بالوجہ میں طلب اقبال سے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے نیز ایسے شخص کی نداء کو یہ تعریف شامل نہیں جو دیوار کے پیچھے ہے اس لئے کہ ایسے شخص سے توجہ بالوجہ ممکن ہی نہیں۔ خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ تعریف مذکور جامع نہیں۔

قال الشارح **بخلاف المندوب** مندوب پر حرف نداء کا ادخال محض تفجع کے لیے ہوتا ہے لہٰذا مندوب المطلوب اقبالہ کی قید سے منادی کی تعریف سے خارج ہو جاتا ہے۔

تفصیل للطلب (۱) یہ مفعول مطلق ہیں باعتبار موصوف محذوف کے اور موصوف محذوف طلب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی طلبا لفظیا او تقدیریا۔

(۲) یہ مفعول مطلق ہیں نائب سے باعتبار موصوف محذوف کے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی نیابت لفظیۃ او تقدیریۃ

(۳) یہ حال ہے اقبالہ کی ہ ضمیر سے اور لفظ بمعنی ملفوظا کے ہے اور تقدیر بمعنی مقدرا کے ہے۔

قال الشارح **وانتصاب المنادی** اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ منادی میں عامل ناصب کیا ہے جس میں تین مذاہب ہے۔

(۱) سیبویہ کا مذہب: سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ منادی مفعول بہ ہوتا ہے جس کا عامل ناصب فعل مقدر ادعو ہوتا ہے جس کو وجوبی طور پر قیاساً حذف کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ فعل ادعو کے قائم مقام حرف نداء ہوتا ہے اب اگر فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کر دیا جائے تو نائب اور منوب عنہ یعنی عوض اور معوض عنہ دونوں کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اس لئے فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کر دیا جاتا ہے اور صاحب کافیہ نے بھی سیبویہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے

(۲) مبرد کا مذہب: منادی حرف نداء کیوجہ سے منصوب ہوتا ہے حرف نداء فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہے۔

(۳) ابوعلی نحوی کا مذہب: کہ منادی حرف نداء کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ حرف نداء اسم فعل ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہوسکتا ہے۔

وعلی المذاهب کلها کہ یا زید مذاہب ثلاثہ کے مذکورہ کے نزدیک بالاتفاق جملہ ہے یعنی جملہ کے مفاد کے لئے مفید ہے لیکن منادی جملہ کے اجزاء میں سے کوئی جزء نہیں چنانچہ سیبویہ کے نزدیک جملہ کی دونوں جزئیں مسند اور مسند الیہ مقدر ہیں یعنی ادعو۔ جملے کی دو جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں۔

اور امام مبرد کے نزدیک ایک جزء حرف نداء قائم مقام فعل کے ہونے کے لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء مسند الیہ فاعل مقدر ہے۔

ابوعلی کے نزدیک جملہ کے جزئین میں سے ایک جزء مسند یا حرف نداء اسم فعل لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء مسند الیہ فاعل اسی یا حرف نداء میں مستتر ہو کر مذکور ہے۔

بہر حال یہ نکلا کہ منادی یعنی زید جملہ کی دونوں جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں۔

قال الماتن **ویبنی المنادی** صاحب کافیہ نے منادی کی اقسام کو بیان کیا ہے۔

جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔(۱) منادی مبنی علی علامت الرفع (۲) منادی

معرب مجرور (۳) منادی مبنی علی الفتح (۴) منادی معرب منصوب۔

اگر منادی مفرد معرفہ ہوتو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔جیسے یازید۔یا رجل ۔یازیدان ۔ یازیدون وغیرہ۔اور اگر منادی پر لام استغاثہ کا داخل ہوتو وہ مجرور ہوگا۔جیسے یازید۔

اور اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ کا لاحق ہو جائے تو وہ منادی مبنی علی الفتح ہوگا جیسے یازیداہ

اور اگر منادی مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور منادی مستغاث بھی نہ ہوتو وہ منادی معرب منصوب ہوگا۔

قال الشارح **فقدم بیان البناء** منادی مبنی علی الرفع اور منادی علی الفتحہ اور معرب مجرور کا بیان قلیل ہے۔بنسبت منادی معرب منصوب کے بیان کے اور قاعدہ یہ ہے کہ قلیل کثیر پر مقدم ہوتا ہے۔

نیز منادی معرب منصوب کے بیان میں اختصار کے حصول کے لیے ایسا کیا ہے تاکہ منادی معرب منصوب کا بیان علی سبیل الاختصار ہو جائے۔

وارجاع الضمیر کہ ضمیر مطلق اسم کی طرف راجع کرنا منادی کیطرف نہ کرنا یہ سیاق کلام کافیہ کے خلاف ہے۔صاحب کافیہ کی گفتگو مطلق اس میں نہیں ہو رہی بلکہ خاص اسم منادی میں ہو رہی ہے۔لہذا ضمیر کو مطلق اسم کیطرف راجع قرار دینا صحیح نہ ہوا۔

وھو کل اسم : مشابہ بالمضاف کی تعریف کا بیان کہ مشابہ بالمضاف ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تام نہ ہو سکے جیسا کہ مضاف کا معنی مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا۔

قال الشارح **وانما بنی المنادی** منای مفرد معرفہ کاف اسمیہ کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔ اور کاف اسمیہ کاف حرفیہ کے ساتھ مشابہ ہے لفظا بھی اور معنا بھی۔ اور کاف حرفیہ مبنی الاصل ہے۔اور کسی اسم کا ایسے اسم کی جگہ اور محل میں واقع ہونا جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو یہ اسم کے مبنی ہونے کے لیے کافی ہے۔

قال الشارح وانما قلنا منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کے لیے اسم مبنی کی جگہ واقع ہونا نہیں۔ بلکہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت ضروری ہے۔ اور مبنی الاصل فعل اور حرف ہے۔ نہ کہ اسم۔ جب کہ یہ کہا جائے کہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب اسمی کی جگہ میں واقع ہونے کی بناء پر کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہے۔ لہذا بالواسطہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہوا لہذا اب منادی مفرد معرفہ کا مبنی ہونا صحیح ہوا۔

کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ یازید اور یارجل یہ دونوں اس مفرد معرفہ کی مثالیں ہیں جو مبنی علی الضم ہیں ان میں سے پہلی مثال یازید نداء سے پہلے معرفہ ہے اور دوسری مثال یارجل نداء کے بعد معرفہ ہے۔ یازیدان یہ اس منادی معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع الف پر مبنی ہے اور یازیدون اس منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع واو پر مبنی ہے۔

قال الماتن ویخفض صاحب کافیہ نے منادی کی قسم دوم معرب مجرور کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث باللام مجرور ہوتا ہے۔

قال الشارح ای بلام تدخله الخ کہ استغاثہ لام کے دخول کا وقت ہوتا ہے۔

اور کہ لام استغاثہ درحقیقت لام جارہ ہی ہے جس کو تخصیص کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث پر لام جارہ اس لئے داخل کیا جاتا ہے تا کہ لام جارہ اس بات پر دلالت کرے کہ فریادرسی کے لیے منادی مذکور ہی اپنے امثال سے مخصوص ہے۔

قال الشارح وانما فتحت لام جار تو مکسور ہوتا ہے منادی مستغاث پر دخول کی صورت میں مفتوحہ کیا گیا ہے تا کہ منادی مستغاث کے محذوف ہونے کے وقت مستغاث لہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ کیونکہ مستغاث لہ پر داخل ہونے والا لام تو مجرور ہوتا ہے اب اگر منادی مستغاث پر داخل ہونے والا لام بھی مجرور ہو تو مستغاث کے محذوف ہونے کی صورت میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ جو مذکور ہے یہ مستغاث لہ ہے یا مستغاث۔ جیسے یاللمظلوم کی مثال میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ مظلوم مستغاث لہ ہے یا مستغاث اس لیے

فرق کرنے کے لیے لام مستغاث کو مفتوح قرار دے دیا۔

قال الشارح ولم یعکس الامر برعکس اس لئے نہیں کیا کہ لام مستغاث کے مفتوح ہونے کا سبب موجود ہے اور وہ مستغاث کا کاف ضمیر کی جگہ میں واقع ہونا ہے۔ کیونکہ ضمیر پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے جیسے لک۔ اور یہ مستغاث لہ میں موجود نہیں۔

فان عطفت علی المستغاث کہ اگر کسی اور سبب سے مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان امتیاز ہو جائے تو پھر مستغاث کے لام کو کسرہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر کسی اسم کا عطف کیا جائے یا کے بغیر مستغاث پر جیسے یالزید ولعمرو کہ عمرو کا لام مکسور ہے۔ اس لیے کہ معطوف اور مستغاث لہ کے درمیان مستغاث پر عطف کیوجہ سے فرق حاصل ہو جائے گا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی اسم کا مستغاث پر عطف کیا جائے یا کے ساتھ تو پھر مستغاث کے لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفتوح پڑھنا واجب ہوگا۔ جس طرح کہ معطوف علیہ کے لام پر فتحہ واجب ہے۔ تو اسی طرح جب معطوف میں لام استغاث اور حرف ندا کا اعادہ کیا گیا ہو تو یہ ایسے ہوگا گویا کہ عطف ہے ہی نہیں۔ اور منادی مستغاث ہے تو اب فرق کرنے کے لیے لام پر فتحہ واجب ہوگئی۔ جیسے لزیدو لعمرو اس صورت میں عمرو کے لام پر کسرہ ہرگز جائز نہیں ہے اور فتحہ واجب ہے۔

قال الشارح وانما اعرب المنادی منادی مستغاث بھی کاف اسمی کی جگہ واقع ہے لہذا جب اس میں علت بنا موجود ہے لیکن لام جارہ اسم کے معظم خواص میں سے ہے جس کے دخول کیوجہ سے منادی مستغاث باللام کی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت اس قدر ضعیف ہوگی کہ یہ موثر فی البناء ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اسی لیے منادی مستغاث باللام کو بناء اصل معرب قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اصل اسماء میں معرب ہونا ہے۔

قیل قد یخفض المنادی مولانا جامی کی غرض ماتن پر وارد ہونے والے دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال اول منادی جس طرح لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید کے ساتھ بھی مجرور ہوتا ہے۔ لام تعجب کی مثال یاللماء یاللدواهی۔ لام تہدید کی مثال یالزید لاقتلن لك سوال مصنف نے لام تعجب اور لام تہدید کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب کہ لام تعجب اور لام تہدید دونوں لام استغاثہ ہیں۔ گویا کہ مهدد مهدد سے استغاثہ کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔ اور یہ اس سے انتقام لے کر اس کی خصومت کے رنج سے راحت پائے۔ اور اسی طرح متعجب بھی متعجب منہ سے استغاثہ کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔ اور یہ اس سے اپنے تعجب کو پورا کرائے اور اس سے چھٹکارا پائے۔

واجيب من لام التعجب: یہ سوال مذکور کا دوسرا جواب ہے کہ جو صرف لام تعجب کے متعلق ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ یا للماء اور یاللدواهی میں ماء اور دواهی منادی نہیں ہیں بلکہ منادی محذوف ہے جو کہ لفظ قوم یا هولاء ہے۔ اور اصل عبارت یوں ہوگی یا قوم اعجبوا للماء وللدواهی منادی کو حذف کر کے متعجب منہ کو قائم مقام کر دیا۔

ولا يخفى عليك جواب ثانی کی تردید۔ کہ آپ کا یہ کہنا کہ لام تعجب کا مدخول منادی نہیں ہوتا اور منادی محذوف ہوتا ہے یہ بات آپ کی تب درست ہوسکتی ہے جبکہ یا للماء اور یاللدواهی میں روایت لام کے کسرہ کے ساتھ ہو۔ حالانکہ روایت لام کے فتحہ کے ساتھ بھی ہے۔ لہذا لام کے مفتوح ہونیکی صورت میں منادی محذوف کا قول کرنا قطعا درست نہیں۔ اس لیے کہ لام کا مفتوح ہونا تو منادی کیوجہ سے ہوتا ہے۔

ويفتح اى يبنى المنادى یفتح سے مراد مبنی برفتحہ ہونا ہے۔ اور ینصب سے مراد معرب منصوب ہونا ہے۔ لہذا کسی ایک کا ذکر کرنا دوسرے کے ذکر کرنے سے مستغنی نہیں کرتا۔

قال الشارح **يفتح لالحاق الفها** منادی مبنی علی الفتحہ یہ منادی کی تیسری قسم کا بیان ہے کہ یہ الف استغاثہ کے الحاق کے وقت منادی مبنی علی الفتحہ ہوگا۔ اس لئے کہ جب منادی

مستغاث پر الف استغاثه کا داخل ہو تو الف تقاضا کرتا ہے اپنے ماقبل کے مفتوح ہونے کا۔

ولا لام فیه لان اللام کہ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو اس وقت اس لام استغاثہ کا داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ لام تقاضا کرتا ہے جر کا اور الف تقاضا کرتا ہے فتحہ کا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جر اور فتحہ دونوں میں منافات ہے۔ اسی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

قال الماتن وینصب ماسواهما صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا منادی منصوب ہوتا ہے۔

قال الشارح ای ینصب بالمفعولیت مولانا جامیؒ کی غرض نصب کے سبب اور جہت کو بیان کرتا ہے۔ مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا ہے منادی منصوب ہوگا مفعول بہ کی بناء پر اور نصب میں تعمیم ہے خواہ نصب لفظی ہو یا تقدیری ہو۔

لان علت النصب کہ معرب منصوب اس لیے ہے کہ نصب کی علت جو مفعولیت ہے۔ وہ اس میں متحقق ہے۔ اور کسی تبدیل کرنے والے نے اسے تبدیل بھی نہیں کیا۔

قال الشارح ماسوا المفرد المعرفه صاحب کافیہ نے تین مثالیں اس لئے کہ ممثل لہ بھی تین تھے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ کے علاوہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قید جو مفرد ہے اس کے انتفاء سے منادی کی دو قسمیں نکل آتی ہیں۔

(۱) منادی مضاف ہو۔ (۲) منادی شبہ مضاف ہو۔ اور دوسری قید معرفہ کے انتفاء سے ایک اور قسم نکل آتی ہے کہ منادی مفرد نکرہ ہو اور دونوں قیدوں کے مجموعہ کے انتفاء سے ایک چوتھی قسم نکل آتی ہے۔ کہ جو مفرد بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو تو کل چار قسمیں ہوئیں۔ اسی وجہ سے صاحب مسلم نے متعدد مثالیں دی ہیں۔

قسم اول منادی مضاف کی مثال: یا عبد اللہ۔ اور قسم ثانی منادی شبہ مضاف کی مثال یا طالعا جبلا اور قسم ثالث منادی مفرد نکرہ کی مثال یا رجلا غیر معین اور قسم رابع کے منادی مفرد

بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو اس کی مثال یا حسنا وجهه ظریفا۔

قال الشارح ولم یورد المصنف صاحب کافیہ نے قسم رابع کی مثال کیوں نہیں دی۔ مولانا جامیؒ نے دو جواب دیتے۔

جواب اول سہل الحصول ہونے کی بنا پر مثال نہیں دی۔ کہ جب مفرد اور معرفہ ان دونوں قیدوں میں سے ہر ایک کا انتفاء مثالوں کے ساتھ واضح ہو گیا تو ان دونوں قیدوں کے انتفاء کا سمجھنا آسان ہو گیا۔

جواب ثانی قسم ثانی کی مثال میں چونکہ قسم رابع کی مثال بننے کا احتمال تھا اسی وجہ سے صاحب کافیہ نے اسی وجہ سے مستقل مثال ذکر نہیں کی۔ وہ اس طرح کہ مثال ثانی یا طالعا جبلا سے معین مراد ہو۔ یہ قسم ثانی کی مثال ہے اور اگر غیر معین ہو تو یہ قسم رابع کی مثال بن جائے گی۔

وهذا الامثلة جس طرح یہ امثلہ منادی مفرد معرفہ کی بنتی ہیں۔ اس طرح یہی امثلہ منادی مستغاث کے ماسوا کی بھی بنتی ہیں۔ جس کی وجہ سے منادی مستغاث کے ماسوا کی مثالیں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قال الماتن وتوابع المنادی المبنی المفردة صاحب کافیہ نے منادی مبنی علی الرفع کے توابع اربعہ (۱) تاکید (۲) صفت (۳) عطف بیان (۴) معطوف معرف باللام کا حکم بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان توابع اربعہ مذکورہ میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ لفظ منادی پر محمول کرتے ہوئے رفع جائز ہے۔ اور محل منادی پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

قال الشارح على ما يرفع به یہاں پر منادی مبنی سے مراد مطلق منادی مبنی نہیں۔ بلکہ اس سے مراد منادی مبنی علی علامت الرفع ہے۔

حقيقتا او حكما مفرد میں تعمیم ہے خواہ مفرد حقیقی ہو یا حکمی۔ مفرد حقیقی اس کو کہتے ہیں جو مضاف باضافت لفظیہ اور مضاف باضافت معنویہ اور شبہ مضاف نہ ہو۔

مفرد حکمی اس کا برعکس ہے۔

وانما قيد المبنى قید اول کا فائدہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے یہ حکم آتی جواز الوجهين۔ کیونکہ منادی کومبنی کے ساتھ مقید کر دیا

وقيد المبنى قید دوم کے فائدہ کا بیان ہے۔ کہ یہ حکم آتی جواز الوجہین منادی مستغاث بالالف کے توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے علی ما يرفع به کی قید کے ساتھ مقید کر دیا

وقيدت التوابع بكونه تیسری قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ توابع کو مفرد کی قید کے ساتھ اس لیے مقید کیا اگر توابع مفرد نہ ہو۔ نہ مفرد حقیقی ہوں اور نہ مفرد حکمی تو وہ مضاف باضافت معنویہ ہوں تو اس میں سوائے نصب کے اور کوئی اعراب جائز نہ ہوگا۔

وانما جعلنا المفردة مفرد میں حقیقی اور حکمی کی تعمیم کے فائدہ کو بیان کیا ہے۔ کہ اس تعمیم سے مضاف باضافت لفظیہ اور شبہ مضاف اس حکم میں داخل ہو جائیں گے۔ کہ ان پر بھی دونوں وجہ رفع اور نصب جائز ہوں گی۔

ولم يجر الحكم الآتي چونکہ حکم آتی جواز الوجہین کل توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے صاحب کافیہ بعض توابع کو بیان کیا اور بعض کو نہیں اور پھر بعض توابع میں مقید بالقید جاری ہوتا تھا۔ اس لیے ان بعض کو مقید بالقید کیا ہے۔ اور بعض توابع میں علی الاطلاق جاری ہوتا تھا۔ اس لیے اس قید کو ذکر نہیں کیا۔

وقد يجوز اعرابه مولانا جامیؒ نے اغلب کی قید اس لیے لگائی کہ بعض کے نزدیک تاکید لفظی کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ متبوع کے لفظ پر عمل کرتے ہوئے رفع اور محل پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

وكان المختار ان المصنف مصنف ماتنؒ کے نزدیک تاکید لفظی کا یہی حکم جواز الوجہین مختار تھا اس لیے معنوی کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

والصفة مطلقا کہ خواہ وہ صفت معرف باللام ہو یا معرف باللام نہ ہو اس کے لیے یہی حکم ہے۔

حملا لفظ علی متعلق ہے حملا مقدر کے اور وہ حملا ترفع کا مفعول لہ ہے۔ جس کا حاصل معنی یہ ہوگا۔ کہ توابع مذکورہ کو رفع دیا جائے گا بوجہ محمول ہونے توابع مذکورہ کے منادی کے لفظ پر اور یہ معنی بالکل صحیح ہے۔

لان الحق تابع المنادی المبنی نصب علی محلہ کی علت کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ محل پر اس لیے محمول کیا جائے گا کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو۔ اور وہ یہاں پر مفعولیت کی بنا پر منصوب المحل ہے لہذا تابع پر نصب ہو گا۔

یاتیم اجمعون واجمعین یہ مثال یا تیم اجمعون و اجمعین تاکید معنوی کی ہے۔

واقتصر علی مثالها مصنف نے صفت کی مثال پر اس لیے اکتفاء کیا کہ یہ مشہور ہے اور کثیر ہے۔

عطف بیان کی مثال۔ یا غلام بشر و بشرا اور معطوف معرف باللام کی مثال جیسے یا زید والحارث والحارث والخلیل فی المعطوف۔

قال الماتن والخلیل فی المعطوف وہ معطوف بالحرف جس پر حرف یا کا دخول ممتنع ہو۔ یعنی معطوف معرف باللام میں جمہور کے نزدیک رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ اور یہی مذہب ہے امام خلیل اور ابو عامر کا۔ البتہ ان کا اختلاف اولویت اور مختار ہونے کے بارے میں ہے۔ امام خلیل کے نزدیک ایسے معطوف میں رفع مختار ہے اور ابو عامر کے نزدیک نصب مختار ہے۔

قال الشارح مع تجویزه النصب یہاں اختیار بمعنی ترجیح کے ہے یعنی امام خلیل

صاحب نصب کا جائز رکھتے ہوئے رفع کو راجح قرار دیتے ہیں۔

لان المعطوف بحرف: سے امام خلیل کی دلیل۔ کہ معطوف حقیقت میں منادی مستقل ہوتا ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس پر منادی مستقل کے احکام جاری ہونے چاہئے اور منادی مستقل پر ضمہ ہوتا ہے تو اس پر بھی ضمہ ہونا چاہئے ہاں البتہ اس پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے

اسی وجہ سے منادی مستقل کی پوری پوری رعایت تو نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ مبنی علی علامت رفع ہوتا ہے جب کہ یہ معرب مرفوع ہوگا۔

فانه کما امتنع فیه : ابو عامر کی دلیل کا بیان ہے۔ کہ معرف باللام ہونے کیوجہ سے منادی مستقل ہرگز نہیں بن سکتا اور جب منادی مستقل ہونے کی حیثیت ختم ہو چکی ہے تو محل کے تابع ہونے کی حیثیت ہی باقی ہے اور منادی مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے۔ اور محل مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر نصب پڑھنا اولی ہے۔

قال الماتن وابو العباس ان کان کالحسن صاحب کافیہ ابو العباس کا محاکمہ ذکر کر رہے ہیں۔ اس محاکمہ حاصل یہ ہے کہ اگر معطوف مذکور الحسن کے مثل ہے یعنی اس سے الف لام جا ہو سکتا ہے تو خلیل کا مذہب مختار ہے۔ اس لیے کہ جب اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہے تو اس سے لام کو دور کر کے منادی مستقل بنانا جائز ہے لہذا اس کا حکم منادی مستقل کا ہوگا اور اگر معطوف مذکور الحسن کی طرح نہ ہو۔ یعنی اس کا الف لام حذف نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر ابو عامر کا مذہب مختار ہے۔ کیونکہ جب الف لام حذف ہی نہیں ہو سکتا تو منادی مستقل ہونے کی حیثیت بالکل مفقود ہو چکی ہے۔ لہذا اس میں منادی کے تابع ہونے کی حیثیت سے نصب پڑھنا مختار ہے۔

ای فابو العباس فکالخلیل بھی جملہ ہے۔ کہ اس کے لیے مبتداء محذوف ہے ابو العباس اور یہ ضمیر ہے۔ لہذا اس کا جزاء بننا بالکل درست ہے۔

قال الشارح مثل الخليل یہ کاف حرفی نہیں بلکہ یہ کاف اسمی بمعنی مثل کے ہے لہذا خبر بننا درست ہوا۔

قال الشارح بالاضافة الحقیقیه مضاف سے مراد مضاف باضافت حقیقیہ ہے۔ مضاف باضافت حقیقیہ ایسے مضاف کو کہا جاتا ہے جو مضاف باضافت معنویہ ہو۔

لانها اذا وقعت کہ ان توابع مضاف پر نصب کیوں ہے۔ اگر یہ توابع مذکورہ یعنی مضاف باضافت حقیقیہ خود منادی ہوں۔ تو وجوبی طور پر منصوب ہوتے ہیں لہذا جب یہ توابع ہو کر مضاف ہیں تو ان پر نصب پڑھنا بطریق اولی واجب ہوگا اس لیے کہ منادی مستقل علت بناء موجود تھی اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ تھی اور تابع ہونے کی صورت میں وہ علت ضعیف بھی باقی نہ رہی۔

قال الماتن والبدل والمعطوف غیر ماذکر حکمه صاحب کافیہ بدل اور معطورف معرف باللام کا حکم کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب منادی مفرد معرفہ کا تابع بدل واقع ہو عام ازیں کہ بدل کل ہو یا بدل البعض وغیرہ اور اسی طرح جس وقت منادی مفرد کا تابع ایسا معطوف بالمعرف ہو جس پر حرف ندا کا داخل کرنا جائز نہ ہو تو ان دونوں توابع کا حکم منادی مستقل والا ہے۔

الذی باشره منادی مستقل سے مراد وہ منادی ہے جس پر حرف ندا داخل ہو اور بدل ومعطوف پر حرف ندا داخل نہیں ہوتا۔ ل

وذلک لانها البدل بدل مقصود بالذات ہوتا ہے۔ اور مبدل منہ توفقط بطور تمہید کے بدل کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ لہذا اصل وحقیقت میں منادی بدل ہو نہ کہ مبدل منہ اسی وجہ سے بدل کو منادی مستقل والا حکم دے دیا گیا ہے۔ اور معطوف معرف بللام کو منادی مستقل والا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔ کہ حرف عطف حرف ندا کے قائم مقام ہے۔ جس پر حرف ندا کے دخول پر کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے لہذا اس میں حرف ندا مقدر ہوا اور جب حرف ندا مقدر ہو تو وہ منادی مستقل ہوتا ہے لہذا اس کو منادی مستقل کا حکم دیا گیا ہے۔

مطلقا ای : کہ مطلقا حال ہے حکمۃ کی ہ ضمیر سے۔ تفصیل کے لیے ضوابط نحویہ کو دیکھیے۔

غیر مقید بحال : جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل اور معطوف معرف باللام کا حکم مستقل منادی کے حکم کی طرح ہوتا ہے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں ہے کہ توابع مضاف ہوں یا مفرد ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں۔ ہر حال میں یہی حکم ہے۔

بدل کی مثالیں (۱) بدل مفرد غیر مضاف کی مثال یا زید عمروا (۲) بدل مضاف کی مثال یا زید اخاعمروا (۳) بدل شبہ مضاف کی مثال یا زید طالعا جبل ۔(۴) بدل نکرہ کی مثال یا زید رجلاصالحا ۔ معطوف مذکور کی مثالیں۔(۱) مفرد کی مثال یازیدو عمروا (۲) معطوف مضاف کی مثال یا زید واخا عمرو (۳) معطوف شبہ مضاف کی مثال یازید وطالعاجبلا (۴) معطوف نکرہ کی مثال یا زید و رجلا صالحا۔

قال الماتن العلم الموصوف بابن یہ ضابطہ ماقبل کی قانون سے بطور استثناء کے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ مبنی علی الضم پڑھا جائے گا۔ یہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ کہ وہ علم جو موصوف ہو جس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو اور وہ لفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو اس صورت میں ایسے منادی مفرد معرفہ پر رفع اگرچہ جائز ہے لیکن فتحہ پڑھنا مختار ہے۔

ای العلم المنادی علم سے مراد مطلق علم نہیں بلکہ علم منادی مراد ہے

المبنی علم منادی سے مراد علم مبنی ہے۔ اوریا عبداللہ ابن عمرو پر نصب واجب ہے اس لئے کہ عبداللہ معرب ہے مبنی نہیں۔

علی الضم علم منادی مبنی سے مراد مبنی علی الضم ہے۔ اوریا زید اه ابن عمرو میں زیداہ مبنی علی الفتحہ ہے۔

مجردعن التا لفظ ابن میں تعیم ہے۔ خواہ مجرد عن التاء ہو یا ملحق بالتاء ہو

بلامتخلل واسطة اس قاعدہ کے لیے ایک اور شرط بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ علم موصوف اور

لفظ ابن صفت کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ اور یا زید الظریف ابن عمرو مثال میں الظریف کا فاصلہ موجود ہے۔

فکل علم یکون : مولانا جامیؒ اس قاعدہ مذکورہ کا حاصل بیان کر رہے ہیں۔ کہ ہر وہ علم جو موصوف ہو لفظ ابن یا ابنة کے ساتھ اور وہ مضاف ہو دوسرے علم کی طرف تو اس میں ضمہ بھی جائز ہے۔ لیکن فتحہ مختار ہے۔

لکثرۃ وقوع المنادی : فتحہ کے مختار ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہو منادی جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں اس کا وقوع کلام عرب میں کثیر ہے اور کثرت استعمال کے مناسبت تخفیف ہے۔ اور تخفیف کے مناسب فتحہ ہے۔ اس لیے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ لہذا نحویوں نے اس کو فتحہ کے ساتھ مخفف کر دیا۔ جو کہ منادی کی حرکت اصلی ہے مفعول بہ ہونے کیوجہ سے۔ اور کسرہ سے اگر چہ تخفیف حاصل ہو جاتی لیکن حرکت کسرہ حرکت اصلیہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ منادی مفعول بہ ہونے کی بناء پر کسرہ سے آ بی ہے۔

قال الماتن واذا نودی المعرف باللام صاحب کافیہ یہ قاعدہ بھی ماقبل سے بطور استثناء کے ہے۔ قاعدہ کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب معرف باللام کی نداء کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور منادی معرف بلام کے درمیان ای اور اية مع ھائے تنبیہ کا فاصلہ یا ھذا اسم اشارہ کا فاصلہ لانا ضروری ہے تا کہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے یا ایھا الرجل اور یا ھذا لرجل۔

مثلا بحسب اللفظ یا ایھا الرجل کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔

قال الماتن والتزموا رفع الرجل یہ عبارت بھی ماسبق سے بطور استثناء کے ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال ماقبل میں آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے۔ کہ منادی مفرد معرفہ کا تابع صفت مفرد ہو۔ تو اس کا حکم ترفع علی لفظہ و تنصب علی محلہ ہے۔ لیکن یا ایھا الرجل میں الرجل

تابع صفت مفرد ہے۔اس پر رفع پڑھنا واجب ہے۔اور نصب جائز ہی نہیں۔

جواب یا ایھا الرجل میں الرجل حقیقت کے اعتبار سے منادی ہے۔کیونکہ یہی مقصود بالنداء ہے۔اور ایھا کو تو صرف فاصلہ کے لیے لایا گیا ہے۔

یعنی العرب واو ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح **مثلاً** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تقریر گزر چکی ہے۔

لتکون حرکاته : کہ رفع کا التزام اس لیے کیا گیا ہے تا کہ اس کی حرکت اعرابیہ یعنی رفع حرکت بنائیہ یعنی ضمہ کے موافق ہو جائے جو کہ منادی کی علامت ہے۔اور یہ حرکت اعرابیہ دلالت کرے گی اس کے مقصود بالنداء ہونے پر۔

قال الماتن **وتوابعه** صاحب کافیہ اس عبارت میں بھی ماقبل سے بطور استثناء یک مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جس سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ماقبل میں اپ نے کہا کہ یا ایھا الرجل میں الرجل منادی ہے اب اس کی صفت العالم ذکر کی جائے اور یوں کہا جائے۔ یا ایھا الرجل العالم تو العالم میں دو وجہ جائز ہونی چاہیے۔اس لیے کہ منادی کی صفت ہے۔حالانکہ العالم پر رفع متعین ہے۔

جواب جواز الوجھین منادی مبنی کے توابع میں ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں الرجل منادی معرب ہے اور یہ بات ظاہر ہے منادی معرب کے توابع جواز الوجھین ہرگز نہیں ہو سکتی

والتزام رفع توابع : حاصل عطف کا بیان ہے۔کہ نحویوں نے الرجل کی توابع پر رفع کا التزام کیا ہے۔خواہ وہ توابع مضاف ہوں یا مفرد جیسے یا ایھا الرجل الظریف و یھا ایھا الرجل ذو المال کہ الرجل کے توابع پر رفع اس لیے لازم ہے۔کہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں۔اور جواز الوجھین منادی مبنی کے توابع میں ہوتا ہے۔

قال الماتن **وقالوا یاالله خاصة** یہ عبارت بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔جس

میں ایک مسئلہ ماقبل سے بطور استثناء کے بیان کیا گیا ہے۔

سوال آپ نے ماقبل میں ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ کہ جب معرف باللام کے درمیان فاصلہ لانا ضروری ہے۔ لیکن یا اللہ میں تو لفظ اللہ معرف باللام پر بغیر فاصلے کے یا داخل ہو جاتا ہے۔ جس میں دو آلہ تعریف کا جمع ہونا لازم آتا ہے۔

جواب یا اللہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہو کر ایک اور قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں الف لام عوض بھی ہو اور کلمہ کو لازم بھی ہو۔ تو اس کلمہ پر حرف ندا کا بلا واسطہ داخل کرنا جائز ہے۔ جیسے یا اللہ کہ اس میں الف لام عوضی بھی ہے۔ اور لازمی بھی۔

لان اصله الاله: مولانا جامیؒ کی غرض لفظ اللہ کے لام کے عوض اور لازمی ہونے کو بیان کرنا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے لفظ اللہ کا اصل الـٰـه تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض لام کو لایا گیا ہے اور یہ لام اس کو لازم بھی ہے۔ چنانچہ وسعت کلام میں لاہ کہنا جائز نہیں ہے۔

واما مثل النجم النجم اور الصعق ان کا لام اگرچہ لازمی تو ہے لیکن عوضی نہیں۔ جس کی وجہ سے بلا واسطہ حرف ندا کا دخول جائز نہیں۔

واما النـاس وان كانت الناس کا لام اگرچہ عوضی تو ہے لیکن لازمی نہیں یہی وجہ ہے کہ وسعت کلام میں ناس کہا جاتا ہے۔ لہذا جب لام لازمی نہ ہوا تو بلا فاصلہ حرف نداء کا دخول کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ولعدم جريانه یا التی تیمت قلبی میں التی کا لام لازمی تو ہے لیکن عوضی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بلا فاصلہ حرف نداء داخل ہونا اسی وجہ سے نحویوں نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے۔

وفى الغلامان شاعر کے قول فیا الغلامان میں الغلامان کا لام نہ لازمی ہے اور نہ ہی عوضی لیکن پھر بھی حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہونا اسی وجہ سے نحویوں نے اس پر اشد شذوذ کا حکم لگایا ہے۔

قال الماتن ولك فی مثل یا تیم تیم عدی صاحب کافیہ سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔اور یہ بھی ماقبل سے بطور استثناء ایک مسئلہ کا بیان ہے۔

سوال آپ نے ماقبل میں یہ قاعدہ کیا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔حالانکہ یا تیم تیم عدی جیسی امثلہ میں منادی مفرد معرفہ پر ضم اور نصب دونوں جائز ہیں۔

جواب یہ ماقبل کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔جس کے لیے علیحدہ قانون ہے۔

ای فی ترکیب: صاحب کافیہ نے لفظ مثل سے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مولانا جامیؒ اس کو صراحتا بیان کررہے ہیں۔کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں منادی صورتا مکرر ہو۔اور ثانی کے بعد مضاف الیہ واقع ہو۔

اما الضم فی الاول : کہ ضمہ کا جائز ہونا منادی مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الرفع ہوتا ہے۔اور نصب کا جائز ہوتا وہ مضاف ہونے کیوجہ سے ہے۔ کہ وہ مضاف ہے عدی مذکور کی طرف۔

وتیم ثانی اگر تیم اول عدی کی طرف مضاف ہے۔تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ بیشک ہے لیکن فاصلہ بالاجنبی نہیں ہے۔اس لیے کہ تیم ثانی تاکید ہے اور تاکید موکد کا عین ہوتی ہے۔یہ مذہب سیبویہ کا ہے تیم اول مضاف ہے عدی مذکور کیطرف۔

امام مبرد کا مذہب یہ ہے۔یہ تیم اول۔پر نصب اس لیے جائز ہے کہ یہ عدی محذوف کی طرف مضاف ہے۔جس پر قرینہ عدی مذکور ہے۔اصل میں تھا یا تیم عدی تیم عدی

سرافی کے نزدیک۔تیم اول پر نصب کے بجائے فتحہ کو جائز قرار دیا اسلیے کہ تیم اول مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور تیم ثانی عدی مذکور کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔اور تیم ثانی کی اتباع کرتے ہوئے تیم اول پر فتحہ جائز ہے۔اور تیم ثانی میں نصب ہی متعین ہے۔اس لیے کہ وہ مضاف کا تابع ہے جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے اور مضاف کا تابع

منصوب ہوتا ہے۔یا تابع مضاف ہے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے اور تابع مضاف بھی منصوب ہوتا ہے۔

یاتیم تیم عدی لا ابالکم لا یلقینکم فی سوئة عمر

یہ بیت جریر شاعر کا ہے جب عمر تیمی نے جریر تیمی کو ہجو کا ارادہ کیا تو جریر شاعر نے خطاب کر کے کہا۔تم عمر و کو میری ہجوہ کے لیے آزادہ نہ چھوڑو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم کو میری طرف سے برائی میں ڈال دے یعنی یہ میری ہجو کرے گا میں پھر تم سب کی ہجو کروں گا۔

قال الماتن والمضاف الی یاء المتکلم صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجہ پڑھنا جائز ہے۔

(۱) یاء کے فتحہ کے ساتھ جیسے یاغلامیَ (۲) یاء کے سکون کے ساتھ جیسے یاغلامیْ

(۳) یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کر کے پڑھنا جیسے یاغلامِ

(۴) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے پڑھنا جیسے یاغلاما۔

قال الشارح هذان الوجهان مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال وجوہ اربعہ مذکورہ استعمال میں مساوی ہیں یا ان میں تفاوت ہے۔

جواب ان میں تفاوت ہے آخری دو وجہیں نداء میں اکثر واقع ہوتی ہیں۔کیونکہ ندا کا مقام تخفیف ہے۔اس لیے کہ مقصود بالذات نداء نہیں ہوتی۔بلکہ ندا کے بعد والا قول ہوتا ہے۔تو متکلم ندا سے جلدی فارغ ہونا چاہتا ہے تا کہ مقصود کی طرف جلد پہنچے۔لہذا غلامی میں دو وجہ سے تخفیف پائی جاتی ہے۔(۱) یا کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنے کے ساتھ اور وہ کسرہ یا محذوفہ پر دلالت کرتی ہے۔(۲) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ۔

قال الشارح وهما الی هذان الوجهان سابقہ دونوں وجہیں مطلقاً مضاف الی یائے متکلم میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس منادی میں پائی جاتی ہیں۔جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف مشہور ہو۔تا کہ وہ شہرت یا کے حذف پر اور یا کے الف کے ساتھ تبدیل ہونے پر دلالت کرے۔لہذا

میں یاعدوی جاری نہیں۔

وجاء شاذا منادی مضاف الی یائے متکلم میں پانچویں وجہ بھی جائز ہے وہ یہ ہے یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا پھر الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتحہ پر اکتفاء کرتا ہے۔ جیسے یاغلام۔ لیکن یہ پانچویں وجہ شاذ ہے۔

فرقا بین الوقف کہ حالت وقف میں ہاء کو اس لیے لاحق کیا جاتا ہے تا کہ حالت وقف اور غیر وقف میں فرق ہو جائے۔

قال الماتن وقالوا یاابی ویاامی ویاابت ویاامت صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل عرب یاابی و یاامی میں سابقہ وجوہ اربعہ کے ساتھ ساتھ کثرت استعمال کی وجہ سے دو اور وجہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱) یاء کو تاء کے ساتھ تبدیل کر کے یاابت و یا امت اور تا کو یا کی حرکت کے موافق مفتوح اور یا کی مناسبت کی وجہ سے مکسور پڑھا جاتا ہے۔

(۲) تاء کے بعد الف کو زائدہ کر کے یا ابتا یا امتا پڑھا جاتا ہے۔ اس صورت میں الف اور تا دونوں یاء محذوفہ کے عوض ہوں گے جس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ جمع بین العوضین جائز ہوتا ہے ہاں البتہ عوض اور معوض کا اجتماع ناجائز ہوتا ہے جس کی وجہ سے تا کے بعد یا کو زیادہ کر کے یاابت یا امت کہنا جائز نہیں۔

بحث ترخیم

قال الماتن وترخیم المنادی جائز صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ ترخیم منادی میں ہر حال میں جائز ہے۔ خواہ ضرورت ہو یا ضرورت نہ ہو اور غیر منادی میں بوقت ضرورت ترخیم جائز ہے لیکن کلام نثر میں جائز نہیں۔

قال الشارح ولما کان من خصائص مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا

ہے۔

سوال بحث مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف کے بارے میں چل رہی تھی لہذا ترخیم کی بحث کاذکر کرنا خروج عن البحث ہے۔

جواب ترخیم منادی کی خصوصیات میں سے ہے۔اور خصائص کوذکر خروج عن البحث نہیں

فی سعة الکلام وسعت کلام میں ہو بغیر ضرورت شعری کے۔لہذا جب بغیر ضرورت شعری کے وسعت کلام میں جائز ہے تو وہ ضرورت شعری میں بطریق اولی جائز ہوگا۔جب ضرورت شعری کے لیے کوئی داعی ہو۔

قال الماتن وھو حذف فی آخرہ صاحب کافیہ نے ترخیم کی تعریف کو بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے ترخیم منادی کے آخر میں حذف کرنا ہے تخفیف کی غرض سے۔

قال الماتن وشرطه ان لایکون مضافا ماتنؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی کی ترخیم کے لیے چار شرطیں ہیں۔(۱) منادی مضاف نہ ہو۔(۲) منادی مستغاث نہ ہو۔(۳) جملہ نہ ہو۔(۴) وجودی شرط یہ ہے کہ احدالامرین میں سے کوئی امر ہو وہ احدالامرین یہ ہیں۔ (۱) منادی علم زائد علی الثلاث ہو۔(۲) یا تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

ای شرط ترخیم مولانا جامیؒ نے ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے۔جس میں دو احتمال ہیں۔(۱) اگر ماقبل میں ترخیم منادی کی تعریف ہے تو پھر شرطہ کو ضمیر کا مرجع بھی ترخیم منادی ہے۔(۲) اگر تعریف مطلق ترخیم کی ہوگی تو مرجع بھی مطلق ترخیم ہوگا۔

قال الشارح حقیقة اوحکما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یا طالعا جبلا یہ منادی مضاف نہیں ہے شبہ مضاف ہے حالانکہ اس میں بھی ترخیم جائز نہیں ہے جس طرح کہ مضاف کے اندر ترخیم جائز نہیں ہوتی۔کہ اگر مضاف میں ترخیم کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) یا مضاف کے آخر میں سے حذف کیا جائے گا۔(۲) یا مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف کیا جائے گا اگر مضاف کے آخر میں سے حذف

کیا جائے تو ترخیم وسط کلمہ میں لازم آئے گی۔ کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ معنی کے اعتبار سے ایک کلمہ ہوتے ہیں اور اگر مضاف الیہ کے آخر میں حذف کیا جائے تو پھر غیر منادی میں ترخیم لازم آئے گی اس لیے کہ مضاف مضاف الیہ لفظ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں لہذا جب مضاف اور مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف نہیں کیا جاسکتا تو مصنفؒ نے شرط لگا کر بتادیا کہ مضاف میں ترخیم جائز نہیں ہے۔

جواب مضاف میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی اور شبہ مضاف مضاف حکمی ہے۔

لامجرورا باللام کہ مستغاث میں تعمیم ہے خواہ وہ مستغاث مجرور باللام ہو یا مستغاث مفتوح بالالف ہو یعنی دونوں میں ترخیم نہیں ہوسکتی جس کی علت یہ ہے کہ منادی مستغاث جو مجرور باللام ہو اس میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ نداء کا اثر جو کہ نصب یا بناء علی الضم ہے وہ اس میں ظاہر نہیں ہے لہذ ترخیم جو منادی کی خصائص میں سے ہے وہ اس میں جاری نہ ہوگی۔ اور منادی مستغاث بالالف میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ اس میں آواز کا لمبا کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے اور زیادتی حذف کے منافی ہے۔

ولم یذکر المندوب مصنف کے نزدیک مندوب منادی میں داخل ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا۔

وما وقع فی بعض کہ بعض نسخوں میں تو لا مندوبا موجود ہے یاد رکھیں جن نسخوں میں اس کا ذکر ہے یہ کاتبین کا سہو ہے۔

مع ان وجه اشتراطه ان حضرات کے مذہب کی علت یہ ہے کہ مندوب میں اکثر اظہار تفجع کی غرض سے درازی صوت کے لیے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے لہذا محض تخفیف کے لیے ترخیم اس کے مناسب نہیں۔

لان الجملة اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ جملہ جب علم ہو تو مبنی ہوگا۔

اور پھر وہ اپنے حال کی حکایت پر دلالت کرے گا۔ جس کی تفصیل یہ ہے جب کسی جملہ کو مثلا تابط شرا کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ مبنی ہوگا اور یہ ایک قصے پر دلالت کرے گا اور اس پر یہی اعراب رہے گا یعنی اس میں کسی قسم کی ترمیم اعراب وغیرہ کے ذریعے نہیں کرسکیں گے ورنہ جس قصے پر دلالت مقصود ہے وہ دلالت باقی نہیں رہے گی۔

والشرط الرابع چوتھی شرط یہ ہے کہ امرین وجودیین میں سے ایک امر پایا جائے یا وہ منادی علم زائد علی الثلاثۃ ہو یا تائے تانیث کے ساتھ متلبس ہے۔

علم ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ علم کی ندا کی کثرت کی وجہ سے تخفیف بالترخیم اس کے مناسب ہے اور نیز علم کی شہرت کی وجہ سے ما ابقی کی دلالت ما القی پر ہو جاتی ہے۔ اور زائد علی الثلاث کی شرط اس لیے لگائی تا کہ ترخیم کے بعد علت موجبہ اسم کا معرب کا اقل وزن پر لازم نہ آئے۔

لان وضع التاء اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ تاء کی وضع زوال کی بناء پر ہے۔ لہذا اس کے ساقط ہونے کے لیے ادنی سبب بھی کافی ہے چہ جائے کہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں پر حرف اصلی بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا ترخیم کی وجہ سے تاء بھی ساقط ہو جائے گی۔

ولا یرخم لغیر ضرورۃ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یا صاحب میں ترخیم کرکے یا صاح کہا جاتا ہے حالانکہ اس میں امرین وجودین میں سے کوئی امر بھی نہیں پایا جاتا۔ نہ تو یہ تائے تانیث کے ساتھ متلبس ہے اور نہ یہ علم ہے اگرچہ زائد علی الثلاث ہے لیکن زائد علی الثلاث اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک وہ علم نہ ہو۔

جواب یہ شاذ ہے۔

ومع شذوذہ شذوذ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شذوذ مع الداعی (۲) شذوذ مع غیر الداعی۔ یہ کونسی قسم ہے۔

جواب یہ شذوذ مع الداعی ہے جس کا داعی اس کا بطور منادی کے کثیر الاستعمال واقع ہونا

ہے

قال الماتن فان كان اخره زيادتان صاحب کافیہ کی غرض شرائط ترخیم کے بعد مقدار ترخیم کو بیان کرنا ہے جس کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت منادی کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو ایک ساتھ زائد ہونے کی وجہ سے زیادہ واحدۃ کے حکم میں ہو گئی ہوں۔

دوسری صورت منادی کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو تو بوقت ترخیم آخری دو حرف حذف کر دیئے جائیں گے۔

فی انهما زیدتا ان دونوں کا اتحاد حکم میں اس جہت سے ہے کہ جس طرح حرف واحد دفعة واحدة زیادہ کیا جاتا ہے اسی طرح یہ دو زیادتیاں اکٹھے زائدہ کی گئی ہیں۔ اس قید سے ثمانیه اور مرجانه کے مثل کو خارج کر ہو گیا اس لیے کہ ان میں یا اور نون پہلے زائد کی گئی ہیں اور تائے تانیث بعد میں زیادہ کی گئی ہے لہذا یہ دو زیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں نہ ہوئیں۔

كاسماء اذا جعلتها اسماء کے آخر میں دو زیادتیاں ہیں اس لیے کہ یہ جمع بروزن فعلاء ہے وسامة بمعنی حسن سے مشتق ہے کما ہو مذہب سیبویہ اصل میں تو وسماء تھا واؤ کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا تو اسماء ہو گیا۔ یہ افعال کے وزن پر اسم کی جمع نہیں ہے کما ہو مذہب غیرہ اگر یہ فعال کے وزن پر اسم کی جمع ہو تو پھر یہ باب عمار سے ہو جائے گا باب عمار سے مراد وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ ہو یعنی یہ ضابطہ ثانیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

قال الشارح ای صحیح اصلی حرف صحیح سے مراد مطلق حرف صحیح نہیں ہے بلکہ مراد حرف صحیح اصلی ہے کیونکہ وہی متبادر ہے۔

وهو اعم حرف صحیح میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور مرمی اور مدعو کا آخری حرف اگرچہ حرف صحیح حقیقی نہیں ہے لیکن اصلی ہونے میں حرف صحیح کے حکم میں ہے۔

قبله مدة لی الف مدہ کی تعریف کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مدہ اس الف یا واؤ یا یاء کو کہتے ہیں جو ساکن ہو اور ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے ہو۔

قال الشارح والمراد بها المدة

اور مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہے اس لیے کہ وہی متبادر الی الذہن ہے باقی رہی یہ بات کہ وجہ تبادر۔ وہ یہ ہے کہ مدہ زائدہ کثیر الاستعمال ہے بہ نسبت مدہ غیر زائدہ کے اور مختار میں آخری حرف کا ماقبل مدہ زائدہ نہیں لہذا سوال وارد نہ ہوگا۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم کہ جس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو جیسے منصور۔ عمار۔ مسکین وغیرہ۔

لئلا یلزم من حذف یہ شرط اس لیے لگائی تا کہ دو حرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

وانما لم یاخذ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضابطہ اولی کو بھی اس کے ساتھ مقید کرتے تا کہ دو حرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

جواب اگر ضابطہ اولی کو بھی اس قید کے ساتھ مقید کیا جائے تو ثبون۔ قلون اس ضابطہ اولی سے خارج ہو جائیں گے اس لیے کہ ان کے حرف چار سے زائد نہیں ہیں۔ حالانکہ ترخیم کی جاتی ہے اسی وجہ سے اس قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

قال الشارح لان نحو ثبون وقلون مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اس بناء پر ثبون وغیرہ کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم آئے گا۔

جواب تین حرفوں سے کم ہونا یہ ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تاء کے ساتھ یہ دو حرف ہیں اس لیے کہ ترخیم سے پہلے بھی تاء ایک مستقل کلمہ ہے۔

في كلا القسمين مذکورہ دونوں قسموں میں سے آخری دو حرف حذف کر دیئے جائیں گے۔ پہلی قسم میں تو اس لیے کہ جب یہ دونوں زیادتیاں حکم واحد میں ہیں تو جس طرح وہ اکٹھے زائد کیے گئے ہیں اسی طرح اکٹھے حذف کیے جائیں گے اور دوسری قسم میں اس طرح کہ جب آخری حرف کو باوجود اس کے صحیح اور اصلی ہونے کے حذف کر دیا گیا تو اس کے ساتھ مدہ کو بھی حذف کر دیا گیا تا کہ یہ مثال صادق نہ آئے۔ صلت علی الاسد وبلت عن النقد۔

قال الماتن وان كان مركبا حذف الاسم الاخير صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مرکب ہو اور مرکب سے مراد مرکب بنائی ہے اور مرکب مزجی ہے جیسے احدعشر اور بعلبك میں ترخیم کے وقت ایک آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔

قال الشارح ويعلم من یہاں مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو جملہ اور مرکب اضافی کے ماسواء ہو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مرکب ہو تو بوقت ترخیم آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یا بعلبك کو یا بعل اور یا خمسة عشرة کو یا خمسة پڑھا جائے گا اس لیے کہ اسم اخیر مستقل کلمے ہونے کے اعتبار سے اور علیحدہ کلمہ ہونے سے اعتبار سے وہ بمنزل تائے تانیث کے ہے پس جس طرح بوقت ترخیم تائے تانیث کو حذف کر دیا جاتا ہے اس طرح اسم اخیر کو بھی حذف کر دیا جائے گا۔

قال الماتن وان كان غير ذالك فحرف واحد کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مذکورہ تین قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو یعنی نہ اس کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو زیادة واحدة کے حکم میں ہوں اور نہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہو کہ جس کا ماقبل مدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو اور نہ منادی مرکب ہو تو پھر بوقت ترخیم ایک حرف کو حذف کر دیا جائے گا اس لیے کہ اس صورت میں ایک حرف کو حذف کرنے سے فائدہ مقصودة جو کہ تخفیف ہے حاصل ہو جاتا ہے اور ایک حرف سے زیادة کو حذف کرنے کا کوئی موجب بھی نہیں ہے۔ لہذا فقط ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یا حارث کو یا حار پڑھا جائے گا اور یا کروان کو

یا کرو پڑھا جائے گا۔

قال الماتن وهو فی حکم الثابت صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مرخم اکثر استعمال کی بناء پر اس منادی کے حکم میں ہوتا ہے جو بجمیع اجزائه ثابت ہو گویا کہ اس کے آخر میں حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا وہ حرف جو ترخیم کے بعد کلمے کا آخر ہو گیا اس کو اسی حالت میں رکھا جائے گا کہ جس حالت پر وہ ترخیم سے پہلے تھا۔ جیسے یا حارث میں یا حار راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جیسا کہ ترخیم سے پہلے تھا اور یا ثمود میں یا ثمو ضمہ کے بعد واو متطرفہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جس طرح کے ترخیم سے پہلے تھا اور یا کروان میں یا کرو واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اقل استعمال کی بناء پر منادی کو مستقل اسم بنا دیا جائے گا گویا کہ اس سے کوئی حرف حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا اس کے لیے اس کی بناء اور اعلال اور عدم تغیر میں اس کی ذات کا اعتبار ہوگا اصل کا اعتبار نہیں ہوگا۔ یعنی ترخیم کے بعد اس کے آخر میں جو حرف ہے اگر وہ بناء کا مقتضی ہے تو اس کو مبنی بنا دیا جائے گا جیسے یا حارث میں یا حار راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اس لیے کہ جب اس کو مستقل منادی سمجھ لیا جائے گا تو مستقل منادی کا اعراب جاری ہوگا چونکہ یہ مفرد معرفہ ہے اور مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے لہذا یہ بھی مبنی الضم ہوگا اور یا ثمود میں یا ثمی پڑھا جائے گا اس لیے کہ جب ثمو کو مستقل اسم سمجھ لیا گیا ہے تو واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی جس کو یاء کے ساتھ بدل دیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے واؤ کے ضمہ ماقبل کو کسرہ کے ساتھ تبدیل کر دیا تو یا ثمی ہو گیا یہ تعلیل اول کی طرح ہے اور یا کروان میں یا کرو جائے گا اس لیے کہ جب کروا کو مستقل اسم بنا دیا گیا تو اعلال سے مانع جو تھا وہ واؤ کے بعد ساکن ہونا وہ مرتفع ہو گیا لہذا واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے بقانون قال الف سے تبدیل کر دیا یا کرا ہو گیا۔

قال الشارح قد للتقليل قد تقلیلیہ ہے لہذا اس کو ذکر کرنے کے بعد اقل کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بحث مندوب

قال الماتن **وقد استعملوا صيغة النداء** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل عرب کبھی صیغہ نداء کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

قال الشارح **لانه لایدخل** یا کی خصوصیت اور اس کی وجہ کا بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یـا کے ماسوا جو حروف نداء ہیں وہ مندوب پر داخل نہیں ہوتے اس لیے کہ نداء کے جتنے صیغے ہیں ان میں سے یہ زیادہ مشہور ہیں اور یہ اس بارے کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو غیر منادی میں استعمال کر کے اسی کو وسعت دی جائے۔

قال الشارح **المندوب فی اللغة** مندوب لغۃ میں اس کو کہتے ہیں جس کے محاسن کو ذکر کر کے اس پر رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں اور رونے والوں کو اس میں معذور سمجھیں اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ غم میں شریک ہو جائیں۔

قال الشارح **وفی الاصطلاح** اور اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر یا یا واؤ کے ساتھ اس پر گریہ کی جائے۔

قال الشارح **وجودا اوعدما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مـنـدوب کی تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ اس سے متفجع علیہ وجودا خارج ہو گیا کیونکہ تفجع اس پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً حسرت اور مصیبت اور سختی سے ہوتا ہے۔

جواب متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وہ وجودا ہو یا عدما ہو۔ اور متفجع علیہ عدما وہ ہے کہ جس کے نہ ہونے پر گریہ کیا جائے اور متفجع علیہ وجودا وہ ہے کہ جس کے وجود پر گریہ کیا جائے مثلاً مصیبت وغیرہ۔

قال الماتن **واختص بواو** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یا حرف نداء تو

مشترک ہے منادی اور مندوب کے درمیان لیکن واو مندوب کے ساتھ خاص ہے۔

ممتازا به یعنی یہ ہے کہ مندوب واو کے ذریعے منادی سے ممتاز ہو جاتا ہے اس لیے کہ واو منادی پر داخل نہیں ہوتی بخلاف یا کے وہ مندوب اور منادی دونوں پر داخل ہوتی ہے۔

قال الماتن وحكمه فی الاعراب والبناء حكم المنادی اس عبارت سے مصنفؒ مندوب کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کی طرح ہے جس طرح یاء کے داخل ہونے میں مندوب منادی کے تابع ہے کہ اس پر بھی یا داخل ہے۔ جو دراصل منادی پر داخل ہوتی ہے۔ اس لیے مندوب پر احکام بھی وہی جاری ہوں گے جو منادی پر جاری ہوتے ہیں۔

قال الشارح ای مثل حكمه ماتن کی عبارت میں مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ مثل ہے مطلب یہ ہوگا کہ مندوب کا حکم منادی کے حکم کے مثل ہے اعراب اور بناء میں یعنی جب مندوب منادی کی اقسام میں سے کسی قسم کی صورت پر واقع ہو تو مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی کی اس قسم کے حکم کے مثل ہوگا۔ جس طرح منادی مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی جب مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوگا اور جس طرح منادی اگر مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی اگر مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

ولایلزم مثل حكمه مصنفؒ کے قول و حکمہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ منادی کے تمام اقسام مندوب کے اندر بھی پائے جاتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اس لیے کہ نکرہ غیر معین منادی ہوتا ہے لیکن مندوب نہیں ہوتا۔ اصل میں تشبیہ حکم کے اعتبار سے ہے نہ کہ اقسام کے اعتبار سے۔

قال الماتن فان خفت اللبس قلت وا غلامكيه صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ اگر مندوب کے آخر میں الف زیادہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس کا خوف ہو تو اس وقت الف کو دوسرے مدہ کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے گا جو آخر مندوب

کی حرکت کے موافق ہو۔ مثلا واحدہ مئونثہ مخاطبہ کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ کہیں گے واغلاماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اگر واغلامکاہ کہا جائے تو واحد مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا پس لامحالہ الف کو کسرہ کاف کی مناسبت کی وجہ سے ی سے بدل کر واغلامکیہ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح جب جمع مذکر مخاطب کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلاماکموہ کہیں گے واغلامکماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اس سے تثنیہ مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ لہٰذا الف کو میم کی حرکت کی مناسبت کی وجہ سے واؤ سے تبدیل کر دیں گے۔

جائے گا بلکہ واامتکیہ کہا جائے گا۔

قال الشارح **اذالمیم اصلہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال واغلامکموہ واؤ آخر مندوب کی حرکت کے موافق کیسے ہوگی اس لیے کہ واغلامکم میں میم ساکن ہے۔

جواب یہ میم اصل میں مضموم ہے اس لیے کہ واغلامکم کی اصل واغلامکموہ ہے تخفیف کی وجہ سے میم کو ساکن کر دیا پھر التقاء ساکنین کو وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا۔

قال الماتن **وجازلک الهاء** صاحب کافیہ ان تمام مدات کے ساتھ حالت وقف میں حاء کو لاحق کرنا جائز ہے۔ تا کہ اس حاء کے اضافے کے ذریعے مدہ خوب ظاہر ہو جائے۔

قال الماتن **ولایندب الا المعروف** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ ندبہ صرف معروف اور مشہور کا ہوتا ہے غیر معروف کا نہیں ہوتا۔

قال الشارح **من قسم المندوب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کا یہ قاعدہ ندبہ صرف مشہور کا ہوتا ہے یہ منقوض ہے یا مصیبتاہ و یا حسرتاہ میں اس لیے کہ یہ مندوب نکرہ ہے۔

جواب یہاں مندوب سے مراد متفجع علیہ عدمی ہے اور مادہ نقض میں متفجع علیہ عدمی نہیں ہے بلکہ وجودی ہے۔لہذا یہ نقض وارد نہ ہوگا۔

الذی اشتھر کہ یہاں معروف سے مراد معرفہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو خواہ وہ علم یا غیر علم ہو۔اسی بناء پر حضرت علیؓ کا ندبہ وا من قلع باب خیبر کے ساتھ جائز ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ اس کے ساتھ مشہور ہے اگر چہ یہ علم نہیں ہے۔باقی مندوب کا مشہور ہونا اس لیے ضروری ہے تا کہ اس مندوب کی شہرت کی وجہ سے ندبہ کرنے والا اپنے ندبہ میں اور اظہار دردمندی کہ کرنے میں معذور سمجھا جائے۔

فلا یقال چونکہ ندبہ صرف مشہور اور معروف کا ہوتا ہے اسی وجہ سے وار جلاہ نہیں کہا جائے گا۔اس لیے کہ اس لفظ کے ساتھ کوئی خاص مندوب مشہور نہیں ہے جس کی طرف ذہن منتقل ہو اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہوتا کہ ندبہ کرنے والا اس پر ندبہ کرنے کیوجہ سے معذور سمجھا جائے۔

قال الماتن وامتنع وازید الطویلاہ خلافا لیونس صاحب کافیہ اس عبارت میں ایک اختلاف بیان کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یونس نحوی کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔الف ندبہ کی صفت کے آخر میں لایا جاسکتا ہے۔لیکن جمہور کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ نہیں کیا جاسکتا۔البتہ مضاف کی بجائے مضاف الیہ پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔

قال الشارح من لان اتصالہ بالصفت یونس نحوی کے قیاس کا جواب دیا ہے کہ جس طرح مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ الف کا الحاق صحیح ہے ایسے ہی صفت کے اخیر میں بھی علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہونا چاہئے۔

اس قیاس کا جواب بھی ہے کہ صفت کا اتصال جو موصوف کے ساتھ ہے یہ اتصال انقص ہے کیونکہ صفت کو تمامیت موصوف کے بعد تخصیص یا توضیح کے لیے لایا جاتا ہے بخلاف مضاف الیہ

کے اتصال کے جو مضاف کے ساتھ ہے یہ اتصال ازید اور اشد ہے کیونکہ مضاف الیہ کو مضاف کی تمامیت کے لئے لایا جاتا ہے لہذا مضاف الیہ کے اخیر علامت ندبہ کا الحاق مضاف کے اخیر میں الحاق سمجھا جائے گا اور صفت کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق موصوف کے اخیر میں نہیں سمجھا جائے گا۔

من فان اتصال الموصوف یونس نحوی کی دلیل عقلی کا بیان کہ بھائی ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظوں کے اعتبار سے صفت کا موصوف کے ساتھ جو اتصال ہے یہ انقص ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صفت کا جو اتصال موصوف کے ساتھ ہے یہ اس اتصال سے زیادہ اتم اور اشد ہے جو کہ مضاف الیہ کا مضاف کے ساتھ ہے اس وجہ سے کہ صفت اور موصوف میں وجود خارجی کے اعتبار سے عینیت اور اتحاد ہوتا ہے بخلاف مضاف الیہ کے کہ مضاف الیہ اور مضاف میں تغایر ہوتا ہے تو جہاں اتصال معنوی انقص ہے وہاں تو مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہے۔ لہذا جہاں اتصال معنوی اتم اور اشد ہے وہاں بطریق اولی علامت ندبہ کا الحاق صفت کے اخیر میں صحیح ہونا چاہئے

جواب من جانب الجمہور کہ بھائی اہل عربیہ کے ہاں لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ معنی کا اور لفظ کے اعتبار سے مضاف کا اتصال مضاف الیہ کے ساتھ کے زیادہ ہے لہذا اسی کا اعتبار ہوگا۔

وحکی یونس یونس نحوی کی دوسری دلیل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دیہاتی کے دو پیالے گم ہوگئے تو اس نے ان پر ندبہ کرتے ہوئے کہا **واجمجمتی الشامیتیناہ** اس میں **الشامیتیناہ** یہ مندوب کی صفت ہے اور اس کے آخر میں علامت ندبہ کا الحاق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مندوب کی صفت کے ساتھ علامت مندوب الحاق جائز ہے۔

جواب یہ دیہاتی کا قول ہے جو کہ شاذ اور غیر فصیح ہے قابل استدلال نہیں ہے۔

قال الماتن **ویجوز حذف حرف النداء** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل لی ہے کہ بوقت قیام قرینہ حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے مگر جب حرف ندا اسم جنس یا اسم اشارہ

یا مستغاث یا مندوب کے ساتھ مقارن ہو تو پھر حذف کرنا جائز نہیں۔ اس لیے ناجائز ہے کہ اسم جنس کی نداء علم کی نداء کی طرح کثیر نہیں ہے لہذا اگر اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کردیا جائے تو اس کے منادی ہونے کی طرف ذہن سبقت نہیں کرے گا جس سے مقصود فوت ہو جائے گا۔

جب حرف نداء اسم اشارہ کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا اس لیے ناجائز ہے کہ اسم اشارہ ابہام میں اسم جنس کی مثل ہے لہذا جس طرح اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا ناجائز ہے اسی طرح اسم اشارہ سے بھی حرف نداء کو حذف کرنا ناجائز ہے۔

یعنی به ماکان کہ اسم جنس سے مراد وہ ہے جو نداء سے پہلے نکرہ ہو خواہ نداء کے بعد معرفہ ہو جائے جیسے یارجل یا نہ ہو جیسے یا رجلا۔

لان المطلوب فیهما جب حرف ندا مستغاث یا مندوب کے ساتھ مقارن ہو تو اس وقت حرف نداء کو کرنا اس لیے ناجائز ہے کہ ان دونوں کے اندر درازی صوت مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

فبقی علی هذا جب اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث ومندوب سے حرف نداء کا حذف کرنا ناجائز ہے تو باقی چند جگہ رہ گئیں جن سے حرف نداء حذف کرنا جائز ہے۔

پہلا مقام: علم ہے کہ علم سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز ہے اور علم میں تعمیم ہے کہ خواہ بلا عوض کے ہو جیسے یوسف اعرض عن هذا یا مع عوض کے ہو جیسے یا اللہ میں بھی۔ جب حرف نداء کو حذف کیا جائے گا تو اس کے عوض میں آخر کے اندر میم مشدد کا لانا لازمی ہوگا جیسے یا اللہ سے اللهم۔

دوسرا مقام: یعنی وہ لفظ ای ہے جب اس کی صفت معرف باللام ہو یا وہ لفظ ہو جو معرف باللام کا موصوف ہو جیسے یا ایها الرجل کو ایها الرجل پڑھنا جائز ہے اور جیسے یا ایها الرجل اس کو [illegible]ذا الرجل پڑھنا جائز ہے۔ اگر هذا کی صفت معرف باللام نہ ہو تو اس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا۔

تیسرا مقام: تیسرا وہ لفظ ہے جو کسی معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید افعل کذا۔ یہ دراصل یاغلام زید افعل کذا تھا۔

چوتھا مقام: موصولات جیسے من لایزال محسنا احسن الی۔ اصل میں تھا یا من لایزال

اما المضمرات مضمرات کی نداء بہت شاذ ہے۔ اس وجہ سے مضمرات سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

قال الماتن **شذ اصبح لیل وافتد** صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ کہ اسم جنس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہیں ہے یہ منقوض ہے اصبح لیل۔ اطرق کرا طرق کرا اورا طرق کرا میں اس لیے کہ اصبح لیل میں لیل اسم جنس ہے اور افتد مخنوق میں مخنوق اسم جنس ہے اور اطرق کرا میں کرا اسم جنس ہے اوران سے حرف نداء حذف کردیا گیا ہے۔

جواب صاحب کافیہ نے یہ جواب دیا کہ یہ شاذ ہے۔

قال الشارح **ای صر صبحا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اصبح کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ اکرم کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ حالانکہ یہاں تعدیہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہوگا اصبح یالیل شیئا آخر۔ یہ بالکل درست نہیں۔

جواب یہ ہمزہ تعدیہ کا نہیں بلکہ صیرورت کا ہے۔ اصبح لیل کا معنی ہے صر صبحایا

لیل افتد مخنوق : یہ اصل میں تھا افتدیا مخنوق

قالہ شخص : شان ورود کا بیان۔ کہ وہ چت لیٹا ہوا تھا کہ ایک سارق وہاں سے گزرا تو اس نے اس کا گلا دبا دیا اور کہا افتد مخنوق اے گلا دبائے ہوئے کچھ فدیہ دے تا کہ میں تجھے

چھوڑوں۔

اطرق کرا : اس میں دو شاذ ہے (۱) اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا (۲) غیر علم میں ترخیم کا ہونا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کروان پرندے کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے اے کروان پرندے سر نیچے جکالے۔ اس لیے کہ شتر مرغ جو کہ تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کر لیا گیا ہے اور وہ گاؤں میں پہنچا دیا گیا پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے۔ کہتے ہے کہ اس منتر کے ذریعے وہ نیچے آ جاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

قال الماتن **قد یحذف المنادی** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرینہ کے موجود ہونے کے وقت کبھی منادی کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الا یا اسجدوا ہمزہ مفتوحہ اور لام کی تخفیف کے ساتھ یعنی یہ الا حرف تنبیہ ہے اور یا حرف نداء ہے اور منادی محذوف ہے جو کہ قوم ہے اصل میں تھا الا یاقوم اسجدوا اور اگر لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔ اس وقت ان حرف ناصبہ ہوگا جو کہ لام کے ساتھ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے ادغام کر دیا گیا ہے۔

﴿بحث ما اضمر عامله على شريطة التفسير﴾

قال الماتن **من الثالث ما اضمر عامله على شريطة التفسير**

مصنفؒ دوسرے مقام کے بیان کرنے کے بعد اب ان مقامات اربعہ میں سے تیسرے مقام کو بیان کرنا چاہتے ہیں جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے قیاسی طور پر وہ ما اضمر عامله على شريطة التفسير یعنی وہ اسم کہ جس کا عامل پوشیدہ ہو تفسیر کی شرط پر۔

واضافتها الى التفسير شريطة التفسير یہ مرکب اضافی ہے اور یہاں پر

شریطة اضافت تفسیر کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔

وانما وجب حذفه کہ ما اضمر عاملہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے۔ جو کہ ناجائز ہے۔

قال الماتن **وهو كل اسم بعده فعل وشبهه** صاحب کافیہ کی غرض ما اضمر عامله کی تعریف کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ ما اضمر عامله ہر وہ اسم ہے کہ جسکے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ جو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔

قال الشارح **ولا يريد به** بعدیت سے صاحب کافیہ کی مراد یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کی جزء ہو جو اس اسم بعد واقع ہو۔ اور آپ کی پیش کردہ مثالوں زیدا عمرو ضربته اور زید انت ضاربه میں ایسا ہی ہے۔ لہذا ان کا ما اضمر عامله کے تحت داخل ہونا صحیح ہے۔

قال الشارح **بمجرد رفع ذلك** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ما اضمر عامله کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف اس زید پر صادق آتی جو زید ضربته واقع ہے۔ کیوں کہ وہ اسم ہے جس کے بعد فعل واقع ہے اور وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اگر اس فعل کو زید پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کی نصب دے سکتا ہے حالانکہ وہ ما اضمر عامله کے قبیل سے نہیں ہے۔

جواب اس سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں عمل کرنے سے مانع فقط فعل یا شبہ فعل کا اس کی ضمیر یا

اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونا ہو کوئی اور مانع نہ ہو اور مادہ نقض میں زید کے اندر ضربته کے عمل کرنے سے مانع وہ فقط ضربت کا اشتغال نہیں ہے بلکہ زید کے اندر معنی ابتدا ء کا عمل کرنا ہے اور رفع دینا یہ بھی مانع ہے۔

ای ما یناسبه کہ مناسب میں تعمیم ہے خواہ مناسب باعتبار ترادف کے یا باعتبار لزوم کے

قال الشارح **فبقید الاشتغال** فوائد قیود کا بیان ہے پہلی قید اشتغال بالضمیر او متعلقه کی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زیدا ضربت جیسی مثالیں خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ اس میں زید کے بعد جو فعل واقع ہے وہ زید کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول نہیں۔

بقید الفراغ: یہ دوسری قید ہے اس قید کے ذریعے زید ضربته کی مثل خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ زید میں ضربتہ کے عمل کرنے سے مانع وہ محض فعل کا زید کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا نہیں ہیاس لیے کہ زید میں معنی بتداء کا عمل کرنا اور اس کو بناء ابتداء کے رفع دینا بھی مانع ہے۔

بقید نصب المفعولیت یہ تیسری قید ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زید کنت اياه جیسی مثالیں خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ اس میں زید اگر چہ اسم ہے اور اس کے بعد فعل واقع ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اور اگر اس کو اس پر مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے گا لیکن یہ نصب مفعولیت کی بناء پر نہیں دے گا بلکہ وہ کان کی خبر کی بناء پر دے گا۔

قال الشارح **وههنا صور اربعة** کہ ما اضمر عاملہ کی چار صورتیں تھیں۔

(۱) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو۔ اور بعینہ اس فعل کو اس اسم پر مسلط کیا جا سکے۔

(۲) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب مرادف کو اس پر مسلط کیا جاسکے۔ (۳) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جاسکے۔ (۴) فعل متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔

قال الشارح **ولا يتصور حينئذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال فعل کا متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونے میں بھی صور ثلاثہ کا احتمال ہے کہ بعینہ فعل کو مسلط کیا جائے یا اس کے مناسب مرادف کو یا اس کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔ لہذا شارح صاحب آپ کا یہ کہنا وھھنا صور اربع درست نہیں ہے۔

جواب جب فعل متعلق اسم کے ساتھ مشغول ہو تو اس وقت فعل کے مناسب لازم کو متصور مسلط کرنے کے سوا کوئی صورت متصور نہیں ہوسکتی لہذا صورتیں چار ہوئیں اس وجہ سے مصنفؒ نے چار مثال میں ذکر کیں ہیں جن میں سے تین تو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی ہیں اور ایک متعلق اسم میں عمل کرنے کی۔

والاحسن في ترتيبها کہ مثالوں کی ترتیب میں احسن یہ تھا کہ مشتغل بالمتعلق کی مثال کو مؤخر کرتے جیسے کہ تعریف میں اس کو مؤخر کیا ہے تاکہ مشتغل بالضمیر کی مثالیں اکٹھی ہو جاتیں اور مثال الفعل کہ زیدا ضربته اس فعل کی مثال ہے جو ض، یر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور بعینہ اس فعل کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے۔

مثال الفعل المشتغل بالضمير زیدا مررت به اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس کے مناسب مرادف یعنی جاوزت کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ مررت باء کے ساتھ متعدی ہو کر جاوزت کے مرادف ہے۔

مثال الفعل المشتغل بالمتعلق زیدا ضربت غلامه یہ اس

فعل کی مثال ہے جو متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے جس پر اس فعل کے مناسب لازم یعنی اهنت کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے۔

مثال الفعل المشتغل زیدا حبست علیه اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس پر اس کے مناسب لازم یعنی لابست کو مسلط کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ کسی شئے کا شئے کے باعث محبوس ہونا اس کو یہ بات لازم ہے کہ وہ محبوس جو ہے وہ محبوس علیہ کے ملابس اور متعلق ہو۔

ینصب زید یعنی ان الفعل المفسر یہ تطبیق امثلہ کا بیان ہے۔ مذکورہ مثالوں میں زیدا اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر مابعد والا فعل کر رہا ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر ضربت زیدا ضربته ہے ضربت اول کو وجود مفسر یعنی ضربت ثانی کی وجہ سے مقدر کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا مررت به میں زید کے لیے ناصب ہے وہ جاوزت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر جاوزت زیدا مررت به ہے جاوزت کو وجود مفسر یعنی مررت به کی وجہ سے
مقدر کیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا اضربت غلامه میں زید کے لیے ناصب ہے وہ اهنت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر یوں ہے اهنت زیدا اضربت غلامه اهنت کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور وہ مفسر اس کو لازم ہے یعنی ضربت غلامه کے لیے کیونکہ غلام کو مارنا اس کے آقا کی اہانت کو مستلزم ہے اور وہ فعل مفسر جو زیدا حبست علیه میں زید کیلیے ناصب ہے وہ لا بست مقدر ہے کیونکہ اس کی تقدیر لابست زیدا حبست علیه ہے تو لابست کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ مفسر اس لازم ہے۔

بحث مضان ما اضمر عامله

قال الماتن ویختار الرفع بالابتداء صاحب کافیہ یہاں مضان ما اضمر

عامله کو بیان کررہے ہیں جس کی پانچ قسمیں ہیں۔ قسم اول میں رفع مختار ہے اور قسم ثانی میں نصب مختار ہے اور قسم ثالث میں دونوں برابر ہیں قسم رابع میں نصب واجب ہے قسم خامس میں رفع واجب ہے۔ مصنفؒ یہاں پر قسم اول کو بیان کررہے ہیں کہ رفع مختار ہے۔ اختیار رفع کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اسم کا مرفوع بالابتداء ہونا صحیح ہو اور اس کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے۔ جیسے زید ضربتہ۔ اس میں زید کا عوامل لفظ سے خالی ہونا قرینہ **مصححہ للرفع** ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ **مصححہ للنصب** ہے لیکن قرینہ **مصححہ للرفع** یہ قرینہ **مصححہ للنصب** سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

ای بکونہ مبتداء بالابتداء سے مقصود یہ ہے کہ اس کو مبتداء بنایا جاسکتا ہو۔

قال الشارح لان تجردہ عن اختیار تقاضا کرتا ہے کہ پہلے جواز موجود ہو اور یہاں پہلے جواز موجود ہے اس لیے کہ اس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ **مجوزہ للرفع** ہے۔

ای قرینۃ ترجح مراد یہ ہے کہ رفع کے خلاف یعنی نصب کا کوئی مرجحہ نہ پایا جائے۔

قال الماتن اوعند وجود القرینۃ اختیار رفع کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے یعنی قرینہ **مرجحہ للرفع** بھی پایا جائے اور قرینہ **مرجحہ للنصب** بھی پایا جائے لیکن قرینہ **مرجحہ للرفع** وہ قرینہ **مرجحہ للنصب** سے اقوی ہو اور یہ دو جگہوں میں ہوتا ہے۔ (۱) اما اسم مذکور پر داخل ہو اور اسم مذکور اسے فعل کے مقام ہو کہ جس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں۔ یعنی اما کے بعد جملہ خبریہ ہو جملہ انشائیہ نہ ہو جیسے **لقیت القوم واما زید فاکرمتہ** ۔ اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ **مصححہ للرفع** ہے اور زید کے بعد ایسے فعل کا ہونا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ **مصححہ للنصب** ہے اور اسم مذکور پر اما داخل ہونا یہ قرینہ **مرجحہ للرفع** ہے اور عطف علی الفعلیۃ

یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع یہ قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے دو وجہ سے۔(۱) اس لیے کہ اما اکثر مبتداء پر داخل ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کثرت سے ہے۔

(۲) کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

قال الشارح القرينة المرجحة دوسری صورت میں قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جاتا ہے البتہ قرینہ مرجحہ للرفع اقوی ہوتا ہے قرینہ مرجحہ للنصب سے۔ جب کہ پہلی صورت میں قرینہ مرجحہ جانبین میں نہیں ہوتا۔

کالامر والنهی والدعا یہاں طلب سے مراد امر اور نہی ہے استفہام اس میں داخل نہیں ہے۔

وانما قال مع غير الطلب مع غیر اللطلب کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز اس اما سے ہے جو طلب کے ساتھ واقع ہو یعنی اس کے بعد جملہ خبریہ واقع نہ ہو جملہ انشائیہ واقع ہو جیسے اما زیدا فاضربہ اس وقت اسم مذکور پر رفع مختار نہیں ہے کیوں کہ اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو وہ اس بات کا تقاضہ کرے گا کہ جملہ انشائیہ کو اس کی خبر بنایا جائے حالانکہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل کے خبر نہیں بن سکتا۔

قال الماتن واذا للمفاجاة صاحب کافیہ دوسرا مقام بیان کر رہے ہیں جہاں پر قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع، قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہو۔ وہ یہ ہے کہ اسم مذکور پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جیسے خرجت فاذا زید یضربہ عمروا اس میں زید عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہو یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے اور زید پر اذا مفاجاتیہ کا داخل ہونا یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اور عطف علی الفعلیۃ یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے دو وجوں

سے۔(۱) اذا مفاجاتیہ اکثر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔

(۲) رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے بخلاف عطف کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں کثیر ہے۔

قال الشارح **وماوقع فی بحث الظروف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال مصنفؒ کی یہ کلام متناقض ہے اس کلام کے جو ظرف کی بحث میں ہے اس لیے کہ ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے کہا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا اکثر ہے۔

جواب ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے جو کہا کہ ا ذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ اکثر اس کے بعد جملہ اسمیہ ہوتا ہے لہذا کوئی تناقض نہیں۔

قال الماتن **ویختار النصب** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور جس جملہ میں واقع ہو اس کا عطف ہر جملہ فعلیہ متقدمۃ پر جیسے خرجت فزیدا لقیتہ (۲) اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مازیدا ضربتہ اور ولازیدا ضربتہ ولا عمروا (۳) اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ازیدا ضربتہ۔ (۴) اسم مذکور اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو جیسے اذا عبداللہ تلقہ فاکرمہ (۵) اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو جیسے حیث زید تجدہ فاکرمہ۔ (۶) اسم مذکور امر سے پہلے واقع ہو جیسے زیدا اضربہ (۷) اسم مذکور نہی سے پہلے واقع ہو جیسے زیدالاتضربہ۔

ان مواضع میں اسم مذکور پر نصب اس لیے مختار ہے کہ یہ فعل کے مواضع ہیں اور جب اسم مذکور منصوب پڑھا جائے گا تو ان میں فعل مقدر ہوگا۔ والا فلا۔

لاعمروا کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ لا کا اسم جب معرفہ ہو تو اس پر رفع اور تکرار واجب ہوتا ہے اور لیکن جب وہ ما اضمر عاملہ ہو تو اس پر رفع واجب نہیں ہوتا البتہ تکرار

واجب ہوتا ہے۔

قال الشارح **فانه یجوز وان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ھل زیدا ضربتہ یہ ترکیب تو جائز ہی نہیں ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ مصنفؒ نے حرف استفہام اس لیے کہا کہ تا کہ یہ ھل کو بھی شامل ہو جائے۔

جواب اگر چہ نحویوں نے اس ترکیب کو قبیح سمجھا ہے لیکن جائز ہے۔

وانما اختیر فی ھذہ سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اذ ھی مواضع الفعل یہ جمیع کی دلیل ہے یعنی بعد حرف النفی کے بعد جو مذکور ہے یہ ان سب کی دلیل ہے۔

قال الماتن **عند خوف لبس المفسر** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور پر نصب مختار ہے جب رفع پڑھنے کی صورت میں رفع کے ساتھ التباس مفسر کا خوف ہو جیسے انا کل شیئی خلقناہ بقدر اس میں کل شیئی پر نصب مختار ہے اور اسکی تقدیر انا خلقنا کل شیئی خلقناہ بقدر نصب مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود دو چیزیں ہیں۔

(۱) ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی ہوئی ہے۔ اگر کل شیئی کو منصوب پڑھیں تو اس کی ترکیب اس طرح ہوگی خلقنا فعل بفاعل اور کل شیئی مفعول بہ اور بقدر خلقنا کے متعلق ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر چیز کو ہم نے اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اس صورت میں دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور کل شیئی کو مرفوع پڑھیں تو اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کل شیئی مبتداء خلقناہ بقدر اس کی خبر ہے اس صورت میں بھی دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں اس لیے کہ معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ معنی وہی ہے جو نصب کی صورت میں تھا۔

(۲) کل مضاف شیئی موصوف خلقنا صفت مل کر مضاف الیہ پھر مضاف الیہ مل کر مبتداء اور بقدر خبر ہے اس صورت میں مقصود فوت ہو جائے گا اس لیے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کو ہم نے پیدا کیا وہ اندازے کے ساتھ ہے جس سے معتزلہ کے مذہب کی دلیل بن جائے گی اور باطل نظریہ پیدا ہو جائے گا کہ بندہ افعال اختیاریہ اللہ تعالی کی مخلوق نہیں ہے۔ چونکہ رفع کی صورت میں مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہے اور صفت کی صورت میں مقصورد کا اندر خلل واقع ہو جاتا ہے لہذا نصب مختار ہوگا تا کہ مقصود میں خلل واقع نہ ہو۔

قال الماتن ویستوی الامران فی مثل صاحب کافیہ کی غرض مضان ما اضمر عامله کے تیسرے مقام کو بیان کرنا ہے۔ کہ زید قام وعمروا اکرمته کی مثل میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں۔

مثل: سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ ما اضمر عامله جس جملہ کے اندر واقع ہو اس کا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام وعمروا اکرمته۔ اس میں اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو جملہ اسمیہ بن جائے گا اور اس کا عطف ہوگا جملہ کبری یعنی زید قام پر۔ اور اگر امر کو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ بن جائے گا اور اس کا عطف ہوگا جملہ صغری قام پر۔ چونکہ دونوں جملوں میں معطوف معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہذا دونوں امر مساوی ہوں گے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

قال الشارح ای یستوی الامران لفظ مثل بڑھا کر مصنفؒ نے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے مولانا جامیؒ اس کو صراحتا بیان کر رہے ہیں کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس کے اندر وہ ما اضمر عامله واقع ہو جس کا عطف جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو۔

قال الشارح فان قلت مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال نقل کر کے جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ صورت مذکورہ میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں بلکہ

رفع کونصب پر ترجیح حاصل ہے اس لیے کہ اگر مرفوع پڑھیں تو حذف سے سلامتی ہے۔لہذا! سلامت عن الحذف قرینہ مرجحہ للرفع ہے۔

جواب سلامت عن الحذف یہ قرب معطوف علیہ کے معارض ہے۔یعنی اس کو منصوب پڑھیں تو معطوف علیہ قریب ہوگا اور اگر مرفوع پڑھیں تو معطوف علیہ بعید ہوگا۔لہذا جس طرح سلامت عن الحذف یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اسی طرح قرب معطوف علیہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے۔

فان قلت: مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال ان دونوں صورتوں میں قرب اور بعد کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہے۔اس لیے کہ جس طرح جملہ صغری معطوف کے قریب ہے اسی طرح جملہ کبری بھی معطوف کے قریب ہے۔

جواب قلنا اگرچہ منتھی کے اعتبار سے دونوں میں فرق نہیں لیکن مبداء کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے کیونکہ جملہ کبری کا مبداء (ز) ہے اور جملہ صغری کا مبداء (ق) ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ز۔ق۔سے بعید ہے۔

قال الماتن **ویجب النصب بعد حرف الشرط** مضان ما اضمر عاملہ کے چوتھے مقام کو بیان کرنا ہے۔جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب واجب ہے۔حرف شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربتہ ضربك۔

حرف تحضیض کے بعد واقع ہونے کی مثال جیسے الا زیدا ضربتہ۔

قال الشارح **انما وجب النصب** حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد اسم مذکور پر نصب کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب اس لیے واجب ہے کہ حرف شرط اور حرف تحضیض کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے۔تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوا کہ فعل مقدر ہے لہذا اسم مذکور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

قال الماتن **ولیس مثل ازید ذهب به** مصنف ما اضمر عامله کے پانچویں مقام کا بیان یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ قسم خامس ہے۔ کہ اسم مذکور پر رفع واجب ہے۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب اسم مذکور کو حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب مختار ہوتا ہے یہ قاعدہ ازیدا ذھب به کی مثل میں منقوض ہے اس لیے کہ ا زید ذھب به میں زید حرف استہفام کے بعد واقع ہے اس کے باوجود اس پر نصب کا مختار ہونا تو در کنار نصب جائز ہی نہیں ہے

جواب صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ ازید ذھب به یہ ما اضمر عامله کے باب میں سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر چہ بادی النظر میں زید کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ ما اضمر عامله کے باب سے ہے لیکن غور وفکر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ما اضمر عامله کے باب سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر چہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے بعد ایک فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔ لیکن وہ فعل اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اگر اس کو یا اس کے کسی مناسب کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے سکے کیونکہ تسلیط کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) باء کے ساتھ۔ (۲) باء کے بغیر۔

اگر باء کے ساتھ مسلط کیا جائے تو کیونکہ یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کو نصب نہیں دے سکتا اور اگر اس کے مناسب مرادف مثلا اذھب کو مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نائب فاعل ہونے کی بناء پر رفع تو دے گا لیکن نصب نہیں دے گا۔

فان قلت سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال مناسب اذھب کے اندر منحصر نہیں ہے دوسرے مناسب بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے باعث اسم مذکور پر نصب آسکتی ہے تو کسی دوسرے مناسب کو مقدر مانا جائے تا کہ وہ اسم مذکور

کو نصب دے سکے۔ مثلا یلابس۔ یا اذھب بصیغہ معروف اس بنا پر تقدیر اس طرح ہو جائے گی زیدا یلابسه الذهاب به یا زیدا یلابسه احد بالذهاب یا زیدا اذهبه احد۔

قلنا —— فعل مذکور کے مناسب مرادف یا مناسب لازم سے مراد یہ ہے کہ فعل مذکور اور فعل مقدر کے فاعل میں اتحاد ہو یعنی دونوں کا مسند الیہ ایک ہو اور آپ نے جو سوال کے اندر صورت پیش کی ہے اس میں مسند الیہ ایک نہیں ہے۔ اس لیے کہ فعل مذکور کا مسند الیہ زید ہے اور فعل مقدر کا زید نہیں ہے۔ بلکہ ذھاب ہے یا احد ہے۔

قال الماتن کل شیء فعلوه فی الزبر یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب قرینہ مصححہ جانبین سے پایا جائے اور قرینہ مصححه للرفع قرینه مصححه للنصب سے اقوی ہو تو اس وقت رفع مختار ہوتا ہے اور نصب جائز ہوتا ہے آپ کا یہ قاعدہ اللہ تعالی کے قول وکل شیئی فعلوه فی الزبر میں منقوض ہے۔ کیونکہ کل شیئی ایک اسم ہے جس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہوگا یہ قرینه مصححه للرفع ہے اور اس کے بعد کسی ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینه مصححه للنصب ہے لیکن قرینه مصححه للرفع یہ قرینه مصححه للنصب سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے حالانکہ یہاں کل شیئی پر رفع مختار نہیں ہے بلکہ رفع واجب ہے۔

جواب صاحب کافیہ نے اس کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قول وکل شیئی فعلوه فی الزبر یہ ما اضمر عامله کے باب سے نہیں ہے۔ جس طرح کہ ازید ذهب به ما اضمر عامله کے باب سے نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کو ما اضمر عامله کے باب سے بنایا جائے تو تقدیر عبارت یہ ہو جائے گی اس طرف فعلوه کل شیئی فعلوه فی الزبر اب فی الزبر کی ترکیب دو احتمال ہوں گے۔

(۱) یہ **فعلوہ** کے متعلق ہے یا یہ **شیئی** کی صفت ہے اگر یہ **فعلوہ** کے متعلق ہو تو معنی فاسد ہو جائے گا۔اس لیے کہ اس وقت معنی یہ ہو جائے گا کہ انہوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال میں کیا یعنی صحائف اعمال وہ بندوں کے فعل کا محل ہیں حالانکہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کا محل نہیں ہیں بلکہ **کراما کاتبین** کے افعال کا محل ہیں۔ **کراما کاتبین** بندوں کے افعال کو بصورت کتابت ان میں درج کرتے ہیں۔

(۲) اور اگر یہ **فعلوہ** کے متعلق نہ ہو بلکہ **شیئی** کی صفت ہو باوجود ہے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔اس لیے کہ اس وقت موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا۔بہر حال اگر اس کو صفت بنائیں تب بھی معنی فاسد ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے۔جس طرح کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے **وکل صغیر و کبیر مستطر** اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ نامہ اعمال میں درج ہے اس کو بندوں نے کیا ہے۔اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بندوں کے بعض افعال ایسے بھی ہونا ممکن ہیں جو نامہ اعمال میں درج نہ ہوں۔جس کا بطلان ظاہر ہے۔لہذا یہ **ما اضمر عاملہ** کے باب سے نہ ہوا پس **وکل شیئی** پر رفع واجب ہوگا۔اس بناء پر کہ یہ مبتداء ہے اور **فعلوہ** اس کی صفت ہے۔اور **فی الزبر** اس کی خبر ہے۔تقدیر عبارت اس طرح ہوگی **وکل شیئی ھو مفعول لھم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ** ۔کہ ہر وہ چیز جو بندوں کے کی ہوئی ہے وہ نامہ اعمال میں ثابت اور محفوظ ہیں۔اس طور پر کہ نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہوا ہے اور نہ کوئی بڑا عمل چھوڑا ہوا ہے۔

قال الماتن **ونحو الزانیۃ والزانی فاجلدو کل واحد منھما مائۃ جلدۃ** صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔جس کو مولانا جامی واعلم سے بیان کر رہے ہیں۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے

خوداس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہواور جب وہ فعل صیغہ امر یا نہی ہوتو اس وقت اسم مذکور پر نصب مختار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا قول الزانية والزاني یہ اس قاعدہ کے تحت داخل ہے۔ اس لیے کہ اس میں اسم مذکور کے بعد امر واقع ہے۔ حالانکہ قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں البتہ صرف ایک روایت عیسی بن عمرو کی نصب کے متعلق ہے جو شاذ ہے۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے کہ یا تو مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہے یا پھر قراء سبعہ کا اتفاق غلط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قراء سبعہ کا اتفاق غلط نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ انہوں نے جس پر اتفاق کیا ہے وہ قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید غلطی کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔

جواب اب نحوی اللہ تعالی کے اس قول کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تاکہ دو باتوں میں سے کوئی بات بھی لازم نہ آئے تو قراء سبعہ کا غیر مختار پر اتفاق لازم نہ آئے اور نہ مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہو۔

باقی انہوں نے جو حیلے تلاش کیے ہیں ونحو الزانية سے مصنفؒ ان کو بیان کررہے ہیں۔ مبرد کے نزدیک اللہ تعالی کے اس قول کے اندر جو فاء ہے یہ فاء بمعنی شرط کے ہے۔ یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اور الزانية کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے اور اسم فاعل صلہ ہے۔ موصول اپنے صلے سے ملکر مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے۔ کیونکہ جب مبتداء اسم موصول اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہوتو وہ مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتی ہے۔ اور فعل اور ظرف شرط کی مانند ہوتے ہیں اب اس قول کے اندر اسم فاعل جو کہ موصول کا صلہ ہے وہ شرط کی مانند ہے اس لیے کہ یہ معنی میں فعل کے ہے۔ اور مبتداء کی خبر فاجلدو۔ یہ جزاء کی مانند ہے اور جو فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اس لیے کہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کے لیے سبب ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا لہذا تسلیط ممتنع ہوئی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ ما اضمر عامله کے باب سے نہ ہو لہذا بناء پر ابتداء کے رفع واجب

ہوگا۔

مرتبط ترکیب کا بیان ہے کہ بمعنی الشرط یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ اس آیت کے دو جملے ہیں اس لیے کہ الـــزانیۃ یہ مبتداء ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ حکم ہے اور الـزانی یہ الزانیۃ پر معطوف ہے۔ اور خبر اس کی محذوف ہے جو کہ فیما سیتلی علیکم ہے اصل میں عبارت یوں تھی حکم الزانیۃ والزانی فیما سیتلی علیکم فاجلدوا کل واحدمنهما مائة جلدة یہ دوسرا جملہ ہے حکم موعود کو بیان کرنے کے لیے۔ اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاجلدوا کی فاء سببیۃ ہے۔ جملہ ثانی کی تقدیر اس طرح ہے۔ ان ثبت زناھما فاجلدوا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء زائدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء تفسیریہ ہے پہلے جملہ کے اندر جس حکم کا وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کی تفسیر ہے جب یہ آیت مستقل دو جملے ہیں تو تسلیط ممتنع ہوئی اس لیے کہ ایک جملہ کی جز دوسرے جملے کی جز کے اندر عمل نہیں کرسکتی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی یہ ضابطہ مذکورہ کے تحت داخل نہ ہوا لہذا یہ بناء پر ابتداء کے مرفوع ہوگا۔

والا فالمختار النصب یعنی اگر فاء بمعنی شرط کے نہ ہو جیسا کہ مبرد کے نزدیک ہے او یہ آیت دو جملہ بھی نہ ہو جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو یہ آیت قاعدہ مذکورہ کے تحت داخل ہو جائے گی اور اس وقت اس پر نصب مختار ہوگا لیکن قراء سبعہ کے اتفاق کی وجہ سے نصب کا مختار ہونا باطل ہے۔ تو پس رفع کی تعیین کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا لازمی ہے یا تو فاء کو شرط کے معنی میں کیا جائے گا جیسا کہ مبرد نے کیا ہے یا آیت کو دو جملے بنایا جائے گا جبکہ سیبویہ نے کہا ہے

الایۃ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جملتان یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ الایۃ ہے مستقلتان کہہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے س کی تقدیر یہ ہے کہ مبرد کے قول میں بھی یہ آیت دو جملہ ہے اس لیے کے شرط بھی جملہ ہے اور جزاء بھی جملہ ہے تو پھر مبرد اور سیبویہ کے

اقوال کے درمیان فرق کیا ہوا ہے۔

جواب سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے اور مبرد کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے نہیں ہے اس لیے کہ جزاء شرط پر مرتب ہوتی ہے۔

الرابع التحذير

صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ کہ جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے۔

قال الماتن وهو معمول بتقدير اتق تحذیر کی تعریف کا بیان ہے۔ تحذیر وہ اسم ہے جو اتقیا باعد یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو پھر تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جو اتق یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لیے ذکر کیا گیا ہو۔

(۲) جو اتق یا بعد مقدر وغیرہ کا معمول ہو اور وہ محذر منہ ہو جو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

قال الشارح وانما وجب مولانا جامیؒ کی غرض اس موضع میں مفعول بہ کی فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس موضع میں بھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنے کا وجوب تنگی وقلت اور قلت فرصت کی وجہ سے ہے۔

ای حذر ترکیب کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا جو کہ حذر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے حذر ذالك المعمول تحذيرا۔ یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف کا جو کہ ذکر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ ذکر ذالك المعمول تحذيرا۔

فان قلت سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال ذکر کا عطف حذ ر یاذ کر مقدر پر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حذر او۔ ذکر مقدر میں ایک ضمیر ہے جو کہ راجع ہے معمول کی طرف اور ذکر مذکور ضمیر سے خالی ہے۔ حالانکہ جب معطوف علیہ میں ض، یر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عائد ضمیر کے اندر منحصر ہے۔ بلکہ ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنا بھی عائد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو ہر ضمیر کی جگہ رکھدیا گیا ہے لہذا معطوف عائد سے خالی نہ ہوا۔

قال الشارح الا انه وضع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنے کا کیا فائدہ ہے جب کہ ضمیر کے ساتھ مقصود حاصل ہو سکتا تھا اور اس میں اختصار بھی تھا اور عبارت میں اصل اختصار ہے۔

جواب معمول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو رکھ کر یہ بتا دیا کہ معطوف کے اندر معمول محذر منہ ہے محذر نہیں ہے جس طرح کہ معطوف علیہ میں معمول محذر تھا۔

جواب اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعمیم ہے خواہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویل ہو۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ اسم تاویلی ہے۔ یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ محذر منہ کبھی ذات ہوتا ہے کبھی وصف۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد ذات ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ صفت ہے۔

ان دونوں مثالوں کی اصل اس طرح ہے بعد نفسك من الاسد وبعد الاسد من نفسك بعد نفسك عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسك حذف کا معنی ہوتا ہے لکڑی کے ساتھ خرگوش کو مارنا۔ بعد نفسك من الاسد الاسد من نفسك سے ایاك والاسد اس طرح بنا کر معطوف سے من نفسك کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں

اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے اور من الاسد کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظ نفس کو بھی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل منفصل بن گئی تو ایاك و الاسد ہو گیا۔

قال الشارح **وعلی التقدیرین** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کی کلام میں تدافع ہے اس لیے کہ بعد نفسك من الاسد سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر منه ہے اور والاسد من نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر ہے اور اسی طرح بعد نفسك عن حذف الارنب سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر منه ہے اور بعد حذف الارنب عن نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر ہے۔

جواب دونوں تقدیروں پر مثال اول میں محذر منه الاسد ہے اور مثال ثانی میں محذر منه حذف ہے اس لیے کہ نفس سے اسد اور حذف کو دور رکھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ ان دونوں کو نفس سے ڈرانا ہے اور ثانی اول کی تاکید ہے اور یہ تقدیم وتاخیر تکرار لفظی سے احتراز کرنے کے لیے ہے۔

قال الماتن **والطریق الطریق** یہ تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے اس میں الطریق محذر منہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے یہ اصل میں تھا اتق الطریق الطریق۔ تنگی وقت کی وجہ سے اتق فعل کو حذف کر دیا تو الطریق الطریق ہو گیا۔

قال الشارح **ولایخفی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال تحذیر کی تعریف میں اتق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے یا اس کا معنی مجازی ہے۔ اگر اتق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے تو تحذیر کی یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت یہ تعریف نوع اول کے تمام افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ نوع اول وہ اتق مقدر کا معمول نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اتقاء یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول بہ کا تقاضہ نہیں کرتا۔ چنانچہ یوں

نہیں کہا جاسکتا اتقیت زیدا ۔اور اگر اتق سے اس کا معنی مجازی ہو تو پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف نوع ثانی کے بعض افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ بعض افراد میں بعد کی تقدیر صحیح نہیں ہے مثلا الطریق الطریق اس میں بعد کی تقدیر درست نہیں ہے: کیونکہ مقصود اس سے بچنا ہے نہ کہ اس کو دور کرنا ہے۔اور اگر معنی حقیقی اور مجازی دونوں ہوں تو جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

جواب متن کی عبارت میں معطوف علیہ محذوف ہے جو کہ بعد ہے اور اصل میں معمول بتقدیر بعد او اتق لہذ اتحذیر کی نوع اول کے تمام افراد میں بعد کو مقدر مانا جائے گا۔اور نوع ثانی کے بعض افراد میں بھی بعد کو مقدر مانا جائے گا۔جیسے نفسك نفسك۔ اس لیے کہ نفسك نفسك کا معنی یہ ہے کہ بعد نفسك مما یو ذیلك کالاسد و نحوه اور بعض افراد میں لفظ اتق مقدر مانا جائے گا جیسے اتق الطریق الطریق ۔

قیل لفظ الاسد سے ایک اعتراض نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب دیتا ہے۔

سوال ایاك والاسد میں الاسد نہ یہ تحذیر کی نوع اول میں داخل ہے اور نہ ہی تحذیر کی نوع ثانی میں داخل ہے۔نوع اول میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع اول میں معمول محذر ہوتا ہے۔اور یہ محذر نہیں ہے بلکہ محذر منہ ہے اور نوع ثانی میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع ثانی میں محذر منہ مکرر ہوتا ہے اور یہ مکرر نہیں ہے۔حالانکہ محذر ہے۔

جواب یہ تحذیر نہیں بلکہ تحذیر کا تابع ہے اس لیے کہ یہ معطوف ہے تحذیر پر اور توابع تعریف سے خارج ہوتے ہیں۔

فان قلت سے ایک سوال نقل کر کے قلنا سے اس ک جواب دیتا ہے

سوال ایاك الاسد میں من کو مقدر نہیں مانتے بلکہ ہم واؤ کو مقدر مانتے ہیں ایاك الاسد اصل میں ایاك و الاسد تھا اب یہ ترکیب جائز ہو جائے گی۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ واؤ عاطفہ کا حذف صرف شاذ نہیں بلکہ اشذ شذوذا ہے اس

لیے کہ حرف جر جب ان اور ان کے ساتھ ہو تو اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اور جب ان اور ان کے غیر میں کے ساتھ ہو تو اس کا حذف خلاف قیاس بطور شذوذ کے کثرت سے ہے اور لیکن عاطف کا حذف ثابت نہیں ہے البتہ نادر ہے تو یہ اشذ شذوذا ہوا۔ لہذا یہ کہنا کہ ایاك الاسد میں واؤ مقدر ہے یہ درست نہیں ہے۔

بحث مفعول فیہ

قال الماتن **ھو ما فعل فیه فعل مذکور** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔

قال الشارح **ای حدث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول فیہ کی یہ تعریف مفعول فیہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی مفعول فیہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل کیا گیا ہو۔ کیونکہ فعل امور ثلاثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل اور زمان یا مکان کے اندر فقط حدث واقع ہوتی ہے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر فعل سے مراد فعل لغوی یعنی حدث ہے۔

قال الشارح **فقوله** مولانا جامیؒ کی غرض فوائد قیود کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف میں ما فعل فیه فعل بمنزل جنس کے ہے جو تمام اسماء زمان اور مکان کو شامل ہے۔ اس لیے کہ کوئی زمان اور مکان ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل نہ کیا گیا ہو خواہ وہ فعل مذکور ہو یا نہ ہو۔ مذکور بمنزل فصل اول کے ہے۔ اس سے وہ زمان اور مکان خارج ہو گیا کہ جس میں وہ فعل کیا گیا ہو جو مذکور نہ ہو۔ جیسے یوم الجمعة وغیرہ۔ اس لیے کہ یوم الجمعة کے اندر اگرچہ کوئی نہ کوئی فعل ضرور کیا گیا ہے لیکن وہ مذکور نہیں ہے۔

لکن بقی مثل مولانا جامیؒ کا ایک اعتراض کو نقل کر کے فلو اعتبر سے جواب دینا ہے۔

سوال مفعول بہ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف **شهدت یوم الجمعة** میں **یوم الجمعة** پر صادق آتی ہے۔ حالانکہ یہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

جواب تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور مثال مذکور میں **یوم الجمعة** کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے۔

قال الشارح **ولایخفی** مولانا جامیؒ کی غرض جواب مذکور پر اعتراض کرنا ہے۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اگر تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہو تو پھر مذکور کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ مذکور کو ذکر کرنے سے مقصود **یوم الجمعه یوم طیب** کو خارج کرنا ہے۔ حالانکہ وہ تو حیثیت کی قید سے خارج ہو گیا۔ اس لیے کہ **یوم الجمعه یوم طیب** اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اگر **یوم طیب** محمول ہے۔

قال الشارح **بیان لما** تعریفات کے اندر تمام قیودات احترازی نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعض قیودات زیادہ وضاحت کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ لہذا **من زمان اومکان** بھی زیادہ ایضاح کے لیے ہے۔

قال الشارح **و اشارة الی قسمی** **کلمة او** تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم کے لیے ہے۔ اس سے مفعول فیہ کی دو قسموں کہ طرف اشارہ ہے۔

قال الماتن **وظرف الزمان کلها تقبل** ظروف زمان سارے کے سارے خواہ وہ مبہم ہوں یا محدود **تقدیر فی** کو قبول کرتے ہیں۔ مبہم تو اس لئے کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہے لہذا بلاواسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو فعل کے جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو اس کا بلاواسطہ حرف جر کے منصوب

ہونا درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفعول مطلق یہ بھی عل کے مفہوم کا جزء ہے۔ اور علیحدہ مستقل طور پر مذکور ہے۔ لہذا اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہے۔ اور زمان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر حمل کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ دونوں زمانیت میں شریک ہیں زمان مبہم کی مثال جیسے صمت دھرا اور زمان محدود کی مثال جیسے اطرت الیوم۔ ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر ظروف مکان محدود ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتے۔

ای تقدیر فی سے ذالک کے مشار الیہ کو بیان کر دیا۔

قال الشارح **حملا** سے ظرف مکان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی کو قبول اس لئے کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم کو کیوں دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں۔ جلست خلفک

قال الشارح **اذالم یک** سے ظرف مکان محدود کے تقدیر فی کو قبول نہ کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکان محدود تقدیر کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ نہ ذات زمانیت میں شریک ہے اور نہ ہی وصف ابہامیت میں شریک ہے

قال الشارح **ولم یذکر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ تقریب تام نہیں ہے اس لیے کہ مدعی تو یہ ہے کہ عند اور لدای اوران کے مشابہات یہ محمول ہیں۔ مکان مبہم پر اور دلیل حرف عند اور لدای کے حمل پر قائم کی ہے۔ پس دعوای عام اور دلیل خاص ہوئی

جواب مصنف نے عند اور لدای کے مشابہات کو مکان مبہم پر محمول کرنے کی وجہ اس لیے ذکر نہیں کی کہ عند اور لدای کے مشابہات کا حکم بھی یہی ہے۔ جو عند اور لدای کا ہے۔ اور بعض نسخوں میں لا بهما ہے۔ جس پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

مکان مبہم پر محمول ہوتے ہیں اسی طرح دخلت کا مابعد بھی مکان مبہم پر محمول ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر ابہام ہوتا ہے

۔

فانہ ذھب سے مذہب اصح کے مقابل کا بیان کہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے لیکن اصح یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے اس لیے کہ اصل اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہو لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

قال الشارح وھذا محل مولانا جامیؒ کی غرض مذہب اصح پر ایک اعتراض کرنا ہے کہ دخلت کا مابعد مثلا دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا اور مفعول بہ نہ بنانا یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ فعل کو مفعول فیہ کی طلب اسوقت ہوتی ہے کہ جب اس کا معنی پورا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں دخول کا معنی دار کو ذکر کرنے کے بغیر تام نہیں ہوتا اس کا معنی دار کو ذکر کرنے کے ساتھ تام ہوتا ہے جب دار کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کا معنی تام ہو جائے گا۔ تو پھر یہ مفعول فیہ کو طلب کرے گا جیسا کہ دخلت الدار فی البلد الفلان میں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ الدار یہ مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مفعول فیہ کی علامت یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو کسی مکان خاص کی طرف منسوب ہو اس مکان میں وقوع کی وجہ سے تو اس فعل کی نسبت ایسے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہوتی ہے کہ جو اس مکان خاص کو بھی شامل ہو اور اس کے غیر کو بھی مثلا جب کوئی آدمی کہے ضربت زیدا فی الدار التی ھی جزء من البلد تو جس طرح ضربت زیدا فی الدار کہنا درست ہے اسی طرح ضربت زیدا فی البلد کہنا بھی درست ہے۔ لیکن دخول کی نسبت دار کی طرف ایسی نہیں ہے کہ اس کی نسبت اس لیے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہیں کہ جو اس دار کو بھی شامل ہو اور اس دار کے غیر کو بھی شامل ہو۔ مثلا کوئی آدمی شہر کے اندر مقیم ہو اور وہ کہے کہ دخلت تو اس کا دخلت البلد کہنا درست

نہیں ہے اس لئے کہ دخول متحقق ہوتا ہے خروج کے بعد حالانکہ وہ بلد میں موجود نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ دخلت الدار میں الدار مفعول فیہ نہیں ہے بلکہ مفعول بہ ہے۔

وقیل معناہ: مصنف کے قول علی الاصح کی ایک تقریر تو گذر چکی ہے۔ کہ الاصح صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المذھب ھے۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ الاصح صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو کہ الاستعمال ہے۔ تو مصنف کے قول کا معنی یہ ہوگا علی الاستعمال الاصح۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ صحیح ہے جیسے دخلت فی الدار لیکن اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال فی کے بغیر ہو۔

ونقل عن سیبویہ: سے اس کی تائید ہے کہ جس کو قیل سے نقل کیا گیا ہے کہ سیبویہ نے کہا ہے کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ ہے شاذ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دخلت کا استعمال فی کے بغیر اصح اور اکثر ہے۔

قال الماتن وینصب بعامل مولانا صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ عامل مقدر کے ساتھ بلا شرط تفسیر بھی منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہے متی سرت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعہ تو یہ یوم الجمعہ منصوب ہے فعل مقدر کی وجہ سے جو کہ سرت ہے اور اس فعل مقدر کی کوئی تفسیر بھی نہیں کر رہا ہے اسی طرح مفعول فیہ بشرط تفسیر عامل مقدر کی وجہ سے منصوب بھی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی کہے متی صمت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعہ صمت فیہ۔ اس میں یوم الجمعہ منصوب ہے۔ عامل مقدر کی وجہ سے جو کہ صمت ہے۔ جس کی تفسیر بعد والا صمت کر رہا ہے۔

بحث مفعول لہ

قال الماتن **ھو ما فعل لاجله** مولانا صاحب کافیہ مفعول لہ کی تعریف کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ وہ ہے کہ جس کیوجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔

قال الشارح **ای لقصد تحصیلہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف ضربتہ تادیبا میں تادیبا پر صادق نہیں آتی کیونکہ لاجلہ سے متبادر یہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور تادیبا ایسا نہیں ہے اس لیے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا گیا بلکہ اس کے تحصیل کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

جواب لاجلہ میں تعیم ہے خواہ اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اب یہ تعریف تادیبا صادق آجائے گی۔

وخرج بہ سائر: سے لاجلہ کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے ذریعے مفعول لہ کے علاوہ باقی سب مفاعیل خارج ہو گئے اس لئے کہ ان کی تحصیل کی قصد سے یا ان کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا جاتا ہے۔

قال الشارح **ای حدث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ کی یہ تعریف مفعول لہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی بھی مفعول لہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے یا اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ فعل امور ثلثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت۔ اور کوئی بھی ایسا مفعول لہ نہیں ہے کہ جس کے اندر وجود کے سبب سے یا تحصیل کے لئے یہ تینوں امور کیے جاتے ہوں۔

جواب یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے۔ یعنی حدث

قال الشارح **حقیقتا او حکما** فعل ملفوظ میں تعیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما ہو۔ اور مثال مذکور میں فعل ملفوظ اگرچہ حقیقتا نہیں ہے لیکن حکما ہے۔

فقوله مذکور: مولانا جامیؒ کی غرض مذکور کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے۔ اس سے اعجبنی التادیب جیسی مثالوں کو خارج کرنا ہے اس لیے کہ تادیب کا فعل ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے
کیا گیا ہے وہ ملفوظ نہیں ہے۔ نہ حقیقتا اور نہ حکما بلکہ وہ متعقل ہے۔

فان قلت: اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ مذکور کی قید کے ذریعے اعجبنی التادیب کی مثل کو خارج کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا فعل معنی ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی ترکیب میں مذکور ہے جیسا کہ ضربت زیدا میں ہے۔

قلنا سے مولانا جامیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ مذکور ہو۔ اس پر سوال ہوا کہ وہ فعل تو اس کیساتھ مذکور ہے جیسے ضربت تادیبا میں ہے۔

جواب مراد یہ ہے کہ فعل اس اسم کے ساتھ اسی ترکیب کے اندر مذکور ہو کہ جس ترکیب کے اندر وہ اسم مذکور ہے۔ اور ضربت یہ اس ترکیب کے اندر نہیں ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے

قال الشارح ویرد حینئذ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجله اس میں تادیب کے ساتھ فعل مذکور ہے اور اس ترکیب کے اندر ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے حالانکہ یہ مفعول لہ نہیں ہے۔

جواب مراد یہ ہے کہ اس فعل کو ذکر کرنا اس لیے ہوتا کہ وہ اسم میں عمل کرے اور مثال مذکور میں فعل کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ تا کہ ہو تادیب میں عمل کرے۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مفعول لہ مستقبل محمول کا مفعول مطلق میں داخل نہیں ہے۔ وہ زجاج نحوی کے مخالف ہیں۔ اس لے کہ زجاج کے نزدیک مفعول لہ مستقبل معمول نہیں ہے۔ بلکہ یہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل کے مغایر ہے

چنانچہ زجاج کے نزدیک ضربته تادیبا کا معنی ہے ادبته بالضرب تادیبا یا ضرب تادیب اور قعدت عن الحرب جبنا اس کا معنی ہے جبنني في القعود عن الحرب جبنا یا اس کا معنی ہے قعدت قعود جبن۔

قال الشارح وردقول الزجاج جواب من جانب الجمہور کہ زجاج کا یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اگر ایک نوع کے ساتھ دوسری نوع کی تاویل کرنی صحیح ہو۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کی حقیقت میں داخل ہو کر اس کا عین بن جائے۔ جس طرح کہ حال کو تاویل کے ذریعے ظرف اور مفعول فیہ بنا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مثلاً جاء زید راکبا کی تاویل کرکے جاء زید وقت الرکوب کے معنی میں کر سکتے ہیں لیکن اس تاویل کے صحیح ہو جانے۔ سے حال اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا اسی طرح مفعول لہ بھی اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا

لا شرط کونه: شرط نصبه کی قید کے قاعدہ کا بیان کہ نصبه کا لفظ اس پر دال ہے کہ صاحب کافیہ نے یہاں پر بھی جمہور کے ساتھ ٹکر لی ہے کہ مفعول لہ کی دو قسمیں ہے۔ (۱) جس میں لام ملفوظ ہو (۲) جس میں لام مقدر ہو۔ اور جمہور کے ہاں مفعول لہ ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اگر لام ملفوظ ہو تو وہ مفعول بہ بالواسطہ ہے بخلاف صاحب کافیہ کے کہ ان کے نزدیک ہر دونوں قسمیں مفعول لہ کی ہیں کیونکہ مفعول لہ کی تعریف دونوں قسموں میں سے ہر ایک پر صادق آتی ہے کیونکہ جیسے منصوب بتقدیر لام فعل مذکور کی علت ہوتا ہے ایسے ہی مجروز باللام بھی فعل مذکور کی علت ہوتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں اگر صاحب کافیہ جمہور کی مخالفت نہ کرتے تو شرطہ کہتے۔ شرط نصبہ نہ فرماتے۔

لانها: سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ اگر لام مقدر نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو مفعول لہ منصوب نہ ہوگا۔ مجرور ہوگا۔

قال الشارح وخص اللام مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ جس طرح لام کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح من اور باء اور فی کے ساتھ بھی

ہوتا ہے۔من کی مثال خاشعا متصدعا من خشیة الله ، باء، کی مثال فبظلم من الذین اور فی کی مثال جیسے ان امراء ۃ دخلت النار فی ھرۃ ای لاجلھا جب مفعول لہ ب۔اور من۔اور فی۔ کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو مصنف نے تقدیر لام کو خاص طور پر ذکر کیوں نہیں کیا

جواب مصنف نے لام کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ افعال کی تعلیلات میں اکثر یہی استعمال ہوتا ہے۔

قال الشارح **ولما کان تقدیر اللام** تقدیر کا معنی دو چیزوں کے مجموعہ سے مرکب ہے (۱) حذف الشی عن اللفظ (۲) ابقاء ہ فی النیت والارادہ ان جزئین میں سے دوسری جزء اپنے اصل پر ہونے کی وجہ سے کسی شرط کی طرف محتاج نہیں اور جزء اول خلاف اصل ہونے کی وجہ سے شرط کی طرف محتاج ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر صاحب کافیہ صرف انما یجوز کہتے اور ضمیر کے تقدیر اللام کی طرف لوٹنے پر اکتفاء فرماتے تو تقدیر بتمامہ یعنی اپنے دونوں جزؤں کے اعتبار سے محتاج الی الشرط ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے اس لئے صاحب کافیہ نے صرف انما یجوز پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انما یجوز حذفھا کہا

احتراز: کہ فعل سے مراد اثر ہے یہ قید احترازی ہے اس سے مفعول جو فعل یعنی اثر نہ ہو بلکہ عین ہو جیسے جئتك للسمن۔

بحث مفعول معه

قال الماتن: المفعول معه ھو مذکور بعد الواو لمصاحبة معمول فعل لفظا او معنی صاحب کافیہ منصوبات میں سے پانچویں قسم مفعول معہ کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلا درجہ: مفعول معہ کی تعریف: مفعول معہ وہ مفعول ہے جو واو کے بعد مذکور ہو اور فعل کے کسی معمول کا مصاحب ہو لفظا یا معنا۔

دوسرا درجہ: فوائد وقیود ما جنس ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے اور بعد الواو فصل ہے جس سے تمام مفاعیل سوائے مفعول معہ کے خارج ہو جاتے ہیں۔

تیسرا درجہ: ترکیب المفعول معہ کی دو ترکیبیں ہے (۱) یہ مبتداء ہے ھو مذکور بعد الواو یہ خبر ہے (۲) المفعول معہ مبتداء مؤخر منہ خبر مقدم محذوف ہے اس دوسری ترکیب میں ھو مذکور بعد الواو یہ جملہ استینافیہ ہوگا جو سوال مقدر کا جواب ہوگا

سوال: یہ ہوتا تھا المفعول معہ تو جواب دیا المفعول ھو مذکور الی آخرہ معہ کی ترکیب معہ یہ مفعول کا نائب فاعل ہے اور معہ کو نائب فاعل بنانا غلط ہے اگر مرفوع پڑھا جاتا تو اعراب ظاہر کیا جاتا جیسے **المفعول معہ**

جواب: یہاں پر اعراب حکائی ہے اعراب حکائی وہ ہوتا ہے کہ عرب عام میں کوئی لفظ جس طرح مستعمل ہو بعینہ اس کو عبارت میں نقل کر لیا جائے اور اس پر کوئی اعراب جاری نہ کیا جائے اس کی مثال قران میں موجود ہے **لقد تقطع بینکم** یہاں پر بینکم تقطع کا فاعل ہے تو بینکم کلام عرب جیسا ہی معروف اور مشہور مستعمل ہوتا تھا قران مجید میں بھی بعینہ اسی طرح نقل کیا گیا اور یہاں پر بھی معہ کو اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

سوال: جب واو بمعنی معہ ہو تو یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ ایسے اسم پر صادق آتی ہے جو واو عاطفہ کے بعد داخل ہو کیونکہ واو عاطفہ کے بعد داخل ہونے والا اسم ماقبل کے ساتھ مصاحب اور شریک ہوتا ہے حالانکہ اس کو معطوف تو کہا جاتا ہے مفعول ہونے والا اسم ماقبل کے ساتھ مصاحب اور شریک ہوتا ہے حالانکہ اس کو معطوف تو کہا جاتا ہے مفعول معہ نہیں کہا جاتا۔

جواب: مفعول معہ کی تعریف میں مصاحبت سے مراد مطلق اشتراک نہیں بلکہ خاص اشتراک

مراد ہے یعنی مفعول معہ کا فعل کے مفعول فاعل یا مفعول کے ساتھ صدور فعل یا وقوع فعل میں اس طور پر شریک ہونا کہ دونوں کا زمان اور مکان میں اتحاد ہو یا فقط زمان میں اتحاد ہو اور اس خاص قسم کی مصاحبت وار عاطفہ کے بعد کے ماقبل کے ساتھ نہیں پائی جاتی۔

سوال: جب واو بمعنی مع ہے تو واو کے بجائے لفظ معہ کیوں نہیں لائے؟

جواب: واو میں بنسبت معہ کے زیادہ اختصار ہے کیونکہ واو ایک حرفی ہے اور مع دو حرفی۔

سوال: جس طرح واو میں اختصار ہے اس طرح بعض دوسرے حروف میں مثلاً فاء میں اختصار ہے تو باقی حروف چھوڑ کر صرف واو کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: محض اختصار ہی مطلوب نہیں بلکہ اختصار کے ساتھ دونوں کے درمیان مناسبت معنوی کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ واو بمعنی مع میں پائی جاتی ہے مناسبت معنوی واو اور مع لفظ کی مناسبت ہونا ضروری ہے اور معنی واو کی مناسبت معنی لفظ مع کے ساتھ زیادہ ہے بنسبت دوسرے حروف کے

فائدہ: لمصاحبۃ معمول فعل میں لام برائے تعلیل ہے جس مدخول میں مصاحبت علت غائیہ ہے اور مصدر مضاف ہے سوائے مفعول اور لفظا بمعنی ملفوظا حال ہے فعل سے اور معنا اس لفظا پر عطف ہے اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ مفعول معہ ایسے منصوب ہیں جس کو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ معلوم ہو اس اسم کا معمول فاعل جیسے جئت وزیدا یا اس کا معمول مفعول بہ ہو جیسے کفاك وزید درهم یا فعل معنوی ہو اور اس کا معمول فاعل جیسے مالك وزیدا فعل معنوی اس فعل کو کہتے ہیں جو نہ لفظا ہو نہ تقدیرا بلکہ انداز کلام سے مستنبط ہو چنانچہ مثال ہذا میں مـــالك وزيـد ا میں تصنع مستنبط کیا جاتا ہے وجہ استنباط یہ ہے کہ جار و مجرور جب استفہام کے ساتھ ہو تو وہ فعل پر دلالت کرتے ہیں اس لئے حرف جار فعل کو ایسے مدخول تک پہونچانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اس لئے اس کو فعل کی احتیاجی ہے اور استفہام بھی فعل کا مقتضی ہے کہ مستفہم اور مستفہم عنہ مضمون فعل ہوتا اس واسطے سے اکثر اور بیشتر کلمہ استفہام کا دخول فعل پر

ہوا کرتا ہے تو بلحاظ مقام یہاں تصنع مستنبط کیا گیا ہے اھل عرب اس جملے کو اس وقت استنباط کرتے ہیں جب کسی کام کے کرنے میں کسی شخص کے ساتھ مخاطب کا انکار مقصود ہوتا ہے جس میں فعل مستنبط استفہام کے ساتھ ماتصنع اور زیدا مفعول معہ جس کو فعل مذکورہ کی معمول ضمیر مخاطب مستتر کی مصاحبت حاصل ہے اور مصاحبت سے مراد مفعول معہ کا اس معمول کے ساتھ صدور فعل یا وقوع فعل اشتراک ہو خواہ اشتراک کا زمان اور مکان متحد ہو جیسے جلست وزیدا فی المسجد بالجماعۃ یا فقط اشتراک کا زمانہ متحد ہو جیسے زید اذن وخالدا فی مئذنتھا یا اشتراک کا مکان متحد ہو جیسے زید دخل وعمر فی المسجد جب کے دخول بطور تعاقب ہو اسی طرح شبہ فعل کی مثالیں بھی بنے گی

قال الماتن: فان کان الفعل جاز العطف......

مصنف رحمہ اللہ تعالی مفعول معہ کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اب ان صورتوں کی تفصیل بیان فرماتے ہے جن میں واو بمعنی مع جائز ہو اسم کے بعد الواو کا مفعول ہونا جائز ہو یا واجب جس کی چار صورتیں یہاں موجود ہیں

پہلی صورت : اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو واو کو دو طرح پڑھنا جائز ہے اس اسم مذکورہ بعد الواو کو بھی دو طرح پڑھنا جائز ہے جئت انا وزیدٌ وزیداً یہاں فعل لفظی ہے اور عطف جائز ہے کیوں کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے لئے شرط یہ تھی کہ مضمیر مرفوع متصل کے لئے ضمیر منفصل کے ساتھ کی جائے یہاں پر انا تاکید موجود ہے لھذا عطف کی بنا پر ایسے مرفوع پڑھنا جائز ہے اور اس میں واو برائے عطف ہوگا اور واو کو بمعنی مع بنا کر اس اسم پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے چونکہ اس میں تقصیر کا فائدہ ہے پہلی صورت میں عامل بر اصل ہے اور فعل لفظی اس کو کہتے ہے جو منطوق کلام سے معلوم ہو۔

سوال: آپ نے کہا کہ اگر فعل لفظی ہے عطف بھی جائز ہو تو اس کو مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اور منصوب بھی مفعول معہ کی بنا پر لیکن ضربت زیدا وبکرا فعل لفظی ہے اور عطف بھی جائز ہے

لیکن اس کو صرف منصوب پڑھنا واجب نہیں ہے اور مرفوع پڑھنا جائز نہیں نیز اس منصوب ہونا مفعول معہ کی بنا پر نہیں۔

جواب: مفعول معہ وہ ہوتا ہے جو واو کے بعد واقع ہو اور واو مصاحبت کے معنی میں ہو جب کہ یہ واو بھی دراصل واو عاطفہ ہوتا ہے اور عاطف سے عدول کر کے مصاحبت کا معنی لیا جاتا ہے اس وقت محض اشتراک مقصود نہیں ہوتا ہے بلکہ مصاحبت مقصود ہوتی ہے کیوں کہ مصاحبت کے لئے کسی قرینہ کا ہونا ضروری ہے اور قرینہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہو مرفوع بھی آپ نے جو مثالیں پیش کی ہے اس میں منصوب پڑھا واجب ہے عطف نہیں ڈال سکتے اس لئے کہ مفعول معہ نہیں۔

قال الماتن: والاتعين النصب۔۔۔ اس عبارت میں دوسری صورت کا بیان ہے **دوسری صورت:** اگر فعل لفظی ہو اور عطف ڈالنا جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو منصوب پڑھنا واجب ہے لیکن یہ مصنف کا مذہب ہے باقی نحویوں کے نزدیک نصب اور عطف دونوں جائز ہے البتہ نصب راجح اور عطف مرجوح ہے جیسے جئت وزیدا اس میں فعل لفظی ہے لیکن عطف ڈالنا ناجائز ہے اس لئے نصب متعین ہے

قال الماتن: وان کان معنی۔۔۔ اس عبارت میں تیسری صورت کا بیان ہے۔ **تیسری صورت:** اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو اس کا حکم یہ ہے کہ عطف متعین ہوگا اور واو بمعنی مع کے ہونا ممتنع ہوگا جیسے مالزید وعمرو اس میں واو عطف کے لئے ہے اور عمرو کا عطف ہے زید پر اور دلیل عطف کے متعین ہونے کی یہ ہے کہ اگر عطف ڈالا جائے تو عمر کا عامل لفظی ہوگا اور اگر واو بمعنی مع کے بنا دیا جائے تو اس کا عامل معنوی ہوگا اور یہ بات واضح ہے کہ عامل لفظی قوی ہوتا ہے عامل معنوی سے۔

فائدہ: قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو اختیار کرنا جائز نہیں ہوتا اس لئے اس صورت میں عطف ہی متعین ہوگا (عند المصنف)

قال الماتن: والاتعين النصب مثل مالك وزيدا۔ اس عبارت میں چوتھی صورت کا بیان ہے۔

چوتھی صورت: اگر فعل معنوی ہواور عطف جائز نہ ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ نصب متعین ہوگا جس طرح **مالك وزيدا وماشانك وعمرا** اس میں فعل معنوی ہے اور عطف ڈالنا ناجائز ہے کیوں کہ اگر ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے عام ہے کہ مجرور بالمضاف ہو یا مجرور بحرف الجار ہوتو معطوف میں مضاف کا اعادہ نہیں کیا گیا اس لئے اس میں نصب ہی متعین ہوگی لیکن یہ بھی مصنف کا مذہب ہے باقی نحویوں کے نزدیک عطف بھی جائز ہے البتہ نصب راجح ہے اور عطف مرجوح ان تمام میں فعل تصنع موجود ہے جو کہ کلام سے مفہوم ہوتا ہے کیوں کہ **لان المعنى ماتصنع** کا تعلق ماشأ ان کے ساتھ ہے اس عبارت سے مصنف دراصل ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: فعل معنوی کی جو آپ نے تین مثالیں دی ہیں فعل تینوں میں مقدر ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے تصنع کو صرف ماشان کے ساتھ مختص کر دیا۔

جواب: تینوں مثالوں میں فعل معنوی مقدر تو ہے لیکن پہلی دوسری مثال میں اس قسم کے قرینے موجود ہیں جو کہ فعل پر دلالت کرتے ہیں لیکن تیسری صورت میں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اس لئے کہ پہلی دونوں مثلوں میں ظرف ہے ظرف کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے تو ظرف قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں پر فعل مقدر ہے بخلاف تیسری مثال کے اس میں ظرف وغیرہ موجود نہیں بلکہ مضاف ہے اور مضاف سے پہلے کسی فعل یا اس کے متعلق کا ہونا کوئی ضروری نہیں دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ما استفہامیہ پر داخل ہوتا ہے یہ بھی پہلی مثالوں میں اس بات کی دلیل ہے کہ فعل مقدر ہے لیکن تیسری مثال میں یہ دونوں قرینے موجود نہ تھے لہذ یہاں پر فعل نہیں سمجھا جاتا تھا اس لئے مصنف نے تصریح کر دی کہ تیسری مثال میں تصنع فعل مقدر ہے باقی رہی یہ بات کہ اس کے مقدر ہونے کے لئے قرینہ کیا ہے یہاں پر دو قرینے ہیں ایک یہ کہ شان فعل اور حال کے ہم

اس لئے مصنف نے تصریح کردی کہ تیسری مثال میں تصنع فعل مقدر ہے باقی رہی یہ بات کہ اس کے مقدر ہونے کے لئے قرینہ کیا ہے یہاں پر دو قرینے ہیں ایک یہ کہ شان فعل اور حال کے ہم معنی ہے جیسے کہا جاتا ہے ماشانك یعنی ماحلك اور مافعلك اور فعل اور حال مصدر ہیں اور مصدر کی فعل پر دلالت کرتا ہے دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ما استفہامیہ ہے استفہام ذات پر داخل ہے حالانکہ استفہام ذات پر داخل نہیں ہوتا بلکہ افعال پر داخل ہوتا ہے یہ بھی فعل کے مقدر ہونے کے لئے دلیل اور قرینہ ہے

بحث الحال

قال الماتن وما يبين هياء ة الفاعل صاحب کافیہ منصوبات میں سے چھٹے قسم حال کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔ حال کی تعریف کا حاصل یہ ہے حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں۔

قال الشارح اى من حيث تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل اور مفعول بہ ہوں اور یہ حیثیت کی قید ظاہر ہے۔

فبذكر الهياء ة فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف میں ہیئت کی قید کے ساتھ وہ چیز خارج ہوگئی کہ جو ہیئت کو بیان نہ کرے بلکہ ذات کو بیان کرے جیسا کہ تمیز ہے۔ ہیئت کی فاعل یا مفعول کی طرف اضافت سے وہ چیز خارج ہوگئی جو فاعل یا مفعول بہ کے غیر کی ہیئت کو بیان کرے۔ جیسا کہ مبتداء کی صفت جیسے زید العاقل اور حیثیت کی قید سے فاعل اور مفعول بہ کی صفت خارج ہوگئی۔

قال الشارح وهذا الترديد على یہ متن کی عبارت قضیہ منفصلہ مانعتہ الخلو پر مشتمل ہے یہ منفصلہ مانعۃ الجمع نہیں ہے۔ کہ حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول کی

قال الشارح بان تکون باء تصویر برائے تعیین مراد کہ لفظا ومعنی سے مراد یہ نہیں کہ فاعل اور مفعول بہ مقدر ہو بلکہ فاعل اور مفعول کے لفظ ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں آئے کسی ایسے معنی کا اعتبار اور لحاظ کرنے کی ضرورت نہ ہو جو مفہوم کلام سے سمجھ میں آتا ہو اور نفس لفظ اور منطوق کلام سے خارج ہو اور فاعل کے معنوی اور مفعول کے معنوی ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں نہ آئے بلکہ مفہوم کلام سے سمجھ میں آئے۔

والمراد بالفاعل فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقت ہو یا حکما خواہ مفعول حقیقتا ہو یا حکما۔ اب ہم یہ کہتے کہ کہ وہ حال جو مفعول معہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو وہ فاعل حکمی یا مفعول حکمی سے حال واقع ہوتا ہے کیونکہ اگر مفعول معہ فاعل کے ساتھ فعل کے صدور میں شریک ہو تو وہ مفعول معہ حکما فاعل ہوا ہے اور اگر مفعول معہ مفعول بہ کے ساتھ وقوع فعل میں شریک ہو تو ایسا مفعول معہ حکما مفعول بہ ہوتا ہے اور اسی طرح مفعول مطلق سے واقع ہونے والا حال بھی درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوتا ہے کیوکہ مفعول مطلق مفعول بہ کے حکم میں ہے۔

اور اسی طرح جو حال مضاف الیہ سے واقع ہو تو اس صورۃ میں مضاف حال سے خالی نہیں ایسا فاعل یا مفعول ہو گا جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنے صحیح ہو گا جیسے بل نتبع ملت ابراھیم حنیفا اس آیت میں مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو اس کے قائم مقام صحیح ہے چنانچہ بل نتبع ملت ابراھیم کہنا بھی صحیح ہے لہذا جب مضاف الیہ قائم مقام مفعول کے ہوا تو مضاف الیہ سے حال واقع ہونا والا درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوا نہ کہ مضاف الیہ سے اور اگر مضاف ایسا فاعل یا مفعول نہ ہو جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا

صحیح ہو تو پھر ایسی صورت میں لامحالہ یقینی طور پر مضاف مضاف الیہ کی جز ہو گا اور مضاف الیہ کل

ہوگا جیسا کہ ان دابر ھولاء مقطوع مصبحین اس آیت میں مصبحین ھولاء سے حال واقع ہے جو ھولاء ترکیب میں مضاف الیہ اور دابر مضاف ہے جو کہ مضاف الیہ ھولاء کی جز ہے کیونکہ دابر الشیئی اصل الشیئی کو کہا جاتا ہے اور اصل الشیئی شئی کی جزء ہوتی ہے لہذا ھولاء مضاف الیہ واقع شدہ حال درحقیقت دابر مضاف سے حال ہے باقی رہا یہ سوال کہ دابر آیت کریمہ میں نہ تو فاعل اور نہ ہی مفعول تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقطوع میں نائب فاعل جو ضمیر مستتر ہے اس کا مرجع دابر ہے اور چونکہ راجع اور مرجع میں اتحاد ہوتا ہے لہذا جب راجع نائب فاعل ہوا تو مرجع جو کہ دابر ہے یہ بھی نائب فاعل ہوا اور نائب فاعل حکمی ہوتا ہے

ولو قرئ مولانا جامیؒ صاحب کافیہ کے دوسرے نسخہ کو نقل کر کے تبصرہ پیش کیا ہے ان دو نسخوں میں سے پہلا نسخہ یہ ہے کہ حال کی تعریف میں تبین باب تفعل سے فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ باب تفعیل سے فعل مضارع مجہول کا صیغہ تبین ہے۔

تبصرہ کا حاصل یہ ہے کہ ان دو نسخوں کے مطابق (بہ) جار مجرور کا متعلق تبین ہے پہلے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال ایسی چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ فاعل یہ مفعول کی ہیئت واضح ہو جائے۔ اور دوسرے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حالا ایسی چیز کا نام جس کے ذریعہ فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کیا جائے ان دونوں نسخوں کے مطابق (بہ) المفعول کا صغیہ نہیں بلکہ تبین یا تبین کے ساتھ متعلق ہے۔ اس صورت میں مفعول میں تعیم ہو جائے گی خواہ وہ مفعول بہ ہو یا مفعول معہ ہو یا مفعول مطلق ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوا مفعول معہ اور مفعول مطلق سے واقف ہونے والا حال بغیر فاعل یا مفعول بہ میں تعیم کرنے کے حال کی تعریف میں داخل رہا البتہ صرف مضاف الیہ سے واقف ہونے والا حال کو داخل کرنے کے لیے فاعل اور مفعول میں حقیقی اور حکمی کی طرف تعیم کرنے کی ضرورت ہوگی

مثل ضربت زيدا قائما: ماقبل میں یہ گزرا کہ لفظی میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقت ملفوظ ہو یا حکماً ملفوظ ہو اور ضربت زیدا قائما حقیقتاً ملفوظ کی مثال ہے اس لیے کہ تاء متکلم کی فاعلیت اور زید کی مفعولیت اور لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے ہے۔ کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنیکی ضرورت نہیں۔ پس دونوں حقیقتاً ملفوظ ہیں اور زید فی الدار قائما یہ ملفوظ حکمی کی مثال ہے اس لیے کہ وہ ضمیر جو ظرف کے اندر مستتر ہے اس کی فاعلیت منطوق کلام اور لفظ کلام کے اعتبار سے ہے کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ھذا زید قائما یہ معنوی کی مثال ہے

ولا شک: کہ متکلم کا قصد اشارہ اور تنبیہ مطلقا ہے نہ کہ وہ اشارہ اور تنبیہ جو کہ متکلم کی طرف منسوب ہے حتی کہ نظم کلام کے اندر اشیر یا انبہ مقدر مانا جائے اور زید کو اس کا مفعول مانا جائے۔ بلکہ اشیر اور انبہ کی لفظی کلام سے خارج سے اور نحوی کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔

انماھی اعتبار جب اشیر اور انبہ منطوق کلام سے خارج ہے لیکن ان کا اعتبار اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ قائم مقام کا حال واقع ہونا صحیح ہو جائے۔

قال الماتن وعاملها الفعل او شبهه صاحب کافیہ عامل حال کے مسئلہ کو بیان کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حال کہ عامل فعل یا شبہ فعل ہوگا یا معنی فعل ہوگا پھر فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ملفوظ کی مثال ضربت زیدا قائما اور مقدر کی مثال زیدفی الدار قائما

قال الشارح ان کان الظرف مقدرا بالفعل زیدفی الدار قائما یہ فعل مقدر کی مثال اس وقت ہے کہ جب ظرف مقدر بالفعل ہو۔

وھو مایعمل شبہ فعل کی تعریف یہ ہے کہ شبہ فعل وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور وہ فعل کی ترکیب سے ہو مثلا زید ذاھب راکبا اور زیدفی الدار قائما

او معناہ المستنبط مولانا جامیؒ کی غرض معنی فعل کی تعریف کرنا ہے۔ معنی فعل

فعل کی ترکیب سے ہومثلاً زید ذاهب راکبا اور زیدفی الدار قائما

او معناه المستنبط مولانا جامیؒ کی غرض معنی فعل کی تعریف کرنا ہے۔معنی فعل وہ ہے جونحوی کلا سے مستنبط ہواس کی تصریح یا تقدیر کے بغیر جیسے اشارہ اور تنبیہ اورنداء اور تمنی اورترجی اوراشارہ اورتشبیہ۔اشارہ اورتنبیہ کی مثال هذا زید قائما اورنداء کی مثال یازید قائما یعنی ادعوا زیدا قائما تمنی کی مثال لیتك عندنامقیما یعنی تمنیتك مقیما اورترجی کی مثال لعله فی الدار قائما اس کامعنی ہے ترجیته اورتشبیہ کی مثال کانه اسدصائلا جس کامعنی ہے اشبهه اسداصائلا

قال الماتن وشرطها ان تکون نکرة صاحب کافیہ کی عبارت کاحاصل یہ ہے کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔لان النکرة اس لیے کہ کلام میں اصل تنکیر اورغرض جوکہ معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کومقید کرنا ہےاوروہ نکرہ کے ساتھ حاصل ہوجاتی ہے توپس تعریف امرزایدعلی الغرض ہے۔

قال الشارح ای لیس اشتراطها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدرکاجواب دینا ہے

سوال شرط اورغلبہ میں منافات ہےاس لیے کہ شرط کااقتضاء یہ ہے ذوالحال ہمیشہ معرفہ ہواور غلبے کااقتضاء یہ ہے کہ ذوالحال ہمیشہ معرفہ نہ ہوبلکہ اکثرمعرفہ ہواورکبھی نکرہ بھی ہوجائے۔

جواب شرط اورغلبہ شیئی واحد کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ متوجہ ہے شرط کی طرف کہ حال کے وقوع کے موادد وقسم پر ہیں (۱) قلیل المواد (۲) غالب المواد اوروہ موادجن میں حال کاوقوع اقل ہےوہ پانچ ہیں۔

(۱) جس میں ذوالحال نکرہ موصوفہ ہوتو توصیف کی وجہ سے نکرہ میں تخصص آجائے گی لہذااس اس کاذوالحال بنناصحیح ہوجائے گاجاء نی رجل من بنی تمیم فارسا (۲)اومغنیة ذوالحال نکرہ استغراق کی وجہ سے تخصیص سے مستغنی ہوجیسے کہ معرفہ تخصیص سے مستغنی ہوتا ہے ۔جیسے فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا

(۳) نکرہ استفہام کے بعد واقع ہو جیسے هل اتاك رجل راكبا

(۴) نکرہ الا کے بعد واقع ہے نفی کو توڑنے کے لیے جیسے ماجاء نی رجل الا راكبا اس میں راکبا یہ رجل سے حال واقع ہے۔

(۵) حال نکرہ پر مقدم ہو جائے جیسے جاء نی راكبا رجل چونکہ ان تمام صورتوں میں نکرہ کے اندر تخصیص آ جاتی ہے لہذا اس کا ذوالحال واقع ہونا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ مواد جن میں حال کا واقع ہونا اکثر ہے وہ مذکور پانچ کے علاوہ ہیں۔ اس قسم میں حال واقع ہونے کی شرط نہیں ہے۔ یہی ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو پس مصنف کا قول غالبا یہ اشتراط كون صاحبها معرفة کی قید ہے۔ یعنی ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے مصنف کا قول غالبا یہ ذوالحال کے معرفہ ہونیکی قید نہیں۔

قال الماتن وارسلها العراك صاحب کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال آپ کا یہ کہنا کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو یہ منقوض ہے ارسلها العراك و مررت به وحده کے ساتھ اس لیے کہ العراك معرفہ ہے اور وحدہ بھی معرفہ ہے حالانکہ یہ حال واقع ہیں،

جواب یہ حال مئول بتاویل نکرہ ہیں۔

وارسلها العراك ولم يزدها ولم يشفق على نقض الدخال:

پورا شعر نقل کیا ہے کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو حالت ازدحام یعنی اکٹھے چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور اس بات کا خوف نہ کیا کہ ازدحام کیوجہ سے سیراب نہیں ہوسکیں گے۔

یہ بیت لبید شاعر کا ہے لبید شاعر نے ایک دن پہاڑ کے اوپر سے حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کو دیکھا کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو پانی پینے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ایک طرف کھڑے ہو کر ان کی نگرانی کرنے لگا تا کہ کوئی ان کا شکار نہ کرے یہ دیکھ کر لبید شاعر نے یہ شعر کہا کہ جس کے اندر وہ حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کی تعریف اور توصیف کر رہا ہے۔

كان المراد ارسال سے مراد برانگیختہ کرنا ہےاور مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان تخلیہ کرنا ہے معترکۃ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ العراک معنی میں معترک کے ہے اور متزاحمۃ تفسیر ہے معترکۃ کی۔

لعل المراد دخال کا معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ نفس مداخلت بعض کی بعض میں ہے۔ او المعنی یا دخال کا معنی تو حقیقی مراد ہے لیکن دخال سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی۔ **ولم يشفق على نفص مثل نفص الدخال**

ونحوه: یعنی مذکور دو مثالوں کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں کہ جن کے اندر حال نکرہ نہیں بلکہ معرفہ ہے۔ جیسے فعلت جہدک۔

قال الشارح تاويلها بيان صورة تاويل على سبيل التفصيل : کہ تاویل کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: یہ مصادر مذکورہ معرفہ ہیں لیکن حال نہیں بلکہ فعل محذوف کے لیے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور وہ فعل محذوف اپنے فاعل مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر حال واقع ہو رہا ہے اور یہ بات ظاہر کہ جملہ من حیث ہی جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

دوسری صورت: کہ مصادر حال ہیں لیکن اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حقیقت معرفہ ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ صورۃ اور لباس معرفہ میں ہیں اور حقیقت میں نکرہ ہیں جیسا کہ حسن الوجہ لباس معرفہ ہیں اور حقیقت نکرہ ہیں۔

خلاصہ۔ جو حال ہیں وہ معرفہ نہیں وہ نکرہ ہیں اور جو معرفہ ہیں وہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہیں۔

قال الماتن فان كان صاحبها نكرة صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔

قال الشارح محضة یہاں نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے جس میں تخصیص کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

لانها في المعنى: علت وجوب تخصیص کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ذوالحال

بمنزلہ مبتداء کے ہے اور حال بمنزلہ خبر کے ہے اور مبتداء کے لیے معرفہ ہونا یا کم از کم نکرہ مخصصہ ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ذوالحال کے لیے بھی ضروری ہے۔

ولئلا یلتبس: حال کے تقدیم وجوبی کی علت۔ کہ اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو بعض صورتوں میں یعنی حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جس طرح رئیت رجلا راکبا اب اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا کی صفت ہو لہذا حال ہونے کی صورت میں اس کی تقدیم واجب ہے۔ پس اس تقدیم کی وجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہے اس لیے کہ صفت کی تقدیم موصوف پر ممتنع ہوتی ہے۔

اگر چہ حالت نصب کے غیر میں التباس لازم نہیں آتا۔ لیکن طرداللباب حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہوگی۔

قال الماتن ولا تتقدم علی العامل المعنوی صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

فیما عدا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ زید قائما کعمرو قاعدا میں منقوض ہے۔ اس لئے کہ اس مثال میں قائما یہ زید سے حال ہے اور یہ عامل معنوی سے مقدم ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر عامل معنوی تشبیہ ہے۔ جو کاف مشبہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

جواب یہاں عامل معنوی پر حال کی تقدیم ایک دوسرے قاعدہ کی وجہ سے ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں حالین مختلفین اعتبارین مختلفین کے اعتبار سے واقع ہوں تو ہر حال کا اپنے ذوالحال کے ساتھ متصل واقع ہونا ضروری ہوتا ہے تا کہ التباس لازم نہ آئے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ اس جیسی ترکیب میں رفع التباس کے لیے حال کی عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے

قال الشارح قد عرفت یہ بات ماقبل میں معلوم ہو چکی ہے کہ عامل معنوی کس کو کہتے

ہے۔

قال الشارح **قد عرفت** یہ بات ماقبل میں معلوم ہو چکی ہے کہ عامل معنوی کس کو کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لفظ جو مقدر بفعل ہوتا ہے یا مقدر باسم الفاعل ہو مثلا ظرف اور مشابہ ظرف یہ عامل معنوی سے خارج ہیں۔ یہ فعل اور شبہ فعل میں داخل ہیں۔ لہذا ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال الشارح **وفعلی ھذا** ظرف فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے باقی بیان مخالفت کے ساتھ اس کی تخصیص اس لئے کہ ظرف میں اختلاف تھا۔

قال الشارح **فسیبویہ لا یجوزہ** اختلاف کا بیان

سیبویہ کا مذہب: یہ کہ ذوالحال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ظرف عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

اخفش کا مذہب: یہ ہے کہ عامل ظرف پر حال کی تقدیم جائز ہے بشرطیکہ مبتداء حال پر مقدم ہو جیسے **زید قائما فی الدار** اگر یہ شرط پائی جائے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ (۱) مبتداء سے حال مؤخر ہو جیسے **قائما زید فی الدار** (۲) مبتداء حال سے مؤخر ہونے کے ساتھ ساتھ ظرف سے بھی مؤخر ہو جیسے **قائما فی الدار زید**۔ ان دونوں صورتوں میں باتفاق سیبویہ و اخفش حال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم جائز ہیں اور مبتداء کے حال پر مقدم ہونے کی صورت میں اخفش جواز تقدیم کے قائل ہیں اور سیبویہ عدم جواز کے قائل ہیں۔

یحتمل ان یکون معناہ مولانا جامیؒ کی غرض متن کی عبارت بخلاف الظرف کے مطلب دوم کو بیان کرنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا مقصد بخلاف الظرف سے ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

وہم: وہم یہ ہوتا تھا کہ صاحب کافیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ حال اپنے عامل معنوی پر مقدم

نہیں ہوسکتا اس سے یہ وہم ہوا کہ ظرف بھی تو حال کے مشابہ ہے لہذا ظرف بھی شاید اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوگی۔

جواب صاحب کافیہ نے جواب کہ بھائی اگر چہ حال اور ظرف ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہیں لیکن اس کے باوجود حال کی تو اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز نہیں لیکن ظرف کی اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے اس لئے کہ ظروف میں توسع ہوتی ہے

هذا اذا لم يكن بخلاف الظرف کے یہ دو مطلب اس وقت ہیں جب کہ ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر ظرف کو عامل معنوی میں داخل مانا جائے تو پھر دوسرا مطلب ہی متعین ہے

كما لا تتقدم: ۔عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوسکتا خواہ وہ ذوالحال مجرور بالاضافت ہو یا مجرور بحرف الجر ہو۔اگر مجرور بالاضافت ہو تو پھر حال ذوالحال پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا۔ جیسے جاء تنی مجردا عن الثیاب ضاربة زید۔ یہ مثال ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں زید اضافت کی وجہ سے مجرور ہے۔اور مجردا اس سے حال ہے۔اس میں حال کی تقدیم ذوالحال پر جائز نہیں۔

عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ حال ذوالحال کا تابع اور فرع ہوتا ہے۔اور مضاف الیہ مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔تو جب مضاف الیہ ضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا تو اس کا تابع بطریق اولی مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔

اور اگر ذوالحال مجرور بحرف الجر ہو تو اس پر حال کی تقدیم جائز ہے یا ناجائز ہے۔اس میں اختلاف ہے۔

سیبویہ اور بصریین: کہ نزدیک حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر ناجائز ہے علت مذکورہ کی وجہ سے کہ حال ذوالحال کا تابع اور اس کی فرع ہوتا ہے اور مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا۔

جب مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا تو مجرور کا تابع اس پر بطریق اولی مقدم نہیں ہوسکتا۔ اور مصنف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اسی وجہ سے مصنف نے کہالا علی المجرور علی الاصح

ونقل عن بعضهم مولانا جامیؒ کی غرض دوسرے مذہب کو نقل کرنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک حال ذوالحال سے مقدم ہوسکتا ہے۔ جس پر دو دلیلیں ہیں (۱) دلیل نقلی (۲) دلیل عقلی

دلیل نقلی: ان کا استدلال اللہ تعالی کے اس فرمان سے وما ارسلناك الا كافة للناس کہ اس کے اندر کافة یہ حال ہے للناس سے جو مجرور بحرف الجر ہے۔ اور جس سے حال مقدم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر جائز ہے

ولعل الفرق: دلیل عقلی کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف جر اور اضافت میں فرق یہ ہے کہ حرف جر باب افعال کے ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف کہ طرح فعل لازم کو متعدی بنادیتا ہے تو حرف جر فعل کے تمامیت اور اس کے بعض حروف سے ہوا۔ جس طرح کہ باب افعال کا ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف۔ اور اضافت اس طرح نہیں ہے مثلاً جب کہا جائے ذهبت راكبة بهند تو گویا کہ اس نے کہا اذهبت راكبة بهند مطلب یہ ہے کہ ذهبت راكبة بهندلیہ اذهبت راكبة بهند کے مرادف ہے پس مجرور بحرف الجر وہ حقیقت میں مجرور ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم جائز ہے۔ اور مجرور بالاضافت پر حال کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

واجاب بعضهم مولانا جامیؒ کی غرض اجوبہ ثلاثہ کو نقل کرکے والکل تکلف سے تینوں جوابوں کو رد کردیا ہے (۱) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ وما ارسلناك الا كافة للناس میں كافة یہ مجرور بحرف الجر سے حال نہیں ہے۔ بلکہ یہ کاف ضمیر سے حال ہے اور کافۃ کی تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء مبالغہ کی ہے۔ (۲) اور بعض نحاۃ نے اس طرح جواب دیا کہ کافۃ یہ حال نہیں بلکہ یہ صفت ہے مصدر محذوف کی جو کہ رسالۃ ہے یعنی وما ارسلناك الا رسالة كافة

موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق ہے ارسلناك كا۔

(۳) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ کافۃ یہ کف کے معنی میں ہے۔اور یہ مفعول مطلق ہے تکف کا جیسے کا ذبۃ بمعنی کذب کے اور عافیۃ بمعنی عفۃ کے ہوتا ہے لیکن مولانا جامیؒ نے والکل تکلف سے تینوں جوابوں کورد کردیا۔ اگر چہ یہ جواب دیے جاتے ہیں لیکن یہ تکلف سے خالی نہیں ہیں (اس آیت کی تحقیق احقر کی تصنیف کاشفہ شرح کافیہ ضرور دیکھئے)

قال الماتن **وكل ما دل على هيئة ان يقع حالا** اس عبارت میں مصنف جمہور نحاۃ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جمہور نحاۃ کا مسلک یہ تھا کہ حال کے لیے مشتق ہونا ضروری ہے اور اسم جامد بغیر تاویل مشتق حال واقع نہیں ہوسکتا۔ تو مصنف نے اس کی تردید کر دی کہ ہر وہ اسم جو حالت پر دلالت کرے خواہ وہ مشتق ہو یا جامد ہو حال بن سکتا ہے اس کو مشتق کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں جیسے هذا بسرا اطيب منه رطبا اس میں بسرا اور رطبا اسم جامد ہونے کے باوجود حال واقع ہیں۔

قال الشارح **وهذا رد على** ہر دال على الهيئة کا حال واقع ہونا تو حال کی تعریف سے ہی معلوم ہو جاتا ہے دوبارہ بیان کرنا سے صاحب کافیہ کا مقصود صراحۃ جمہور پر تردید کو بیان کرنا ہے اور ماقبل سے اگر چہ تردید مفہوم ہوتی ہے لیکن صراحۃ نہیں سمجھی جاتی تھی۔

حال واقع ہیں۔ اس لیے کہ بسر صفت بسریت پر دلالت کرا ہے اور رطب یہ صفت رطبیت پر دلالت کرتا ہے۔ بسر کو مبسر اور رطب کو مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ بسر مبسر کی تاویل میں اور یہ طب مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت اس وقت ہوتی کہ جب یہ صفت پر دلالت نہ کر رہے ہوتے۔ اور اگر بسر کو مبسر کی تاویل میں کیا جائے تو یہ مشتق ہوگا ابسر النخل سے۔ باقی ابسر النخل اس وقت کہا جاتا ہے کہ نخل پر جو پھل ہے جب وہ بسر ہو جائے اور رطب کو اگر مرطب کی تاویل میں کیا جائے تو اس وقت یہ مشتق ہوگا۔ ارطب النخل سے اور ارطب النخل اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت نخل پر جو پھل ہے وہ رطب ہو

جائے اور بسر اس کو کہتے ہیں جو نیم پختہ ہو اور اس میں کھٹاس باقی ہو۔ اور رطب اس کو کہتے ہیں کہ جو پختہ ہو اور اس میں کھٹاس نہ ہو بلکہ صرف مٹھاس ہو۔

والعامل فی رطبا مولانا جامیؒ کی غرض ایک مسئلہ اختلافی میں ماھو المختار کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رطبا حال دوم میں بالاتفاق عامل اطیب اسم تفضیل ہے لیکن حال اول بسرا کے عامل کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔

محققین کا مذہب: یہ ہے کہ بسرا حال اول میں بھی اطیب اسم تفضیل ہی عامل ہے جیسے رطبا حال دوم میں اطیب ہی عامل ہے۔

سوال محققین کے مذہب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا لہذا اطیب اسم تفضیل بسرا حال اول میں عامل نہیں بن سکتا۔

جواب یہاں پر اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف کے معمول بسرا کا اطیب اپنے عامل پر مقدم ہونا ایک دوسرے قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب شئی واحد کے ساتھ حالین مختلفین کا اعتبارین مختلفین کے ساتھ تعلق ہو تو ایسی صورۃ میں ہر حال کا اپنے ذوالحال کے متصل واقع ہونا ضروری ہے اب ہم کہتے ہیں کہ یہاں ھذا کے مشار الیہ کے ساتھ بسرا اور رطبا دونوں حال متعلق ہیں لیکن بسرا مشار الیہ کے ساتھ متعلق اس کے مفضل ہونے کے اعتبار سے اور مشار الیہ کے ساتھ متعلق ہے اس کے مفضل علیہ ہونے کے اعتبار سے اور چونکہ ھذا مفضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ بسرا اس کے متصل ہو اس وجہ سے بسرا کو اپنے عامل اطیب اسم تفضیل پر مقدم کر دیا گیا۔

وھذہ الحیثۃ بھائی صاحب کہ مفضل تو وہ ضمیر مستتر ہے واطیب میں ہے لفظ ہذا مفضل نہیں ہے لیکن چونکہ ضمیر مستتر اسم ظاہر کی بنسبت معدوم سمجھی جاتی ہے اس لئے یہ سمجھ لیا گیا کہ گویا مفضل لفظ ہذا ہی ہے اس لیے بسرا کو لفظ ہذا کے متصل واقع کر دیا۔

قال الرضی شارح نے شیخ رضی کے قول کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا اعتبار کرکے بسرا کو اطیب کے بعد بھی ذکر کیا جاسکتا ہے یعنی ھذا اطیب بسرا منہ رطبا کہنا بھی صحیح ہے جیسا کہ زید احسن قائما منہ قاعدا اگر چہ یہ مسموع من العرب نہیں ہے۔

وذھب بعضھم : مولانا جامی نے مذہب دوم کو نقل کرکے وھذا لیس بصحیح سے رد کر دیا ہے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معنی اشارہ کو بسرا میں عامل قرار دیا جائے تو اشارہ حالت بسریۃ کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔ حالانکہ جب مشار الیہ صفت بسریۃ کے ساتھ متصف نہ ہو تو بھی اشارہ صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ معنی اشارہ عامل نہیں بن سکتا۔

دوسری وجہ رد: یہ ہے کہ بعض مواقع اور مقام ایسے ہیں جہاں اسم اشارہ کی جگہ ایسا اسم واقع ہوتا ہے جس کا عامل بننا ہی صحیح نہیں ہوتا تو ایسے مواقع میں بالاتفاق اسم تفضیل بھی معمول مقدم میں عامل ہوتا ہے لہذا مواقع مختلفہ میں بھی معمول مقدم میں اسم تفضیل ہی عامل ہونا چاہیے۔

قال الماتن **وقد تکون جملة** صاحب کافیہ نے ایک مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ کسی حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔ حال وہ ہوتا ہے جو ہیئت پر دال ہو لہذا اگر جملہ ہیئت پر دال ہو تو وہ جملہ بھی حال ہوگا۔

لکن یجب: سے اس بات کو بیان کر دیا کہ خبریت کی قید احترازی ہے جس سے جملہ انشائیہ کو خارج کرنا ہے۔

لان الحال : حال کے جملہ خبریہ ہونے کی علت کا بیان کہ حال بمنزلہ خبر کے ہے اور ذو الحال بمنزلہ محکوم علیہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور انشاء میں محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے لہذا جملہ انشائیہ حال واقع نہیں ہوسکتا۔

ولما کانت الجملة: چونکہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے لہذا وہ دوسری شی کے ساتھ ارتباط کا مقتضی نہیں ہوتا اور حال کے ذوالحال کے ساتھ ربط ہوتا ہے لہذا جب حال جملہ ہو تو اس کے لیے رابطہ کا ضروری ہے جو اس کو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ ضمیر اور واو ہے

الجملة الخبرية: جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ دحال سے خالی نہیں ہے اسمیہ ہوگا یا فعلیہ۔ اگر فعلیہ ہوتو اس کا فعل مضارع مثبت ہوگا یا منفی یا ماضی مثبت ہوگی یا ماضی منفی۔اس طرح یہ پانچ جملے ہوئے اگر حال جملہ اسمیہ ہوتو وہ واواور ضمیر دونوں کے ساتھ متلبس ہوگا۔

لقوة الاسمیه: جملہ اسمیہ استقلال میں قوی تر ہوتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس میں رابط نہایت قوی ہو اس لیے دو چیزوں کو رابط بنایا جیسے جئت وانا راکب ان تینوں مثالوں میں دونوں رابط موجود ہیں۔

او بالواو: یا وہ جملہ اسمیہ کا رابط تنہا واو کے ساتھ ہوگا اس لیے کہ واو اول امر میں ربط پر دلالت کرتی ہے۔لہذا اس کے ساتھ اکتفاء کیا جائے گا اول امر میں اس لیے دلالت کرتی ہے کہ واو
اصل میں جمع مع السابق کے لیے ہے لہذا جب اس نے بعد جملہ مذکور ہوگا تو فورا معلوم ہو جائے گا کہ مابعد ماقبل کے ساتھ مرتبط ہے جیسے حضور ﷺ کا قول ہے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔

وهذا ای الرابطة صاحب کافیہ کے مراد جملہ اسمیہ حالیہ سے وہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے جو حال منتقلہ کے قبیل سے ہو اور ھو الحق لا شك فیه اس ترکیب میں لا شك فیه حالیہ اگرچہ جملہ اسمیہ ہے لیکن حال منتقلہ نہیں ہے بلکہ حال موکدہ ہے۔

لان الضمیر لایجب: اس کا رابط تنہا ضمیر کے ساتھ ہوگا لیکن یہ ضعیف ہے۔اس لیے کہ ضمیر کا ابتداء میں واقع ہونا واجب نہیں ہے واو کی طرح لہذا یہ واو کی طرح اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گی جیسے کلمته فوه الی فی اس کے اندر تاء ضمیر متکلم کی ذوالحال ہے۔ اور فوه الی فی جملہ اسمیہ اس سے حال ہے پس اس میں فی کی ضمیر متکلم رابط ہے اور اگر فوه الی فی کو کلمته کی ضمیر مفعول سے حال قرار دیں تو فوه کی ضمیر رابط ہوگی۔

قال الشارح ای الجملة الفعلية صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے جملہ

فعلیہ مضارع مثبت حال واقع ہو تو اس میں رابط تنہا ضمیر ہوگی واو نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ فعل مضارع لفظا اور معنی اسم فاعل کے مشابہ ہے۔ اور اسم فاعل واو سے مستغنی ہوتا ہے لہذا مضارع مثبت بھی واو سے مستغنی ہوگا۔ جیسے جاء نی زید یسرع اس میں زید ذوالحال ہے اور یسرع حال ہے اور اس کے اندر ھو ضمیر ربط ہے۔

من الجملہ: ماسوی کا بیان کہ ان دو کے علاوہ باقی تین جملے (۱) فعلیہ مضارعہ منفیہ (۲) فعلیہ ماضیہ مثبتہ (۳) فعلیہ ماضیہ منفیہ ہر ایک میں تین رابط ہو سکتے ہیں۔ (۱) واو اور ضمیر دونوں کا مجموعہ (۲) فقط واو (۳) فقط ضمیر

من غیر ضعف: سے اشارہ کر دیا کہ جملہ اسمیہ حالیہ میں تو تنہا ضمیر کا رابط ہونا وجہ مذکور کی بنا پر ضعیف تھا اور ان تین جملوں میں فقط ضمیر کا رابط ہونا بغیر کسی ضعف کے ہے۔

مضارع منفی کی مثالیں: جیسے جاء نی زید وما یتکلم غلامہ یا جاء نی زید ما یتکلم غلامہ یا جاء نی زید وما یتکلم عمرو

ماضی مثبت کی مثالیں: جیسے جاء نی زید وقد خرج غلامہ۔ جاء نی قد خرج غلامہ اور جاء نی زید و قد خرج عمرو

ماضی منفی کی مثالیں: جیسے جاء نی زید وما خرج غلامہ اور جاء نی زید ماخرج غلامہ اور جاء نی زید وما خرج عمرو۔

قال الماتن **ولا بد فی الماضی المثبت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول لازمی ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا مقدر ہو۔

المقربہ زمان الماضی ماضی اور قد کے درمیان علاقہ کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کا زمانہ عامل کے زمانے سے مقدم ہوگا۔ لہذا اس مقتضی مثبت پر قد کا دخول ضروری ہے تا کہ وہ قد ماضی مثبت کے زمانے کو ذوالحال سے صدور

فعل یاذوالحال پر وقوع فعل کے زمانے کے قریب ہونے پر دلالت کرے۔اور چونکہ قریب شیئ حکمااس شیئ کے مقارن ہوتی ہے۔لہذا حکما حال کا زمانہ عامل کے زمانے کے ساتھ متحد ہو جائے گا۔

قال الشارح لان المتبادر جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس سے متبادر یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا یہ زمانہ عامل کے اعتبار سے ہوگا۔لہذا جب عامل ماضی ہوتو اس وقت بھی یہ ماضی مثبت پر قد کا دخول بلا فائدہ نہیں ہوگا۔

وھذا الخلاف: اختلاف نحاۃ کا بیان ہے۔یعنی جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس پر قد کے دخول کا لازم ہونا یہ نحاۃ بصریین کا مذہب ہےاور نحاۃ کوفیین کے نزدیک قد کا دخول لازم نہیں ہے نہ لفظا نہ تقدیرا۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قد میں تعیم ہے۔خواہ وہ قد ظاہر فی اللفظ ہو یا مقدر منوی ہو۔قد ظاہر فی اللفظ ہو جیسے جاءنی زید قد رکب غلامہ۔قد مقدر فی اللفظ ہو جیسے

جاؤکم حصرت صدورھم۔اس میں حصرت سے پہلے قد مقدر ہے۔اصل میں عبارت یوں تھی جاؤکم قد حصرت صدورھم

لان المتبادر مولانا اختلاف آخر کا بیان کہ جو نحاۃ اس بات کے قائل ہیں کہ جملہ حالیہ ماضیہ مثبتہ کے شروع میں لفظ قد کا ہونا واجب ہے۔ان کا باہم اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ لفظ قد مقدر بھی ہوسکتا ہے یا ملفوظ ہی ہونا واجب اور ضروری ہے۔چنانچہ سیبویہ اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ لفظ قد کا ملفوظ ہونا ضروری ہے مقدر ہونا جائز نہیں اور باقی نحاۃ کے نزدیک تعیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر۔چنانچہ سیبویہ اور مبرد کے مذہب پر اعتراض ہوا کہ آیت کریمہ جاؤکم حصرت صدورھم میں حصرت جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ حال واقع ہو رہا ہے حالانکہ لفظ قد شروع میں ملفوظ نہیں ہے۔تو سیبویہ اور مبرد نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں حصرت صدورھم جملہ حالیہ ہے ہی نہیں اسی جواب کی تفصیل میں مولانا جامیؒ فسیبویہ یؤول قولہ تعالی سے آخیر تک پیش

کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت صدورھم جملہ حالیہ نہیں ہے بلکہ موصوف محذوف کے لیے جملہ صفتیہ ہے اور مبرد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی یہ جملہ حالیہ نہیں بلکہ جملہ دعائیہ ہے کہ بددعا مقصود ہے۔

قال الشارح **وانما لم یشترط** مولانا جامیؒ کی غرض المثبت کی قید کے فائدہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال ماضی منفی حال واقع ہوتو اس پر قد کا دخول لازمی کیوں نہیں۔

جواب اس لیے کے اس صورت میں قد کے دخول کا فائدہ نہیں ہے۔

قال الماتن **ویجوز حذف العامل** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کے عامل کو بوقت قیام قرینہ حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مھدیا یہ حال ہیں جن کا عامل سر محذوف ہے

حالیة قرینہ میں تعمیم ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مھدیا۔

ای الشارع فی السفر: سے مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا للمسافر میں مسافر کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) حقیقی جو سفر میں شروع ہو چکا ہے (۲) معنی مجازی یعنی جو سفر کے لیے تیار ہو

ای سر راشدا: عامل محذوف کا بیان ہے۔

مھدیا: ترکیب کا بیان۔ مھدیا میں دو احتمال ہیں۔ (۱) راشدا کی صفت ہونے کی بنا پر منصوب ہو۔ (۲) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہو اگر ذوالحال واحد ہو تو حالین مترادفین ہو گے۔ اور اگر راشدا کی ضمیر مستتر سے حال ہو تو حالین متداخلین ہوں گے۔ باقی حذف بقرینہ مقالیہ ہو اس کی مثال جیسے کوئی آدمی کہے کیف جئت تو آپ اس کے جواب میں کہیں راکبا اس میں راکبا یہ حال ہے اور اس کا عامل محذوف ہے جو کہ جئت ہے اصل میں

عبارت یوں تھی جئت راکبا ۔ جئت فعل کوحذف کردیا اس کے حذف پر قرینہ سوال ہے۔اور جیسے قرآن مجید میں ہے۔ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلی قادرین اس میں قادرین حال ہے جس کا عامل نجمع محذوف ہے

ای شرط وجوب یہاں کئی مضاف محذوف ہیں۔تقدیر عبارت شرط وجوب حذف عاملها جس کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال موکدہ کے عامل کے حذف وجوبی کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو جیسے مثال مذکور میں زید ابوك عطوفا۔

احترزبه : مضمون جملہ کی قید کے فائدے کا بیان۔انا ارسلناك للناس رسولا۔ میں رسولا حال موکدہ ہے لیکن جملہ کے مضمون کے لیے موکدہ نہیں ہے کیونکہ جملہ کا مضمون ارسال الله ہے۔بلکہ جملہ کے مضمون کی جزء یعنی ارسال کے لیے موکد ہے۔اس لئے یہاں عامل محذوف نہیں بلکہ حال مذکور ہے لیکن یہ جب ہے کہ رسول کا معنی لغوی مراد ہو اگر معنی شرعی مراد لیا جائے تو پھر مضمون جملہ کے لیے موکد ہے کیونکہ رسول بمعنی لغوی تو فقط ارسال کا مقتضی ہے جو ارال اللہ تو پورے جملے کے مضمون کی جزء ہے اور رسول بمعنی شرعی ارسال الله کے بغیر متحقق ہو ہی نہیں سکتا۔

احترزبه: اسمیۃ کی قید کے فائدے کا بیان ہے اگر جملہ فعلیہ کے مضمون کے لیے موکد ہو تو عامل کے حذف واجب نہیں ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ میں شهد فعل عامل حذف نہیں ہے۔

بحث تمیز

قال الماتن **التمیز ما یرفع** صاحب کافیہ نے تمیز کی تعریف کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو موضوع لہ میں راسخ اور ثابت ہو چکا ہو یعنی ابہام وضعی کے لیے رافع ہو۔

واحترز بہ عن البدل: یرفع الابہام کی قید سے بدل خارج ہو جاتا ہے کیونکہ بدل سے مقصود متکلم

رفع ابہام نہیں ہوتا بلکہ مبہم کو چھوڑ کر معین کو ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے اگر چہ کچھ نہ کچھ ابہام کا رفع بھی ہو جاتا ہے لیکن رفع ابہام مقصود نہیں ہوتا اور تمیز میں متکلم کا مقصود رفع الابہام ہی ہوتا ہے۔

فان المستقر وان کان: خلاصہ کلام المستقر کی قید کا فائدہ اول یہ ہوا کہ اس سے الفاظ مشترکہ کی صفات خارج ہو جائیں گی۔ رأیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کو خارج کرنا ہے کیونکہ جاریۃ کا لفظ اگر چہ عینا سے ابہام کو دور کر رہا ہے لیکن یہ ابہام اشتراک کے عروض کی وجہ سے ہے لہذا رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کو تمیز نہیں کہا جائے گا۔

وکذا یقع بہ: المستقر کی قید کے فائدہ ثانیہ۔ اس سے مبہمات کی اوصاف تمیز ہونے سے خارج ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ مبہمات کی صفات اگر چہ مبہمات سے ابہام کو رفع کرتی ہیں لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہوتا بلکہ وہ ابہام استعمالی ہوتا ہے

کیونکہ اسماء مبہمات کے بارے میں اختلاف ہے جس میں دو مذہب ہے۔

(۱) علامہ تفتازانی کے نزدیک اسم اشارہ مثلا ھـــذا کی وضع مفہوم کلی کے لیے ہوتی ہے بشرط استعماله فی الجزئیات۔

اور جمہور کا مذہب: یہ ہے کہ اسم اشارہ مثلا ھـذا کی وضع مفہوم کلی کی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی کے لیے ہوئی ہے اور ظاہر بات ہے کہ نہ تو مفہوم کلی میں کوئی ابہام ہے اور نہ ہی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی میں ابہام ہے البتہ اگر ابہام ہے تو علامہ صاحب کے مذہب کی بناء پر معنی مستعمل فیہ کے اعتبار کے ہے اور جمہور کے مذہب پر تعدد موضوع لہ اعتبار سے ہے۔

وکذا یقع الاحتراز المستقر کی قید کا فائدہ ثالثہ کا بیان۔ المستقر کی قید کے ذریعہ عطف بیان بھی تمیز ہونے سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ عطف بیان مبین کے ایسے ابہام کو دور کرتا ہے جو عدم شہرت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابہام وضعی کے لیے رافع نہیں ہے۔

واحتراز بہ عن ذات کی قید کے ذریعے نعت اور حال تمیز ہونے سے خارج ہو گئے کیونہ

نعت اور حال دونوں وصف میں پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرتے ہیں اور تمیز ذات میں پیدا ہونے والے ابہام کے لیے رافع ہوتی ہے۔

قال الشارح **وتحقیق ذالک** مولانا جامیؒ کی غرض حال اور نعت اور ان دونوں اور تمیز کے فرق کا تفصیلی بیان۔ یعنی اس کی تحقیق کہ تمیز ذات سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔ اور نعت اور حال وصف سے ابہام کو رفع کرتے ہیں یہ ہے کہ مثلا جب واضع نے رطل کو جب نصف من کے لیے وضع کیا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موضوع لہ معنی معین ہے جو نصف سے اقل مثلا ربع سے ممتاز اور نصف سے اکثر سے بھی ممتاز ہے۔ لیکن ذات یعنی جنس کے اعتبار سے اس کے اندر ابہام ہے۔ اس لیے کہ بحسب الوضع معلوم نہیں ہوا کہ وہ شھد کی جنس سے یا سرکہ کی جنس سے یا کسی اور جنس سے ہے۔ اور بحسب الوصف بھی ابہام ہے اس لیے کہ بحسب الوصف معلوم نہیں ہوا کہ وہ بغدادی۔ یا مکی۔ یا ملتانی۔ تو پس جب ابہام وضعی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے بعد حال یا وصف کو ذکر کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا۔ رطل بغدادی اور جب ابہام

ذاتی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو ذکر کیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا رطل زیتا پس زیتا ابہام ذاتی کو رفع کر رہا ہے۔ جب کہ نعت اور حال ابہام وصفی کو رفع کرتے ہیں نہ کہ ابہام ذاتی کو رفع کرتے ہیں۔

اشارۃ الی تقسیم یہاں پر کلمۃ او تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تمیز کی تقسیم کے لیے ہے۔ تمیز کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے۔ رطل زیتا (۲) جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔ جیسے طاب زیدنفسا

قال الشارح **فانہ فی قوۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال طاب زیدنفسا میں نفسا یہ زید سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ ذات مذکورہ ہے مقدرہ نہیں حالانکہ آپ نے یہ مثال ذات مقدرہ کی دی ہے۔

جواب یہاں ممیز زید نہیں بلکہ ممیز محذوف ہے جو کہ شیئ ہے اس لیے کہ طاب زیدنفسا یہ طاب شیئی منسوب الی زید کے معنی میں ہے۔ تو پس نفسا اس شیئ سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ مقدر ہے۔

قال الماتن فالاول عن مفرد مقدار صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے تمیز کی قسم اول یعنی جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ اکثر مواد میں مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔

قال الشارح یعنی مابہ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اس لیے کہ مصنف نے مثال کے اندر عشرون درھما و منوان سمنا کو پیش کیا حالانکہ عشرون اور منوان یہ مفرد نہیں ہے بلکہ عشرون جمع ہے اور منوان تثنیہ ہے۔

جواب یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف کے مقابلے میں ہو۔ مفرد تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں نہیں ہے۔

وھو مایقدر بہ الشئی: مقدار کی تعریف کا بیان ہے کہ مقدار وہ ہے کہ جس کے ساتھ کسی شئی کا اندازہ لگایا جائے۔ یعنی جس کے ساتھ شئی کو پہنچا جائے۔

ضمن کہ مفرد مقدار عدد سے اعم ہے۔ یہ عدد کو بھی شامل ہے اور کیل کو بھی اور وزن کو بھی۔ اب صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ مفرد مقدار یا عدد کے ضمن میں متحقق ہو یا غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہو۔ پھر وہ غیر چار حال سے خالی نہیں ہے۔

(۱) یا وہ وزن ہوگا۔ (۲) یا کیل ہوگا۔ (۳) یا ذراع ہوگا (۴) یا مقیاس ہوگا۔

مفرد مقدار عددی کی مثال: عشرون درھما۔

مفرد مقدار وزن کی مثال جیسے رطل زیتا اس لیے کہ رطل نصف سیر کو کہتے ہیں۔ اور جسے منوان

سمنا۔

فان نصف: سے اس بات کی دلیل پیش کرنا ہے کہ رطل وزنی ہے۔

مفرد مقدار کیل کی مثال: جیسے قفیزان برا

مفرد مقدار مقیاس کی مثال: علی التمرة مثلها زبدا

قال الشارح **والمراد بالمقادير** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ان مقادیر میں تو کوئی ابہام نہیں ہے اس لیے کہ یہ معلوم متعین ہیں تو تمیزان سے ابہام کو کیسے دور کرے گی جب کہ ابہام ہی نہیں ہے۔

جواب ان سے مراد مقدرات ہیں جن میں ابہام موجود ہے اور تمیزان مقدرات سے ابہام کے لیے رافع ہے۔ مثلا عشرون سے مراد معدود ہے اسی طرح رطل سے مراد موزون ہے۔ اور قفیزان سے مراد مکیل ہے۔ اور ذراع سے مراد مزروع ہے۔ اور علی التمره مثلها زبدا میں مثلها سے مراد مقیس ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان میں ابہام موجود ہے۔

سوال مقادیر کی پانچ قسمیں ہیں بعض کی مثال ذکر نہیں کی۔ یعنی کیل اور مساحۃ کی اور وزن کی مثال کو مکرر ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب صاحب کافیہ کا مطمع نظر مثالوں کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود متممات اسم

کو بیان کرنا ہے کہ متممات اسم چار چیزیں ہیں۔ (۱) نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ جیسے عشرون درهما میں عشرون اسم تام ہے جس کی تمامیت نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ ہے

(۲) نون تنوین کے ساتھ خواہ تنوین ملفوظ ہو جیسے رطل زیتا میں رطل اسم تام ہے جس کی تمامیت نون تنوین ملفوظ کے ساتھ ہے یا تنوین مقدر کے ساتھ ہو جسے احدعشر رجلا

(۳) نون تثنیہ کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے منوان سمنا

(۴) اضافت کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے علی التمرة مثلها زبدا۔

ومعنی تمام الاسم اسم تام کی تعریف کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کے تام ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت کو ہوتے ہوئے اس کی اضافت ممکن نہ ہو اور اسم کے ساتھ جب تنوین ہو تو اس کی اضافت ممتنع ہوتی ہے اسی طرح جب نون تثنیہ یا نون جمع ہو تو اس کی اضافت محال ہوتی ہے اور جب وہ مضاف ہو تو بھی اس کی اضافت محال ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مضاف دوسری مرتبہ مضاف نہیں ہوسکتا۔

فاذا تم الاسم اسم تام۔ کے ناصب ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جب اسم مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جائے گا تو وہ فعل کے مشابہ ہو جائے گا۔ جس طرح فعل فاعل کے ساتھ تام ہو جاتا ہے جس طرح فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح اسم تام بھی ان اشیاء کے ساتھ تام ہو کر شبہ مفعول یعنی تمیز کو نصب دے گا۔ پس وہ تمیز مفعول کے مشابہ ہو جائے گی۔ کیونکہ تمیز اسم کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے۔

ما یتشابه اجزاء ہ جنس کی تعریف کا بیان بحسب الحقیقت والماہیت کہ جنس ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے اجزاء میں سے ہر ہر جز کا کل کے ساتھ نام میں اشتراک ہو جیسے ماء سمندر کو بھی ماء کہتے ہیں اور ایک قطرے کو بھی ماء کہا جاتا ہے۔

یقع مجردا جنس کی تعریف بحسب الحکم۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تمیز مفرد کے استعمال کیے جانے کی علت کو بھی بیان کیا جارہا ہے۔

قال الماتن الا ان تقصد الانواع ۔ یہ استثناء مفرغ ہے تقدیر عبارت۔ فیفرد التمیز فی جمیع الاوقات الا وقت قصد الانواع۔

ای ما فوق الواحد متن کی عبارت میں انواع سے مراد مافوق الواحد ہے جو نوعین کو بھی شامل ہے۔

قیل وفی تخصیص قصد ۔ سوال کو نقل کر کے یمکن سے جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح انواع کے مقصود ہونے کی صورت میں تمیز مقصود کے مطابق لائی جاتی ہے ایسے ہی اعداد کی مقصود ہونے کی صورت میں بھی تمیز مقصود کے مطابقت بھی ضروری ہوتی ہے۔ لہذا صاحب کافیہ کو یوں کہنا چاہیے تھا الا ان تقصد الانواع او الاعداد ۔اس استثناء کی صرف انواع کے ساتھ تخصیص صحیح نہیں ہے۔

جواب : انواع سے مراد حصص الجنس ہے یعنی افراد مراد ہیں خواہ وہ افراد نوعیہ ہوں یا افراد شخصیہ ہوں۔لہذا اس استثناء دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ افراد شخصیہ ہی اعداد ہیں۔

ای الاول: حاصل عطف کا بیان ہے۔ کہ تمیز کی قسم اول جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ جس طرح مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے یعنی جو نہ عدد ہو اور نہ وزن ہو اور نہ ہی کیل ہو اور نہ ہی مساحت ہو۔

فان الخاتم: سے مثال کے ممثل لہ پر منطبق ہونے کا بیان ہے کہ خاتم باعتبار جنس کے مبہم ہے اور تنوین کے ساتھ تام ہے اسی لئے اس نے تمیز کا تقاضہ کیا ہے۔

قال الماتن والخفض اکثر ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اس میں بنسبت نصب کے جر زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

استعمالا: سے ایک وہم کو دفع کر دیا کہ یہاں پر اکثر سے مراد اکثر من حیث المذاھب نہیں بلکہ من حیث الاستعمال ہے۔

الحاصل مصنف کا مقصود دو چیزوں سے مرکب ہے۔(۱) وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرے وہ مجرور بالاضافت ہوتی ہے۔(۲) اس میں جر بنسبت نصب کے اکثر ہے۔

لحصول الغرض : کہ اضافت کے ساتھ غرض حاصل ہو جائیگی اور تخفیف بھی حاصل ہو جائے گی۔

ولقصور: کہ غیر مقدار طلب تمیز سے قاصر ہے اس لئے کہ مبہمات میں اصل مقادیر ہے اور غیر مقدار اس شیئ کے مرتبے میں نہیں ہے۔

قال الماتن والثاني عن نسبة ۔ صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی دوسری قسم کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز کی دوسری قسم جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے وہ یا تو نسبت کائنہ فی الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی یا ت کائنہ فی شبہ الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی۔

قال الشارح کان الظاهر ایک اعتراض کو نقل کر کے لکن سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کی کلام میں تعارض ہے اس لئے کہ مصنفؒ نے ماقبل میں کہا تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے اور یہاں ذات کا ذکر ہی نہیں بلکہ نسبت کا ذکر ہے۔ حالانکہ نسبت امر معنوی ہے ذات نہیں ہے۔ لہذا مصنف کو یوں کہنا چاہئے تھا عن ذات مقدرة فی نسبة فی جملة۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ ابہام طرف نسبت میں یعنی ذات مقدرہ میں، ابہام فی النسبت کو مستلزم ہے اور رفع ابہام عن النسبت طرف نسبت یعنی ذات مقدرہ سے رفع ابہام کو مستلزم ہے اس لئے عن نسبت کا لفظ کہہ دیا۔

مقتصرا علیها ۔ اسلوب بدل کر اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تمیز کی قسم ثانی کا تمیز کی قسم اول کے ساتھ مقابلہ محض نسبت کے اعتبار سے ہے ذات مذکورہ یا مقدرہ کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کائنة فی جملة: ترکیب کا بیان کہ فی جملۃ یہ متعلق ہے کائنۃ کے ساتھ پھر یہ باعتبار متعلق کے صفت ہے نسبۃ کی۔

وهو اسم الفاعل : سے شبہ جملہ کے مصداق کا بیان۔ کہ شبہ جملہ کا مصداق اسم الفاعل اور اسم مفعول اور مصدر اور ہر وہ لفظ کہ جس میں فعل والا معنی پایا جائے اس میں فاعل کی مثال الحوض ممتلیء ماءً اور اسم مفعول کی مثال الارض مفجرة عیوناً اور صفت مشبہ کی مثال زید حسن وجهاً اور اسم تفضیل کی مثال زید افضل اباً اور مصدر کی مثال اعجبنی

طيبه ابا۔ اور وہ لفظ جس کے اندر فعل والا معنی پایا جائے جیسے حسبك زيد رجل۔ اس لئے کہ حسبک اس مثال میں یکفیك کے معنی میں ہے۔

مثال للجملة: طاب زید نفساً۔ یہ اس تمیز کی مثال ہے جو جملے سے ابہام کو رفع کرے اور تمیز اس کے اندر منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے۔

زید طیب ابا یہ شبہ جملہ سے ابہام کو رفع کرنے کی مثال ہے۔ اور اس کے اندر تمیز منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اور متعلق منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

حیث لا فرق ۔ جملہ کے لئے ایک مثال کو ذکر کیا ہے اور شبہ جملہ کے لئے چار مثالوں کو ذکر کیا ہے اس لئے کہ دونوں کے تمیز میں کوئی فرق نہیں کل مثال للجملة فهو مثال لشبه الجملة و کل مثال لشبه جملة فهو مثال للجملة۔ لیکن صاحب کافیہؒ نے ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے تمثیلات میں جملہ کی بقیہ امثلہ کو بنا بر اختصار کے مقدر کر دیا۔

بہر حال در حقیقت جملہ اور شبہ جملہ میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ چار مثالیں اس طرح بن جائیں گی۔

(۱) طاب زید نفسا (۲) طاب زید ابا (۳) زید طیبه ابا (۴) زید طیبه نفسا

قال الشارح قوله و ابوة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ابوۃ اور دارا اور علما ان میں جس طرح شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے اسی طرح جملہ نسبت بھی تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے۔ تو پھر مصنفؒ نے ابوۃ اور دارا اور علما ان کو شبہ جملہ کے بعد کیوں ذکر کیا۔

جواب : مصنفؒ کا قول ابوۃ اور دارا اور علما اگر چہ بحسب اللفظ ان کا عطف ابا پر ہے بحسب المعنی ان کا عطف نفسا اور ابا دونوں پر ہے۔ تو مصنفؒ کا قول صرف آخری مثال کے ساتھ مختص نہیں۔

فالنفس اضافی متعدد امثلہ یہ ممثل لہ کے متعدد ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ

تمیز کی پانچ قسمیں ہیں۔
(۱) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے طاب زید نفسا۔ اس لئے کہ نفس زید پر بالذات محمول ہے اور غیر کا احتمال نہیں رکھتا۔
(۲) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے طاب زید ابا۔
(۳) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے طاب زید ابوۃ۔
(۴) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو۔ اور وہ غیر کا احتمال نہ رکھے۔ جیسے طاب زید علما۔
(۵) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا بھی صحیح نہ ہو۔ جیسے طاب زید دارا۔
عین اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ اور عین غیر اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو۔
والدر ۔ سے در اور فارس کی لغوی معنی کا بیان۔ کہ در کا معنی ہے دودھ اور مراد اس سے خیر کثیر ہے۔ فارسا اس میں فاعل فراست بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اسپ شناسی میں کامل ہونا جب یہ کمال کسی میں ہے تو حیرت انگیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو وقت اللہ تعالیٰ کی نسبت کر کے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ وہ عجائبات کا خالق ہے اور مقصود صرف تعجب ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا وہ کیسا کامل اسپ شناس ہے اور اگر وہ معنی سوار شدن ہو تو معنی یہ ہوگا تو وہ کیسا اچھا سوار ہے اور فراست کے معنی میں ظاہر دیکھ کر باطن کو معلوم کر لینا۔
قال المصنف ثم ان کان اسما ۔ مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کون سی تمیز منصب عنہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور کون سی اس کے متعلق کے ساتھ اور کون سی باعتبار لفظ کے ہر ایک کے لئے ہو سکتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز یا اسم غیر صفت ہوگی یا اسم صفت ہوگی۔ اگر تمیز اسم

صفت ہوتو پھراس کومنصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہوگا۔ یا منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہوگا۔
منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح ہواس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر صحیح ہواور منصب عنہ کے ساتھ تعبیر کرنا صحیح ہو۔اوراگر منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہواس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر کرنا صحیح نہ ہواوراس کے ساتھ تعبیر کرنا بھی صحیح نہ ہو۔اوراگر منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہوتو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔
(۱) اس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا بھی صحیح ہو اگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے اوراگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ نہ ہوتو پھراس کو منصب عنہ کے متعلق تمیز بنائیں گے۔اگر منصب عنہ کے متعلق سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے جیسے طاب زید ابا اس میں ابا کو منصب عنہ یعنی زید سے تمیز بنانا بھی صحیح ہے۔جب طیب کا اسناد زید کی طرف اس اعتبار سے ہو کہ زید عمرو کا باپ ہے۔اگراس تمیز کو منصب عنہ پرمحمول کرنا صحیح نہ ہوتو منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید ابوۃ و دارا و علما ان اسما کو منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہیں۔تو یہ منصب عنہ کے متعلق یعنی زید کے متعلق کے لئے ہو گی۔اور متعلق زید ذات مقدرہ یعنی شیئ جو کہ زید کی طرف منصوب ہے۔

قال الشارح بعد ما طاب زید نفسا میں اس لئے کہ اس میں نفسا کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہے۔اوروہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہواس کے اندر دو وجہیں جائز اس وقت ہیں جب وہ منصب عنہ میں نص نہ ہو۔

لاصفة اسم صفت عام ہے اور جب عام خاص کے مقابلے میں ہوتو اس عام سے مراد خاص کا ماسوا ہوتا ہے تو یہاں بھی اسم سے مراد غیر صفت ہوگا۔

تارة یہاں واو بمعنی او کے ہے۔

قال الماتن فیطابق ۔ سے صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی مذکورہ دو قسموں کے طریقہ استعمال کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی اگر جنس ہوتو اس سے

انواع کا قصد کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اگر تمیز جنس نہ ہو تو اس کو مقصود کے موافق واحد تثنیہ یا جمع لائے گا یعنی جب تمیز کے اندر واحد ہونے یا جمع ہونے کا قصد کیا جائے۔ تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا خواہ وہ واحد اور تثنیہ جمع لانا منصب عنہ کے موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کے موافقت کی وجہ سے جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہے جیسے طاب زید ابا۔ طاب الزیدان ابوین ، طاب الزیدون آباءً اور تمیز کو مفرد جمع لانا اس معنی کی موافقت کی وجہ سے ہو جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہو تو اس کی مثال یہ ہے طاب زیدابا جب مراد فقط زید کا باپ ہو اور طاب زید ابوین جب مراد زید کا باپ اور اس کا دادا ہو اور طاب زید آباءً جب مراد زید کے ابا و اجداد ہوں جو صورت بھی ہو خواہ منصب عنہ کی موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کی موافقت کے لئے ہو جو نفس تمیز میں پایا جائے۔ جب تمیز کے مفرد ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو مفرد لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے تثنیہ ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو تثنیہ لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے جمع ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو جمع لایا جائے گا اس لئے کہ مفرد کا صیغہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ تثنیہ اور جمع پر اس اطلاق کیا جائے۔

اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مقصود نہ ہوں تو اس کو مفرد لایا جائے گا اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل کثیر پر کرنا صحیح ہے۔ لہذا اس کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے طاب زید علما ۔ طاب الزیدان علما۔ طاب الزیدون علما ۔ اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مختلفہ کا قصد کیا جائے تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا بلکہ ضروری ہے جیسے طاب الزیدان علمین۔ طاب الزیدون علوما ۔ جب یہ مراد ہو کہ زیدون میں سے ہر زید وہ علم کی ایک ایک نوع کے اعتبار سے اچھا ہے مثلاً ایک زید علم فقہ کے اعتبار سے اچھا ہے اور دوسرا زید علم نحو کے لحاظ سے اچھا ہے اور تیسرا زید علم منطق کے اعتبار سے اچھا ہے اس لئے کہ مفرد کا صیغہ وہ اس معنی کا فائدہ نہیں دیتا۔

قال الشارح **ای فی ما جازا** وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہے وہ شیئ اول میں داخل

ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک جس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا صحیح ہو اس کے اندر تعمیم ہے۔ خواہ وہ منصب عنہ میں نص ہو یا وہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھے۔

قال الشارح من حيث ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب زیدون میں سے ایک زید علم نحو کا عالم ہو دوسرا زید علم فقہ کے ایک حکم کا اور تیسرا زید علم اصول کے ایک ضابطے کا اور یہ انواع مقصود ہوں تو طاب الزیدون علما کہا جائیگا علوما نہیں۔ حالانکہ یہاں پر قصد انواع موجود ہے۔

جواب: انواع کا قصد ہوا امتیازات نوعیہ کے اعتبار سے نہ کہ امتیازات شخصیہ کے اعتبار سے۔

قال الماتن وان کان ۔ اگر تمیز صفت مشتق ہو جیسے لله درہٗ فارسا یا وہ مشتق کی تاویل میں ہو جیسے کفی زید رجلا اس میں رجلا یہ کامل فی رجولیت کے معنی میں نہیں ہے۔ تو وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی۔ اس کے متعلق کے لئے نہ ہوگی اس لئے کہ صفت موصوف کا تقاضہ کرتی ہے اور منصب عنہ مذکور اولی ہے موصوف ہونے کی۔ مثلاً جب کہا جائے طاب زید والدا ۔ تو والد بھی زید ہوگا اس کے متعلق یعنی اس کا باپ نہ ہوگا۔ بخلاف اسم کے مثلاً طاب زید ابا میں ابا کے اندر دونوں احتمال ہیں زید کا بھی اور اس کے باپ کا بھی۔

قال الشارح وطبقه الواو ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: طبقه کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ معطوف ہو کانت کے اسم پر (۲) یہ معطوف ہو کانت کی خبر پر اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معطوف ہو کانت کی اسم پر تو معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان مطابقت نہ ہوگی۔ دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں کہ اگر یہ کانت کی خبر پر معطوف ہو تو کانت کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب الواو سے ہے دوسرا جواب و یجوز سے ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ واو عاطفہ نہیں ہے بلکہ بمعنی مع کے ہے۔

اور طبقه مصدر بمعنی مطابقت ہے اب معنی یہ ہوگا وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی اس صفت کے منصب عنہ کے مطابق ہونے کے ساتھ۔

کہ طبقہ اس میں دو احتمال ہیں یا یہ فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول محذوف ہے یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔

ویجوز : سے جواب ثانی کا بیان کہ طبق مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کے اور واو عاطفہ ہے اور طبقہ کا عطف ہے عطف کانت کی خبر پر معنی یہ ہوگا کہ وہ صفت صفت ہوگی اس منصب عنہ کے لئے اور اس منصب عنہ کے مطابق ہوگی۔

والمراد بالمطابقة یہاں تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری نہیں ہے بلکہ یہاں مراد افراد تثنیہ جمع میں اتفاق ہے اور تذکیر وتانیث میں اتفاق ہے۔

اس لئے کہ صفت کے اندر ضمیر ہوگی جو راجع ہوگی منصب عنہ کی طرف اور راجع مرجع میں امور مذکورہ میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی وجہ سے تمیز کو منصب عنہ کے مطابق لانا ضروری ہے

قال الماتن و احتملت : سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صفت مذکورہ میں حال بننے کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ حال بنانے کی صورت میں معنی صحیح ہوتا ہے۔ جیسے طاب زید فارسا۔ اگر اس میں فارسا کو تمیز بنائیں تو معنی ہوگا زید اچھا ہے از روئے شاہ سوار ہونے کے اور اس کو حال بنائیں تو معنی یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے اس حال میں کہ وہ شاہ سوار ہے لیکن تمیز کو دو وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول : یہ ہے کہ اس صفت میں کبھی من زیادہ کیا جاتا ہے جیسے للہ درہٗ من فارس اور عربیوں کا قول ہے عز من قائل یہ عز قائلا کی جگہ واقع ہے تو من کا زیادہ ہونا تمیز کے لئے مؤید ہے اس لئے کہ من تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں زیادہ نہیں ہوتا۔

وجہ ثانی: جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود زید کی مدح ہے فروسیت کے لحاظ سے نہ کہ فروسیت کی

حالت میں اس لئے کہ فروسیت کی حالت میں کبھی فروسیت کے علاوہ دوسری صفات کے اعتبار سے بھی مدح کی جاتی ہے جیسے زید عالم من حیث عنه فارس۔

قال الماتن ولا یتقدم علی عامله ۔کہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

قال الشارح اذا کان عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو تمیز اپنے عامل پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا عندی درهما عشرون اور عندی زیتا رطل نہیں کہا جائے گا وجہ اسکی یہ ہے کہ عامل جب اسم تام ہو تو وہ اسم جامد ہوتا ہے۔ اور اسم جامد عامل ضعیف ہے اس لئے کہ یہ عمل کرتا ہے فعل کی مشابہت کیوجہ سے اور یہ مشابہت قوی نہیں ہے۔ بلکہ ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم میں عمل نہیں ہوسکتا۔

قال الماتن والاصح ان یتقدم ۔جب ماقبل میں بیان کیا گیا کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو یہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اسم جامد عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمول مقدم میں نہیں کرسکتا تو اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ جب تمیز کا عامل اسم تام نہ ہو بلکہ فعل یا شبہ فعل ہو تو چونکہ یہ دونوں عامل قوی ہیں لہذا ان پر مقدم ہو جائے گی تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے مصنفؒ نے کہا والاصح یعنی جب تمیز کا عامل فعل یا شبہ فعل ہو تو اگرچہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ تمیز اس پر مقدم ہوسکتی ہے لیکن مذہب اصح یہ ہے کہ اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو اس پر بھی تمیز مقدم نہیں ہوسکتی خواہ فعل صریحی ہو یا غیر صریحی یعنی شبہ فعل ہو۔

عدم تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ تمیز من حیث المعنی نفس فعل کا فاعل ہوتی ہے جیسے طاب زیدا ابا یعنی طاب ابوہ یا اس فعل کا فاعل ہوتی جب اس کو لازمی بنا دیا جائے۔ جیسے و فجرنا الارض عیونا اس میں عیونا یہ نفس فعل کا مفعول ہے لیکن جب اس فعل کو لازمی بنایا جائے تو عیونا فاعل بن جائے گی۔ جیسے انفجرت عیونا۔

یا وہ فعل کا فاعل ہوتی ہے جب اس کو متعدی بنا دیا جائے جیسے امتلیء الاناء ماءً یعنی ملاہ الماء تو جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل ہوتی ہے تو اس پر ضمیر مقدم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ

فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوسکتا تو وہ چیز فاعل کے معنی میں ہو وہ بھی اس پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

قال الشارح و ھھنا بحث ۔امتلأ الاناء ماءً میں ماءً کو فاعل بنانے کی جو توجیہ بیان کی گئی ہے اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماءً میں ماءً یہ فعل لازمی کو متعدی بنانے کے بغیر من حیث المعنی فاعل ہے۔اس لئے کہ جب متکلم نے لآء کے بعض متعلقات کی طرف امتلأ کے اسناد کا قصد کیا اگر چہ وہ علیٰ سبیل التجوز ہے کیونکہ حقیقت میں اسناد اناء کی طرف ہے اور اناء کے بعض متعلقات کو مقدر کیا تو ابہام پیدا ہوگیا۔کہ وہ برتن کو بھرنے والی چیز کیا ہے۔تو اس ابہام کو رفع کرنے کے لئے بطور تمیز کے ماآء کو ذکر کر دیا۔پس ماء من حیث المعنی امتلأ کا فاعل ہے اور اس کا معنی ہے امتلأ ما الاناء۔

و ذالک بعینہ اوپر والی بات کی تائید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماء میں ماء کا فاعل مجازی اور فاعل معنوی ہے یہ ایسے ہے جیسا کہ تیرا قول ربح زید تجارۃ اس میں تجارۃً فاعل معنوی ہے اس لئے کہ تجارۃ یہ شیئ منسوب الی زید سے ابہام کو رفع کر رہی ہے اور وہ شئ منسوب تجارۃً ہے۔پس تجارۃ یہ ربح کا فاعل ہے۔نہ کہ زید اگر چہ ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقتاً ہے اور تجارۃً کی طرف مجازاً ہے۔

قال الشارح و بھذا یندفع ۔یعنی بحث مذکور سے ایک اعتراض مشہور کو رفع کیا گیا جو کہ قاعدۂ مشہور پر وارد ہوتا ہے وہ قاعدہ مشہورہ یہ ہے کہ وہ تمیز جو نسبت سے ابہام کو رفع کرے وہ من حیث المعنی فاعل ہوتی ہے یا مفعول ہوتی ہے اور ربح زید تجارۃً میں تجارۃً نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے۔اس کا جواب یہ ہوا کہ فاعل اور مفعول میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقتاً ہوں یا مجازاً ہوں۔تو ربح زید تجارۃً اور ان جیسی دوسری مثالوں میں تجارۃً یہ اگر چہ حقیقتاً فاعل نہیں ہے لیکن مجازاً فاعل ہے۔

قال الماتن خلافاً للمازنی و المبرد ۔ مازنی اور مبرد کا مذھب یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل فعل صریح ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمیز کی تقدیم اس پر جائز ہے۔اس لئے کہ

یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کے معمول کی تقدیم اس پر جائز ہوتی ہے اور اگر عامل اسم تفضیل اور صفت یا مصدر ہو یا وہ لفظ ہو کہ جس میں فعل کے معنی ہو تو ان پر تمیز کی تقدیم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عامل ضعیف ہیں اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

مازنی اور مبرد کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ فعل صریح اور اسم فاعل ومفعول وغیرہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس پر مقدم ہوسکتا ہے اور دوسری دلیل شعر کا قول ہے۔

اتھجر سلمیٰ بالفراق حبیبھا　　　و ما کاد نفسا بالفراق تطیب

اس کے اندر دو احتمال ہیں۔ پہلا احتمال کاد کے اندر ضمیر شان ہے۔ اور تطیب واحد مونث کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر وہ سلمیٰ کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر تطیب کی نسبت سے تمیز ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاد کے اندر جو ضمیر ہے وہ حبیب کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر کی طرف کاد کی نسبت سے تمیز ہے اور تطیب اور مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ان دونوں احتمالوں میں سے پہلے احتمال کے مطابق ان کا استدلال صحیح ہے۔ اس لئے کہ پہلے احتمال کے مطابق نفسا کا عامل تطیب ہے اور نفسا اس سے مقدم ہے لیکن وہ دوسرے احتمال کے مطابق ان کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس وقت نفسا کا عامل کاد ہے اور نفسا اس سے موخر ہے نہ کہ مقدم ہے پہلے احتمال کے مطابق شعر کا معنی یہ ہوگا۔ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دیگی۔ حالانکہ وہ سلمیٰ از روئے نفس کے فراق کو پسند کرتی نہیں ہے۔ اور دوسرے احتمال کے مطابق یہ معنی ہوگا کہ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دے گی حالانکہ وہ عاشق از روئے نفس کے فراق میں ناخوش ہے۔

قال الشارح و ما قیل ۔بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر تطیب واحد مونث غائب کا صیغہ ہو تو بھی مازنی اور مبرد کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تطیب اس کی ضمیر حبیب کیطرف راجع ہو اور اس کو مونث لانا باعتبار نفس کے ہو کیونکہ معنی یہ ہے کہ و ما کادت نفس الحبیب لیکن مولانا جامیؒ نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور تعفف ہے اور

ان کے استدلال میں مضر نہیں ہے۔

بحث مستثنی

صاحب کافیہ منصوبات کا ساتواں قسم مستثنی کو بیان کرر ہے ہیں۔

قال الماتن المستثنی متصل و منقطع ۔ مستثنی کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مستثنی متصل (۲) مستثنی منقطع۔

قال الشارح ما یطلق علیه یہاں مستثنی سے مراد مستثنی اصطلاحی ہے۔

اگر چہ لغوی معنی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنی کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا لیکن معنی اصلاحی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنی کا اطلاق ہوتا ہے۔

قال الشارح ولما کان ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کسی شیئ کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف کی جاتی ہے تعریف کے بغیر تقسیم درست نہیں ہتی۔تو پھر مصنف نے مستثنی کی تعریف سے پہلے اس کی تقسیم کیسے شروع کردی؟

جواب: تقسیم کے لئے معرفت بوجہ ما ضروری ہوتا ہے اور یہاں پر معرفت بوجہ ما حاصل ہے۔اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ مستثنی نحویوں کے نزدیک وہ ہے کہ جس پر لفظ مستثنی بولا جائے۔

قال الشارح و عرف کل واحد

جواب: ہرایک کے لئے مخصوص کے لئے احکام ہیں جن کا اجراء ہرایک پر اس کی معرفت کے بعد ہی ہوسکتا ہے اسی وجہ سے صاحب کافیہ ہرایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تعریف کی۔

قال الماتن فالمتصل ۔ سے مستثنی متصل کی تعریف۔ مستثنی متصل وہ ہے کہ جو الا غیر صفتیہ اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو اور الا یا اس کے نظائر کے ذریعے شیئ متعدد سے خارج کیا گیا خواہ وہ شیئ متعدد ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

واحترز به ۔سے مخرج کی قید احترازی ہے اس سے منقطع کی جزئیات کو خارج کردیا۔

واحترز به ۔الا و اخواتها سے اس مثال سے جاء نی القوم لا زید ۔اور ما جاء نی القوم لکن زیدا ۔اس لئے کہ الا و اخواتها کے ذریعے مخرج نہیں ہے۔ بلکہ لا اور لکن کے ذریعے مخرج ہیں۔

قال الماتن والمنقطع هو المذكور ۔مستثنیٰ منقطع وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور وہ متعدد سے مخرج نہ ہو۔

قال الشارح فالمستثنى ۔سے ۔لا نا جامیؒ نے ان پر رد کردیا کہ وہ مستثنیٰ جو استثناء سے پہلے متعدد میں داخل نہ ہو وہ منقطع ہے اور وہ خواہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو یا مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اس کی مثال جیسے قوم کے ساتھ ایسی جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جاء القوم الا زید کہا جائے جو جماعت زید سے خالی ہو اور متعدد کی جنس سے نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔

﴿اعراب مستثنى﴾

قال الماتن وهو منصوب ۔مستثنیٰ کی باعتبار اعراب کے چار قسمیں ہیں۔

(۱) واجب النصب (۲) جائز الوجهين (۳) اعراب بحسب العوامل (۴) معرب مجرور

قسم اول واجب النصب: نصب یہ چار مقامات پر وجوبی طور پر آتی ہے۔

پهلا مقام : جب مستثنیٰ الا غیر صفیۃ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

ای المستثنى سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع جو مطلق مستثنیٰ ہے۔

قال الشارح حيث علم اولا ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مستثنیٰ مطلق ماقبل میں معلوم نہیں ہوا۔ تو پھر اس کی طرف ضمیر کو راجع کرنا کیسے صحیح

ہوا؟

جواب: مطلق مستثنیٰ معلوم ہو چکا ہے اولا تو اس وجہ سے کہ جو تقسیم کے لئے مصحح بنی اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مستثنیٰ کی دو قسموں کی تعریف سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف معلوم ہو چکی ہے کہ مستثنیٰ وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو خواہ مخرج ہو یا مخرج نہ ہو۔

قید به وہ لفظ جو الا صفیة کے بعد واقع ہو اگر چہ وہ مستثنیٰ میں داخل نہیں ہوتا لیکن مصنفؒ نے اس کا اس وجہ سے اضافہ کیا کہ تا کہ ذھول نہ ہو جائے۔

ای لیس لنفی یہاں موجب کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے۔اور اصطلاح میں کلام موجب وہ ہے جس کے اندر نفی اور نہی اور استفہام وغیرہ نہ ہو۔اور مثال مذکور میں استفہام موجود ہے مثال مطابقی جیسے جاء نی القوم الا زیدا۔

قال الشارح ولا حاجة ههنا بعض نحویوں پر رد کرنا ہے کہ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ وہ ایک اور قید کا اضافہ کرتے وہ قید یہ ہے کہ کلام موجب تام ہو بایں طور کہ اس میں مستثنیٰ منہٗ مذکور ہوتا کہ قرأت الا یوم کذا اس سے خارج ہو جاتا۔اس لئے کہ اس میں یوم کذا الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے۔اور اس کا نصب ظرفیت کی بناء پر ہے۔استثناء کی بناء پر نہیں۔

ولا حاجة ۔سے مولانا جامیؒ نے ان پر رد کر دیا کہ اس قید کی کوئی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ بحث منصوب مطلق میں ہے منصوب علی الاستثناء میں نہیں ہو رہی ہے اس کی دلیل مصنفؒ کا قول او کان بعد خلا ہے اس لئے کہ خلا و عدا کے بعد وہ منصوب ہوتا ہے مفعول بہ ہونے کی بناء پر

الا ان یقال اس رد پر ایک اعتراض کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر چہ اخراج مذکور کے لئے اس قید کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس الیوم کو خارج کرنے کی ضرورت ہے جو قری الا یوم کذا کے اندر واقع ہے اس لئے کہ وہ الا کے بعد واقع ہے حالانکہ وہ منصوب نہیں

ہے بلکہ وہ وجوبا مرفوع ہے کیوں کہ وہ قـری کا نائب فاعل ہے اس لئے مصنف کو چاہئے تھا کہ وہ اس قید کا اضافہ کرتے۔

قال الشارح اوالعامل فی نصب ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مستثنیٰ منصوب کے عامل ناصب کو بیان کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مستثنیٰ استثناء کی بناء پر منصوب ہوتو نحاۃ کے نزدیک اس میں عامل ناصب وہ فعل ہوتا ہے جو مستثنیٰ سے مقدم ہو۔ وہ فعل الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے اور اگر مستثنیٰ سے پہلے فعل نہ ہوتو اس وقت عامل ناصب معنیٰ فعل ہوتا ہے جو الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مستثنیٰ ایک ایسی شیئ ہے کہ جس کا فعل اور معنیٰ فعل کے ساتھ تعلق معنوی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مستثنیٰ کی نسبت مستثنیٰ منہ کی طرف ہوتی ہے اور اس کی طرف فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت ہوتی ہے۔ جب مستثنیٰ منہ کی طرف فعل اور معنیٰ فعل کی نسبت ہوتی ہے اور مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کے ساتھ تعلق ہے تو مستثنیٰ کا تعلق فعل یا معنیٰ فعل سے ہی ہوگا۔ لہذا مستثنیٰ کے اندر عامل فعل یا معنیٰ فعل ہوگا۔ باقی اس پر نصب اس لئے ہوتا ہے کہ کلام کے تام
ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے پس یہ مفعول کے مشابہ ہوا اور مفعول پر نصب ہوتا ہے لہذا مستثنیٰ پر بھی نصب ہوگا۔

قال الماتن و مقدما علی المستثنی منها ۔

دوسرا مقام : جہاں پر نصب واجب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو خواہ وہ کلام موجب ہو یا غیر موجب تو نصب واجب ہوگی۔ جیسے جـاء نـی الا زیـد القوم ۔ غیر موجب میں ہو جیسے ما جاء نی الا زیدا احد۔

لا متناع ۔ کہ اس صورت میں نصب اس لئے واجب ہوگا کہ اگر نصب واجب نہ ہو تو وہ مستثنیٰ منہ کا تابع بنے گا بدلیت کی بناء پر حالانکہ بدل مبدل منہ سے مقدم نہیں ہوسکتا تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوسکتا۔ لہذا جب بدل بنانا ممتنع ہے تو نصب علی الاستثناء واجب ہوگا۔

قال الماتن او منقطعا۔

تیسرا مقام: یعنی جب مستثنیٰ منقطع ہوتو اس وقت بھی نصب وجوبی طور پر ہوتا ہے اکثر لغات میں جیسے **ما فی الدار احد الا حماراً۔**

قال الشارح او فی اکثر ۔سے دوسرے احتمال کہ اکثر سے مراد اکثر مذاہب ہیں۔ اس لئے کہ اکثر نحوی لغت حجازیہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ مستثنیٰ منقطع اھل حجاز کے نزدیک مستثنیٰ مطلقاً یعنی خواہ اس سے پہلے ایسا اسم ہو کہ اس کو حذف کرنا جائز ہو یا اس سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہو مطلقاً منصوب ہوتا ہے۔اس لئے کہ اس میں یعنی مستثنیٰ منقطع میں سوائے بدل کوئی اور صورت مصور ہی نہیں ہے۔اور بدل الغلط بھی نہیں بن سکتا۔اس لئے کہ بدل الغلط بطریق سہو صادر ہوتا ہے۔اور مستثنیٰ منقطع یہ بطریق عقل اور بطریق فکر صادر ہوتا ہے اوران دونوں کے اندر منافات ہے۔

قال الشارح و اما بنو تمیم ۔سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم جب مستثنیٰ منقطع ہوتو اس کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔
(۱) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو۔ (۲) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہو۔اگر مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہوتو بنو تمیم اس مستثنیٰ منقطع کے بدل بنانے کو بھی جائز رکھتے ہیں۔جیسے ما جاء نی القوم الا حماراً۔اس میں حماراً کے بدل بنانے کو جائز رکھتے ہیں۔اور اگر مستثنیٰ منقطع سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہوتو پھر وہ اھل حجاز کی موافقت کرتے ہیں یعنی اس پر نصب کو واجب قرار دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے **لا عاصم الیوم من امر الله الا من رحم** ۔اب اس میں عاصم کو حذف کرنا جائز نہیں ہے لہذا **من رحم** پر بطور استثناء کے نصب واجب ہے۔

قال الشارح فمن رحمه الله ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: من رحم یہ عبارت ہے عاصم سے تو یہ مستثنیٰ متصل ہوا نہ کہ منقطع لہذا امثال ممثل لۂ کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب: من رحمہ اللہ وہ معصوم اور مرحوم ہے لہذا یہ عاصم میں داخل نہ ہوا لہذا یہ مستثنیٰ منقطع ہوا اور مثال ممثل لۂ کے مطابق ہوگئی۔

قال الماتن او کان بعد خلا وعدا ۔

چوتھا مقام: کہ جب مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو بھی وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم عدا زیداً۔ خلا کے بعد واقع ہو اس کی مثال جیسے جاء نی القوم خلا زیداً۔

من خلا یخلو ۔ سے بیان باب کی طرف اشارہ ہے کہ خلا یہ خلا یخلوا خلواً سے ماخوذ ہے بمعنی خالی ہونا۔

وھو فی الاصل لازم یہ اصل میں لازمی ہے اور من کے واسطے سے متعدی الی المفعول ہوجاتا ہے۔ جیسے خلت الدّار من الانیس ۔

جواب ثانی: خلا میں جاوز کے معنی کے تضمین کرلی جاتی ہے۔ اور جاوز متعدی ہے۔ پس وہ فعل جو اس کے معنی میں ہوتا ہے وہ بھی متعدی ہوگا۔

قال الشارح او یحذف کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مفعول سے باواسطہ حرف جر کے حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی من کو حذف کر کے فعل کے مفعول کے ساتھ ملا دیا ہو۔ پس اس قت یہ متعدی ہوگا بنفسہ اس لئے کہ وہ فعل جو متعدی بحرف جر ہو جب حرف جر کو حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ موصول کر دیا جائے تو وہ بنفسہ متعدی ہوجاتا ہے۔۔ اس کا نام رکھا جاتا ہے الحذف و الا یصال۔

قال الشارح و التزمو ھذا ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تضمین امور جائزہ میں سے ہے۔ امور لازمہ میں سے نہیں ہے۔ لہذا مناسب یہ

ہے کہ خـــلا کے بعد کبھی مستثنیٰ منصوب ہو اور کبھی منصوب نہ ہو بلکہ مرفوع ہو جائے۔ حالانکہ خلا بعد ہمیشہ مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے۔

جواب: باب استثنا میں تضمین یا حذف اور ایصال کا التزام کرلیا گیا۔ تاکہ خلا کا مابعد مستثنیٰ با لا کی صورت میں ہو جائے جو کہ ام الباب ہے۔

قال الشارح وناعلهما خلا اور عدا کی ضمیر امور ثلثہ میں سے ایک طرف راجع ہے۔ یا یہ ضمیر راجع ہے اس مصدر کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمیر راجع ہے اس اسم فاعل کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمیر راجع ہے مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف اور جاء نی القوم عدا زیدا کی تقدیر اس طرح ہے اگر مصدر کی طرف راجع ہو تو تقدیر اس طرح ہے جاء نی القوم عدا مجیئهم زیدا اور اگر اسم فاعل کی طرف ہو جیسے یا جاء نی القوم عدا الجائی منهم زیدا۔

قال الماتن فی الاکثر ۔یعنی خلا اور عدا کے ساتھ نصب اکثر استعمالات میں ہے۔ لانهما کہ یہ دونوں ماضی ہیں لہذا ان کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

قال الشارح وقد اجیز الجر ۔ سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے کہ بعض نحویوں نے خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ کے جر کو جائز رکھا ہے یہ اس بناء پر یہ کہ یہ دونوں حرف جر ہے۔

قال الشارح قال السیرا فی سے اس بات کی تائید مقصود ہے کہ خلا اور عدا کے بعد جر جائز ہے جیسا کہ سیرائی نے کہا کہ میں خـــلا اور عـــدا کے جر کے جواز میں اختلاف کو نہیں جانتا۔ البتہ ان کے ساتھ نصب اکثر ہے۔

قال الماتن او ما خلا و ما عدا ۔جب مستثنیٰ ما خلا اور ما عدا کے بعد واقع ہو تو بھی وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔ لانهما وجہ اس کی یہ ہے کہ ما خلا اور ما عدا میں ما مصدریہ ہے جو کہ افعال کے ساتھ مختص ہے لہذا ما خلا اور ما عدا کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر وجوباً منصوب ہوگا۔ جیسے جاء نی القوم ما خلا زیداً اور جاء نی القوم ما عدا

زیداً۔ ان کی تقدیر اس طرح ہے جاء نی القوم خلو زیدٍ و جاء نی القول عدو زید۔

قال الشارح بالنصب علی الظرفیۃ خلو زیدٍ و عدو عمرو ان کی ترکیب میں دو دو احتمال ہیں یا یہ منصوب ہیں ظرفیت کی بناء پر یا یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر اور یہ دونوں احتمال صحیح ہیں باقی رہا یہ سوال خلو وعدو ظرف میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ وقت ہے۔اور جاء نی القوم خلو زید کی تقدیر جاء نی القوم وقت خلوهم من زیدٍ اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف یا جاء نی القوم وقت خلو مجیئهم من زید اگر ضمیر راجع ہو مصدر کی طرف دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر۔اور مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے تقدیر عبارت ہے اس طرح جاء نی القوم خالیاً بعضهم من زید ۔اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف یا اس کی تقدیر جاء نی القوم خالیاً مجیئهم من زید۔

وعن الاخفش انه اجاز ۔ اخفش سے مروی ہے کہ انہوں نے ماخلا اور ماعدا کے بعد جر کو جائز رکھا ہے اس بناء پر کہ ان کے اندر ما زائدہ ہے اور یہ حروف جارہ میں سے ہیں۔

قال الشارح ولعل هذا ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماخلا اور ماعدا کے اندر جب اخفش وغیرہ کا اختلاف ہے تو پھر مصنفؒ کو یوں کہنا چاہیے تھا فی الاکثر۔

جواب : مصنفؒ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے یا پھر مصنف نے اس روایت کا اعتبار نہیں کیا۔

وکذا المستثنی ۔مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم لیس زیدا۔ سیجیء اهلك لا یکون بشراً

وانما یکون کہ مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب اس لئے ہوتا ہے یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور افعال اقصہ اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں لہذا ان کے بعد مستثنیٰ خبر

یت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

قال الشارح و یلزم باب استثناء میں لیس اور لا یکون میں اسموں کا اضمار لازم ہے تا کہ یہ الا کے مشابہ ہو جائیں کیوں کہ اگر ان کا اسم مذکور ہو تو ان کے اور مستثنیٰ کے درمیان فاصلہ لازم آئے گا تو الا کے ساتھ ان کی مشابہت میں نقصان واقع ہو جائیگا۔

ھو ضمیر راجع مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یہ راجع ہے اسم فاعل کی طرف جو کہ فعل مذکور ہوتا ہے۔ (۲) یا یہ ضمیر راجع مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کیطرف۔ مستثنیٰ لیس اور لا یکون ترکیب کے اندر حالیت کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں۔

قال الشارح اعلم انه ما خلا و ما عدا لیس لا یکون یہ تمام افعال فقط مستثنیٰ متصل میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے اندر تصرف نہیں کیا جاتا اس لئے کہ یہ الاّ کے قائم مقام ہیں۔ اور الاّ میں اس کے حرف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا جاتا ہے اور جو اس الاّ کے قائم مقام ہے اس کے اندر بھی تصرف نہیں کیا جاتا۔

قال الماتن و یجوز فیه النصب و یختار البدل

قسم ثانی جائز الوجهین: مستثنیٰ کی دوسری قسم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں (۱) نصب علی الاستثناء (۲) مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل بنانا لیکن بدل بنانا مختار ہے۔

قال الشارح و فی بعض النسخ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نسخوں میں ذکر المستثنیٰ منہ واؤ کے بغیر مذکور ہے اس بناء پر کہ وہ کلام غیر موجب کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ **فی کلامٍ غیر موجبِ ذکر فیه المستثنی منهٗ**۔ **فیه** کو درمیان میں اس لئے ذکر کر دیا جب ماضی مثبت جملہ صفت واقع ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

قال الشارح و لم یشترط ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ دو شرطیں اور بھی لگاتے (۱) مستثنیٰ منقطع نہ ہو (۲) مستثنیٰ

مستثنیٰ منہٗ سے مقدم نہ ہو اس لئے
ورنہ تو پھر اس میں دو وجہیں جائز نہیں ہوتیں۔ بلکہ نصب واجب ہوتا ہے۔

جواب: مصنفؒ نے مستثنیٰ کے منقطع نہ ہونے اور مستثنیٰ کے مستثنیٰ منہٗ پر مقدم نہ ہونے کی شرط کو ماقبل میں معلوم ہو جانے پر اکتفاء کرتے ہوئے چھوڑ دیا اور اس کو ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح نحو ما فعلوه الا قلیل و الا قلیلا ۔اس میں اگر قلیل کو بدل بنائیں
تو اس پر رفع ہوگا۔ اس لئے کہ یہ بدل بنے گا فعلوہ کی ضمیر سے اور وہ مرفوع محلاً ہے اور استثناء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا۔ جیسے ما مررت با حدٍ الا زید بالجر اس میں اگر زید کو بدل قرار دیں تو اس پر جر ہوگی اور المبدل اور استثناء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا۔ اور ما رئیت احداً الا زیداً۔ اس میں نصب ہوگا زید پر اگر اس کو بنائیں بدل اس لئے کہ مبدل منہ منصوب ہے اور استثناء کی صورت میں بھی نصب ہے لیکن نصب بطریق بدلیت مختار ہے۔ اور نصب بطریق الاستثناء غیر مختار ہے۔

وانما اختاروا کہ مذکورہ صورتوں میں بدل اس لئے مختار ہے کہ نصب علی الاستثناء یہ مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہوگا بالاصالۃ نہیں ہوگا اور بلاواسطہ الا کے نہیں ہوگا۔ اور بدل کا اعراب بالاصالۃ ہوگا اور بلاواسطہ الا کے ہوگا۔ اور ظاہر کہ جو اعراب بالاصالۃ ہو وہ اس سے قوی ہوتا ہے جو بلاواسطۃ نہ ہو۔

قال الماتن ویعرب علی حسب العوامل ۔

قسم ثالث علی حسب العوامل : صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ منہٗ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے اقتضاء کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہو تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا اور اگر نصب کا مقتضی ہو تو اس نصب ہوگا اور جر کا مقتضی ہو تو اس پر یعنی مستثنیٰ پر جر ہوگا۔ مستثنیٰ کے کلام غیر

موجب میں واقع ہونیکی شرط اس لئے لگائی تا کہ وہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے۔

ویختص ذالک ۔وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہٗ مذکور نہ ہو اس کا نام رکھا جاتا ہے مفرّغ۔ سے۔اس لئے کہ مستثنیٰ مفرغ کا نام مفرغ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہٗ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

اور مفرغ سے مراد مفرغ لہٗ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہے۔

قال الشارح مثل ما ضربنی الا زید ۔سے توضیح بالمثال کا بیان ہے کہ مجھ کو زید کے سوا کسی نے نہیں مارا یہ معنی صحیح ہے اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ متکلم کو زید کے سوا کسی نے نہ مارا ہو۔بخلاف ضربنی الا زید کے کہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ متکلم کو زید کے علاوہ تمام افراد انسانیت کا مارنا ناممکن ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جس جگہ متکلم ہے اس جگہ تمام افراد انسانیت کا جمع ہونا محال ہے۔

قال الماتن الا ان یستقیم المعنی ۔یہ کلام سابق کے مفہوم سے بطور استثناء کے ہے یعنی کلام موجب میں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق نہیں ہوتا جمیع اوقات میں مگر جب معنی درست رہے۔

قال الشارح بان یکون کہ استقامت معنی کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت حکم اس قبیل سے ہو کہ جس کا اثبات علی العموم صحیح ہو جیسے کل حیوان یحرّك فکه الاسفل عند المضغ الا التمساح ۔کہ ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ۔اس میں تحریک فک اسفل کا حکم علی سبیل العموم ہر حیوان کے لئے ثابت کیا گیا ہے پھر اس سے مگرمچھ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہٗ سے مراد ایسا

بعض معین ہے کہ جس میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے۔ جیسے قرئت الا یوم کذا کہ میں نے ہر دن قرآت کی مگر جمعہ کے دن یہ معنی صحیح ہے۔ اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ہفتہ کے دن یا مہینہ کے دن یا سال کے دن وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔

قال الشارح ولقائل ان یقول ایک اعتراض ہوتا ہے۔ ولقائل سے مولانا جامیؒ نے اس کو نقل کر رہے ہیں۔ کہ جس طرح کلام موجب میں مستثنیٰ منہ کے عموم کی تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا جیسے ضربنی الا زید اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی مستثنیٰ منہ کے

عموم کے تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا بعض صورتوں میں صحیح ہوتا ہے جیسے ما مات الا زید۔ لہٰذا مناسب یہ تھا یہ کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی کی شرط لگاتے جیسا کہ کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی گئی ہے۔

قال الشارح وایضا ۔ سے دوسرا اعتراض ہے جو کہ قرأت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید کے فرق پر وارد ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرئت الا یوم کذا اس وقت تک صحیح نہی ہے کہ جب تک یوم کو ہفتے کے ایام یا مہینے کے ایام کے ساتھ خاص نہ کر دیا جائے۔ یہ تخصیص ضربنی الا زید میں بھی جائز ہے بایں طور کہ مستثنیٰ منہ کو مخصوصین کی جماعت کے ہر ہر فرد کے ساتھ خاص کر دیا جائے جب جماعت مخصوص پر کوئی قرینہ دال ہو۔ مثلاً متکلم ایک بستی کے اندر رہتا ہے۔ تو اس بستی کے رہنے والوں کو خاص کر کے ان سے زید کا استثناء کرنے کے لئے ضربنی الا زید کہ دیا ہو اس کا منشاء یہ ہو کہ ضربنی اناس قریۃ الا زیدا۔ یہ معنی صحیح ہے تو پس کلام موجب اور غیر موجب دونوں صورتوں میں اس امر میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو ان میں سے ہر ایک جائز ہے اور اگر قرینہ نہ پایا جائے تو پھر ناجائز ہے۔ لہٰذا مناسب یہ تھا کہ جس طرح کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی ہے اس طرح کلام غیر موجب میں بھی یہ شرط لگائی جاتی۔

جواب : بناء احکام میں اعتبار غالب اور اکثر کا ہوتا ہے۔ اور کلام موجب کے غیر یعنی کلام غیر موجب میں اکثر اور غالب استقامت معنی ہے اس لئے کہ افراد جنس کے ساتھ تعلق فعل انتفاء میں تمام افراد جنس کا شریک ہو جانا اور افراد جنس میں سے کسی ایک فرد کا تعلق فعل کے انتفاء میں مخالف ہو جانا یہ غالب اور اکثر ہے اور افراد جنس سے تعلق فعل میں تمام افراد جنس کا شریک ہونا ہے اور افراد جنس میں سے کسی ایک کا مخالف ہونا یہ قلیل ہے۔

قال الشارح وبان الفرق ۔ سے دوسرے اعتراض کا جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ قرائت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید میں فرق یہ ظہور قرینہ اور عدم ظہور قرینہ کے ساتھ ہے۔ کہ پہلی مثال میں مستثنیٰ منہ میں سے ایسے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر ہے کہ جن بعض میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہو اور دوسری مثال میں مستثنیٰ منہ میں سے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر نہیں ہے کہ جن بعض میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہو پس اگر دوسری مثال میں بھی اگر کوئی قرینہ ظاہر الدلالت قائم ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص آپ سے سوال کرے من ضربك من القوم اور زید اس قوم میں داخل ہو تو آپ اس کے جواب میں کہیں ضربنی الا زیداً ظاہر ہے کہ یہاں معنی درست ہو جائے گا۔ لیکن کلام موجب میں اس جیسے قرینہ کا پایا جانا اکثر ہے۔ اسی وجہ سے کلام موجب میں غالب اور اکثر عدم استقامت معنی ہے۔

ومن ثم ۔ کہ چونکہ کلام موجب میں مفرغ اسوقت تک نہیں ہوتا کہ جب تک معنی درست نہ ہو۔ اسی وجہ سے ما زال زید الا عالماً یہ ترکیب ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ما زال کے معنی ثبت کے ہیں کیوں کہ ما نافیہ ہے اور زال کے معنی جدا ہونے کے ہیں۔ لہذا اس میں بھی نفی ہے اور قاعدہ ہے نفی النفی اثبات لہذا ما زال کا معنی ہوا ثابت تو پس ما زال زید الا عالما کا معنی ہوا ثبت زید دائماً علی جمیع الصّفات الا علی صفت العلم۔ کہ زید تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا۔ سوائے صفت علم کے اور یہ معنی درست نہیں ہے اس لئے کہ بہت سی صفات ایسی ہیں کہ جو متضادہ ہیں۔ کہ جن کا جمع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً قیام اور

قعود۔ اور نوم و بیداری۔ اور گفتار اور سکوت۔ لہذا عدم استقامت معنی کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہوگی۔

قال الشارح وقال الشارح ۔غرض مصنف پر اعتراض کرنا ہے کہ مصنف کا عدم استقامت معنی کی وجہ سے ما زال زید الا عالما کو عدم استقامت معنی کی وجہ سے نا جائز کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی درست ہے۔

بایں طور کہ صفات سے مراد صفات متضادۃ لی جائیں کہ زید جن صفات کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے۔ اور پھر علم کو ان سے مستثنیٰ کر لیا جائے یا اس کو محمول کیا جائے صفت علم کی نفی میں مبالغے پر۔

گویا کہ یوں کہا اس نے کہ ہوسکتا ہے کہ زید کے اندر صفات حاصل ہو جائیں خواہ وہ صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ ہوں۔ لیکن صفت علم کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اب ان دونوں تقدیروں پر اس مثال کا معنی درست ہو جائے گا لہذا یہ مثال جائز ہو جائیگی۔

جواب: تاویلات مذکورہ کے ساتھ مثال مذکور کا صحیح ہو جانا مسلّم ہے۔ لیکن اگر ہر جگہ ان جیسے تاویلات سے کام لیا جائے تو پھر تو کلام موجب کی کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں رہے گی جس کا معنی درست نہ ہو۔ جمیع مواد ایجاب کو استثناء کے وقت استقامت کی صورت کی طرف راجع کرنا ہے۔ مثلاً مثال مذکور ضربنی الا زید کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص کہ جس سے ضرب متصور ہوسکتی ہے اس کو بھی پہچاننے والوں میں سے یا اس سے مقصود متکلم کی پٹائی میں جمع ہونے والے غلو میں مبالغے پر کہ بہت زیادہ افراد جمع ہوگئے مارنے پر۔

قال الماتن واذا تعذر البدل ۔جن صورتوں میں بدل بنانا مختار ہے اگر ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو ان میں مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنائیں گے۔ جیسے ما جاء نی من احد الا زید۔ اس مثال میں زید یہ بدل مفرغ ہے۔ اور احد کے محل پر محمول ہے۔ یہ مجرور نہیں ہے اور احد کے لفظ پر محمول نہیں ہے۔ اور

جیسے لا احد فیھا الا عمرو اس میں عمرو یہ بدل ہے احد سے اور یہ اس کے محل پر محمول ہے نہ کہ اس کے لفظ پر۔

قال الماتن و ما زید شیئا الا شیئی لا یعبا به ۔اس مثال کے اندر شی یہ منصوب ہیں ہے اور شیئا کے لفظ پر محمول نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے اور مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول ہے

و قوله لایعبا ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کا مقصد مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل کے متعذر ہونے کی مثال کو بیان کرنا ہے۔ یہ مقصد ما زید شیا الا شی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر لا یعبا کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب:لا یعبابه بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔ اور جن نسخوں میں یہ واقع ہے ان میں وہ اس شیئ کی صفت ہے جو مستثنیٰ ہے اور اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ اس کی صفت لانیکی وجہ یہ ہے کہ تا کہ استثناالشی من نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے۔ بلکہ استثناء الخاص عن العام کے قبیل سے ہو جائے۔ جو کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔

قال الشارح ولا یخفی ۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صفت کی اضافت کیے بغیر بھی یہ مثال درست ہو سکتی ہے بلکہ وہ صورت زیادہ لطیف ہے اور زیادہ دقیق ہے۔ بایں طور کہ مستثنیٰ منہ کو ایسی شیئ قرار دیا جائے جو اس سے عام ہو کہ اس پر شیئ ہونے کے علاوہ کوئی اور صفت مثلاً عظیم ہونا یا شریف ہونا زائدہ ہو یا نہ ہو اور مستثنیٰ کو ایسی شیئ کے ساتھ خاص کر دیا جائے جس پر شیئ ہونے کے علاوہ اور کوئی صفت زائدہ نہ ہو لہذا اب استثناء الشیئی من نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے گی۔ یہ صورت ادق تو اس لئے ہے کہ اس میں زیادہ تأمل کی ضرورت ہے۔ اور لطیف اس لئے ہے کہ اس میں صفت کے اضافے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

لان من : کہ مذکورہ تین مثالوں میں سے پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول

کر کے بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائدہ نہیں ہوتی یعنی وہ کلام جوالا کے ذریعے نفی سے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہوگا اس میں مـن زائدہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ مـن استغراقیہ تاکید نفی کے لئے آتی ہے اور الا کے ذریعہ نفی کا انتقاض بعد نفی باقی پر رہتی تو لامحالہ اثبات پیدا ہوجائے گا۔ اگر پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔ اور یوں کہا جائے ما جاء نی من احد الا زید۔ اس کی تقدیر اس طرح ہوجائے گی جاء نی من زیدٍ ۔اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ کا عامل ایک ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں مبدل منہ کا عامل مـن استغراقیہ ہے لہذا بدل کا عامل بھی من استغراقیہ ہوگا۔ تو کلام مثبت مٰیں مـن استغراقیہ کی زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ وہ جائز نہیں ہے۔

الاستغراقیۃ۔ یہاں من سے مراد من استغراقیہ ہے اور قد کان من مطر میں من استغراقیہ نہیں۔

ای بعد ما ۔ یہاں اثبات سے مراد اثبات ابتدائی نہیں ہے بلکہ اثبات سے مراد اثبات انتہائی ہے۔ اور مثال مذکور ما جاء نی احد الا زید بھی الا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہوچکی ہے۔

قال الشارح وفی الصورتین ۔ دوسری اور تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔ اور دوسری مثال میں لا احد فیھا الا عمرو کہا جائے نصب کے ساتھ۔ اس وقت مستثنیٰ میں لا کو حقیقتاً یا حکماً مقدر ماننا ضروری ہوگا۔ تا کہ لا اس مستثنیٰ میں عمل کر سکے۔ حقیقتاً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو یعنی اس کے لئے تکرر عامل ضروری ہو جیسا کہ بعض نحاۃ کا مذھب ہے اور حکماً اس وقت کہ جب مبدل منہ پر عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کر لیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے اسی طرح اگر تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہٗ کے لفظ پر محمول کریں اور ما زید شیأ الا شیأ

نصب کے ساتھ پڑھیں تو اس وقت مستثنیٰ میں ما کو حقیقتاً یا حکماً مقدر ماننا لازم آئے گا۔ تا کہ ما اس میں عمل کر سکے۔ حالانکہ ما اور لا اثبات کے بعد مقدر ہو کر لازم نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ یہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے تو جب ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہے تو مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنائیں گے پس پہلی دوسری مثال میں عمرو مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ احد کے محل پر محمول ہے اور رفع بالابتدآء ہے۔ اور تیسری مثال کے اندر شیئ مرفوع ہوگا۔ اس بناء پر کہ وہ شیئا کے محل پر محمول ہے۔ اور محل رفع یا خبریت ہے۔

لان فتحه ۔ لا احد فیها الا عمرو میں عمرو کا حمل احد لفظ پر جائز نہیں اس لئے کہ احد مبنی احد کا فتحہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے۔ اس لئے کہ وہ لا کی وجہ سے حاصل ہوا ہے پس وہ نصب کی مثل ہو گیا جو کہ عامل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ جب احد حرکت اعرابیہ مشابہ ہے تو احد بمنزل معرب ہو گیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول کا ہوتا ہے۔

قال الشارح فان قلت ۔ سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلت سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال : لا احد فیها الا عمرو اس میں احد کے دو محل ہیں (۱) محل قریب اور وہ نصب ہے لا کی وجہ سے (۲) محل بعید اور وہ رفع ہے ابتدآء کی وجہ سے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ محل قریب کا اعتبار نہیں کیا بلکہ محل بعید کا اعتبار کیا؟

جواب : اس کے محل قریب میں لا کا عمل دخل ہے۔ اس لئے کہ وہ نفی کے معنی میں ہے اور وہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ لہذا محل قریب قابل اعتبار نہ رہا۔ بخلاف محل بعید کے کہ اس میں لا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے وہ عامل معنوی ابتدآء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ پس نفی کے ٹوٹنے یا باقی رہنے کی وجہ سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قال الماتن بخلاف لیس زید شیئا ۔ کہ اس میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول

کرتے ہوئے بدل بنانا جائز ہے۔باوجود یہ کہ اس کے اندر بھی الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ گئی ہے۔ اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے اور فعلیت باقی ہے۔

قال الشارح **ومن ثم** ۔سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے اور ما اور لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے لیس زید الا قائما یہ ترکیب جائز ہے۔اس لئے کہ اگر چہ اس کی نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے لیکن فعلیت باقی ہے۔لہذا لیس الا قائما میں عمل کرسکتا ہے۔اور قائما کو خبریت کی بناء پر نصب دے سکتا ہے۔اور مازید الا قائما پر ترکیب ناجائز ہے اس لئے کہ ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔لہذا ما قائما میں عمل نہیں کرسکتا۔

قال الماتن **والمستثنیٰ مخفوض بعد** ۔

قسم رابع جر: کا بیان ہے مستثنیٰ جب غیر، سوای، سوآء کے بعد واقع ہو تو وہ مجرور

ہوتا ہے اور جب حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر استعمالات میں مجرور ہوتا ہے۔

لکونہ۔سے غیر، سوای، وغیرہ کے بعد مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ غیر وغیرہ کے بعد یعنی سوآء کے بعد مستثنیٰ مجرور اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

لکونہ کہ اکثر استعمالات میں حاشا کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ اکثر استعمالات میں حاشا حرف جر ہے۔لہذا اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مجرور ہوگا۔

قال الشارح **واجاز** کہ بعض نحویوں نے حاشا کے ساتھ نصب کو جائز رکھا ہے۔اس بناء پر کہ حاشا فعل متعدی ہے۔اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کو اس چیز سے بری کرنا کہ جو مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے۔مثلاً ضرب القوم عمرو حاشا زید ۔

﴿بحث کلمہ غیر﴾

قال الماتن و اعراب غیر ۔ لفظ غیر کا اعراب باب استثناء میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہے۔اس تفصیل کے مطابق جو گذر چکی ہے۔گویا کہ جب غیر کے ساتھ مستثنیٰ اضافت کی وجہ سے مجرور ہو گیا ہے تو مستثنیٰ کا اعراب غیر کی طرف منتقل ہو گیا۔

قال الماتن و غیر صفۃ ۔ کلمہ غیر اصل میں صفت ہے۔اس لئے کہ وہ ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اس اعتبار سے اس کے ساتھ معنی مغایرت قائم ہوتا ہے۔اس میں اصل یہ ہے کہ یہ صفت واقع ہو۔جیسے جاء نی رجل غیر زید۔اوراس طرح اس کا استعمال کثیر ہے۔ لیکن کبھی غیر کو الا پر محمول کر کے استثناء میں استعمال کرتے ہیں علی خلاف الاصل۔اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ الا اور غیر یہ دونوں اپنے ماقبل کے لئے اپنے مابعد کے مغایرت میں مشترک ہیں۔یعنی جس طرح الا کا مابعد اس کے ماقبل کے مغایر ہوتا ہے اسی طرح کلمہ غیر کا مابعد کے مغایر ہوتا ہے۔اس وجہ سے کبھی الا کو غیر محمول کر کے استثنا میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ الا کو غیر محمول کر کے صفت میں استعمال کرتے ہیں۔لیکن الا کا غیر پر حمل بہت ہے اکثر اس کا استعمال استثناء میں ہوتا ہے۔

قال الماتن اذا کانت ۔سے صاحب کافیہ کی غرض یہ ہے کہ الا کو غیر پر صفت اس وقت محمول کیا جائے گا کہ جب وہ الا ایسی جمع کے بعد واقع ہو جو جمع منکر اور غیر محصور ہو۔

ای واقعۃ یہاں پر تابعۃ بمعنی واقعۃ کے ہے۔

قال الشارح بعد متعدد ۔سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں جمع سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی متعدد ہے۔چونکہ الا کا استعمال صفت میں خلاف اصل ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کا موصوف مذکور ہو تا کہ یہ معنی ظاہر ہو جائے۔بخلاف غیر کے کہ چونکہ وہ صفت کے لئے اصل ہے۔لہذا اس کا موصوف کبھی مقدر بھی ہو جاتا ہے جیسے جاء نی غیر زید۔اس میں غیر کا موصوف قوم ہے جو کہ مقدر ہے۔اس موصوف کے متعدد ہونے کی شرط اس لئے

لگائی تا کہ الاکا حال صفت کے وقت اس کے اداۃ استثناء ہونے کے حال کے موافق ہو جائے۔
یعنی جس طرح مستثنیٰ منہ کا متعدد ہونا ضروری ہے اسی طرح موصوف بھی متعدد ہونا چاہئے۔
تا کہ الا استثنائی اور الا صفت ایک دوسرے کے موافق ہو جائیں پس الا صفتی کے اندر یوں
کہنا جائز نہیں ہے جاءنی رجل الا زید۔ اس لئے کہ رجل متعدد نہیں ہے اور متعدد میں پھر تعمیم
ہے خواہ وہ لفظاً جمع ہو جیسے رجال یا تقدیراً ہو جیسے قوم اور رھط۔ اور یا یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ ہو اس
لئے کہ تثنیہ پر بھی تعدد کا اطلاق ہوتا ہے پس ما جاء نی رجلان الا زید کہنا جائز ہے۔

قال الشارح منکور ای منکر یہاں پر منکور منکر کے معنی میں ہے منکر سے مراد یہ ہے
کہ وہ معرف باللام نہ ہو۔ اس طور پر اس سے مراد عہد ہو۔ یا استغراق ہو۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے
کہ استغراق کی تقدیر میں مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کو یقیناً شامل ہو جائے گا۔ پس مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہ
میں یقینی ہو جائے گا۔ لہذا استثناء متصل درست ہو جائے گا اور الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے
کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس الا کو غیر پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر الف لام سے ایسی
جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زید ان میں سے ہو تو پھر بھی استثناء متصل متعذر نہیں ہوگا۔ اور اگر
الف لام سے
ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زید زید اس میں نہ ہو تو استثناء منقطع متعذر نہ ہوگا۔ لہذا الا کو
معنی حقیقی سے خارج کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس الا کو غیر پر محمول نہ کیا جائے گا۔

قال الشارح غیر محصور و المحصور ۔ محصور کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنس
مستغرق اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام افراد کا احاطہ کیا گیا ہو۔ کوئی ایک فرد اس احاطے
سے خارج نہ ہو جیسے ما جاء نی من رجال یا من رجل بعض معلوم ہوں جیسے جیسے لہٗ علی
عشرۃ دراھم اس میں دراھم جنس ہے لیکن اس کے بعض افراد معلوم العدد ہیں اور وہ دس
ہیں۔

وانما اشترط کہ غیر محصور ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر وہ جمع محصور ہو تو

الا سے مابعد کا اس میں دخول یقینی ہو جائے گا۔لہذا استثناء متعذر نہیں ہوگا۔جیسے کل رجل الا زیداً جاء نی اور لهٗ علی عشرة الا درهما۔

قال الشارح وانما یصار ۔سے شارح یہ بیان کررہے ہیں کہ جب یہ مذکورہ شرائط پائی جائیں تو اس وقت الا کو غیر پر محمول کرنیکا باعث کیا ہے۔مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اس کا باعث یہ ہے کہ اس وقت استثناء متعذر ہے نہ استثناء متصل بن سکتا ہے اور نہ ہی منقطع بن سکتا ہے۔اس لئے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ عدم دخول یقینی ہے۔

قال الشارح وقد لا یتعذر ۔اور کبھی غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتا۔جیسے جاء نی رجال الا واحد اس میں استثناء متعذر نہیں ہے اس لئے کہ واحد کا رجال میں دخول یقینی ہے اسی طرح جاء نی رجال الا رجلاً اس میں رجل کا رجال میں دخول یقینی ہے۔اسی طرح جاء نی رجال الا حمارا اس لئے کہ حمار کا رجال میں عدم دخول یقینی ہے۔لہذا استثناء متعذر نہ ہو۔

ولکن لما کان چونکہ محصور میں استثناء کا متعذر ہونا اور غیر محصور میں مستثنیٰ کا متعذر نہ ہونا نہایت شاذ و نادر تھا۔اس وجہ سے مصنفؒ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

قال الماتن نحو لوکان فیهما اٰلهة الا الله لفسدتا ۔یہ الا بمعنی غیر صفت پر محمول کرنیکی مثال ہے۔اس آیت کے اندر الا بمعنی غیر صفت ہے اس لئے کہ وہ اسی جمع کے بعد واقع ہے جو منکور اور غیر محصور ہے اور وہ آلهة ہے اور استثناء متعذر ہے اس لئے کہ یقین نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اللہ آلهة میں داخل ہے یا نہیں ہے۔لہذا استثناء کی شرط متحقق نہ ہوئی جب استثناء کی شرط متحقق نہ ہوئی تو الا بمعنی غیر کے صفت ہوگا۔اس آیت میں الا کو استثناء پر محمول کرنے کا ایک اور مانع بھی ہے۔وہ مانع یہ ہے کہ الا کو استثناء پر محمول کرنے سے معنی یہ ہوگا لو کان فیهما آلهة مستثنیٰ عنها الله تعالی لفسدتا کہ اگر زمین و آسمان میں

چند الہ ہوتے جن سے اللہ مستغنی ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس اس صورت میں یہ آیا صرف اس بات کو دلالت کرتی ہے کہ زمین آسمان میں ایسے آلھہ نہیں ہیں جن سے اللہ مستغنی ہے۔ اس سے واحدانیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں ایسے آلھہ نہیں کہ جن سے اللہ مستغنی ہو۔ لیکن ایسے آلھہ ہیں کہ جن سے الہ مستغنی نہ ہو کیوں کہ ان کی موجودگی سے دنیا کا نظام درہم برہم نہیں ہوتا۔ اور یہ آیت کے مقصود کے خلاف ہے۔ پس لامحالہ الا کو غیر پر محمول کیا جائے گا اور آلھہ کی صفت بنایا جائے۔ کیوں کہ اب معنی یہ ہوگا کہ زمین وآسمان میں اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے۔ جب اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے تو واجب ہوا اور لازم ہوا کہ آلھہ متعدد نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعدد مغایرت کو مستلزم ہے۔ تو پس اس طرح وحدانیت ثابت ہو جائے گی۔

قال الماتن وضعف فی غیرہ ۔سے جمع منکور غیر محصور کے غیر میں الا کو غیر پر محمول کرنا ضعیف ہے۔ اس لئے کہ الا کو غیر پر محمول اس وقت کیا جاتا ہے جب استثناء متعذر ہو۔ اور جمع منکور غیر محصور کے غیر میں استثناء متعذر نہیں ہے۔

لیکن سیبویہ کا مذھب یہ ہے کہ استثناء کی صحت کے باوجود الا کو غیر پر محمول کرنا جائز ہے۔ جیسے ما اتانی احد الا زید اس میں الا زید یہ احد کی صفت ہے باوجودیکہ استثناء صحیح ہے۔ اس لئے کہ زید کا احد میں دخول یقینی ہے اور اکثر متاخرین کا مذھب بھی یہی ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں شاعر کے قول

و کل اخ مفارقه اخوه   لعمر ابیك الا الفرقدان

کہ اس میں کل اخ مبتداء ہے۔ مفارقه اس کی خبر ہے اور اخوہ مفارق کا فاعل ہے۔ لعمر ابیك یہ لام قسمیہ ہے اور لعمر ابیك مبتداء خبر اس کی محذوف ہے جو کہ قسمی ہے۔ اور الا الفرقدان یہ کل اخ کی صفت ہے اس سے استثناء نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس سے استثناء ہوتا تو اس پر نصب وجب ہوتا۔ اور یوں کہا جاتا الا الفرقدان۔ اس لئے کہ جب

مستثنیٰ ہو کلام موجب میں منقطع ہو تو اس پر نصب واجب ہوتا ہے۔ لیکن مصنفؒ نے اس کو شذوذ پر محمول کیا اور کہا کہ اس میں دو شذوذ ہیں

پہلا شذوذ: اس کے اندر الف الفرقدان کو کل کی صفت بنایا گیا ہے نہ کہ اس کے مضاف الیہ (اخ) کی۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ جب کل مضاف ہوا اور مضاف الیہ کے بعد صفت واقع ہو تو وہ کل کے مضاف الیہ کی صفت ہوتی ہے نہ کہ مضاف کی۔ (کل) اس لئے کہ مقصود تو کل کا مضاف ہے اور کل افراد کے احاطے کے لئے آتا ہے۔

دوسرا شذوذ: ہے یہ ہے کہ اس شعر کے اندر موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہے یہ بھی نہایت قلیل ہے۔

قال الماتن و اعراب سوی ۔مذہب صحیح کے مطابق سوی اور سوآء کا اعراب ظرفیت کی بناء نصب ہے۔ اس لئے کہ جب کہا جائے جاء نی القوم سوای زید تو گویا کہ یوں کہا گیا جاء نی القوم مکان زید کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بجائے زید کے ساری قوم آ گئی یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس میں معنی کے اعتبار سے قرب پایا جاتا ہے پس سیبویہ کے نزدیک یہ لازم الظرفیت ہے۔ لیکن کوفیوں کے نزدیک ان کا ظرفیت سے خارج ہونا اور غیر کی طرف ان میں رفع اور نصب اور جر کے ساتھ تصرف کرنا جائز ہے۔ وہ استدلال کرتے ہیں۔ شاعر کے اس قول سے شعر

و لم یبق سوی العدوا ن دنا ھم کما دانوا ۔

اس میں سوی مرفوع ہے رفع تقدیری کے ساتھ۔ اس لئے کہ سوی یہاں پر لم یبق کا فاعل بن گیا اب نحاۃ کوفہ سوی اور سوآء کے ظرفیت سے خارج ہونے کو جائز رکھتے ہیں تو پھر غیر پر محمول کرنے کی بجائے اس کو نصب دیتے ہیں تو اخفش نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ رفع کو مکروہ سمجھتے ہوئے نصب دیتے ہیں۔ یعنی ظرفیت سے خارج ہو جانے کے بعد بھی اس میں ظرفیت والے معنیٰ کا اعتبار کرتے ہیں چنانچہ جاء سواءك اور فی الدّار سواءك نصب کے ساتھ پڑھتے

ہیں حالانکہ پہلی مثال سواء فاعل ہے اور دوسری مثال کے اندر سواء مبتداء مؤخر ہے۔ تو ان کو مرفوع ہونا چاہئے تھا اور اسی طرح اس صورت میں جس صورت میں انتصاب علی الظرفیت غالب ہو انتصاب رفع کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ قول لقد تقطع بینکم میں بینکم نصب کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اس کو فاعلیہ کی بناء پر مرفوع ہونا چاہئے پس چونکہ بین اکثر ظرف واقع ہوتا ہے اس لئے اس مرفوع کو منصوب ہی پڑھیں گے۔

بحث خبر کان واخواتها

صاحب کافیہ منصوبات کے آٹھویں قسم افعال ناقصہ کی خبر کو ذکر کر رہے ہیں۔

قال الماتن **خبر کان واخواتها** ۔ یعنی منصوبات کی بارہ قسموں میں سے آٹھویں قسم کان اور نظائر کی خبر ہے۔

قال الشارح **والمراد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کان اور اس کے اخوات کی خبر کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف اس یضرب پر صادق آتی ہے جو کہ کان زید یضرب ابوہ میں واقع ہے۔ اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ یضرب ابوہ کا مجموعہ خبر ہے اسی طرح یہ تعریف کان زید ابوہ قائم میں قائم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے مسند ہے حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ خبر کان وہ ابوہ قائم کا مجموعہ ہے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ هو المسند بعد دخول مراد یہ ہے کہ کان کی خبر کا اس کے اس اسم کی طرف اسناد ہو کان اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے اسم اور خبر پر داخل ہونے کے بعد ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسم کے اسم ہو جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد ہوگا۔ اور کان زید ضرب ابوہ میں

یضرب کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہے اسی طرح قائم کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر بن جانے کے بعد نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے ہے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ دخول سے مراد اثر کرنا ہے اور اثر کی دو قسمیں ہیں (۱) اثر لفظی (۲) اثر معنوی۔ اگر اثر لفظی یہ ہے کہ وہ اسم کو رفع دے اور خبر کو نصب دے اور اثر معنوی یہ ہے کہ اسم کیا لئے خبر کو ثابت کرے۔ **کان یضرب ابوہ لقائم کان** میں ضرب کو زید کے لئے ثابت کرنا ہے نہ کہ صرف ضرب کو پس کان کا دخول ضرب یعنی جملہ یضرب ابوہ پر متحقق ہوگا نہ کہ فقط ضرب یعنی یضرب پر۔

قال الماتن و امرہ کامر خبر المبتداء ۔ کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ یہ مبتداء کی خبر کے معاملے کی طرح ہے۔ اقسام میں احکام میں او شرائط میں۔ اقسام میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر کبھی مفرد ہوتی اور کبھی جملہ ہوتی ہے اور کبھی معرفہ اور کبھی نکرہ ہوتی ہے۔ اور احکام میں اس کی طرح ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے اسی طرح کا اس کے نظائر کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے، مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے او رشرائط میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب مبتداء کی خبر جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح لکنہ یتقدم ۔ کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ مبتداء کی خبر کی طرح ہے تو لیکن مبتداء کی خبر جب معرفہ ہو و اس کے مبتداء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے جبکہ کان کی خبر معرفہ ہو تو اس کو اس۔ کے اسم سے مقدم کرنا جائز۔

حقیقتا او حکما معرفہ میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقۃً معرفہ ہو یا حکماً معرفہ ہو۔ اور نکرہ

مخصصہ وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

لاختلاف اسمها ۔ چونکہ کان کے اسم اور انکی خبر کا اعراب مختلف ہوتا ہے لہذا خبر کو مقدم کرنے سے ان میں ایک کا دوسرے سے التباس لازم نہ آئے گا۔ اسی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔ بخلاف مبتداء اور خبر کے کہ چونکہ ان کا اعراب ایک ہوتا ہے لہذا وہاں اعراب کا کوئی قرینہ دلالت نہیں کریگا۔ پس اگر خبر کو مبتداء سے مقدم کر دیا جائے تو التباس لازم آئے گا۔

وذالک اذا کان کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تقدیم اس وقت جائز ہے کہ جب ان دونوں اسم خبر کا اعراب لفظی ہو جیسے کان المنطلقَ زیدٌ۔ یا ان میں سے ایک کا اعراب لفظی ہو جیسے کان ھذا زید

قال الماتن وقد یحذف عامله فی مثل ۔ الناس مجزیون باعمالھم کی مثل میں کان کی خبر کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

وانما اختص حذف کے ساتھ کان اسلئے مختص ہے کہ وہ کثیر الاستعمال ہے۔

قال الماتن الناس مجزیون ۔میں چار وجہیں جائز ہیں۔(۱) اوّل کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے ان خیراً فخیر اوّل کا نصب اس لئے کہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے۔ اور ثانی کا رفع اس پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیراً فجزاله خیر ۔پس اس وجہ میں تین امور محذوف ہیں۔ جانب شرط میں کان اور عملہ اور جانب جزاء میں جزاله۔

(۲) دونوں کا نصب جیسے ان خیراً فخیراً اس بناء پر کہ یہ دونوں میں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیرا فکان جزاؤہٗ جانب شرط میں کان اور عملہ اور جانب جزاء میں کان اور جزائہٗ محذوف ہیں ۔

(۳) دونوں کا رفع جیسے ان خیرٌ فخیرٌ اوّل کا رفع اس بناء پر کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت ہے ان کان فی عمله

خیر فجزآئه خیر۔ اس وجہ میں بھی چار امور محذوف جانب شرط میں کان اور فی اور عملہ اور جانب جزآء میں جزاءہ۔

(۴) اوّل کا عکس یعنی اوّل کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے ان خیر فخیراً۔ اوّل کا رفع اس بناء پر کہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے ور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ وہ کان مع اسم کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عملہ خیر فکان جزآءہٗ خیراً۔ اس وجہ میں پانچ امور محذوف ہیں جانب شرط میں کان اور فی اور عملہٗ اور جانب جزاء میں جزاء اور کان۔

ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار حذف کی قلت اور کثرت پر ہے۔ چونکہ پہلی صورت کے اندر حزف کی قلت ہے کیوں کہ اس میں محذوف کی کثرت ہے کیوں کہ اس میں پانچ امور محذوف ہیں۔ اس لئے وہ اضعف ہے اور درمیان دوصورتیں وہ متوسط ہیں اس لئے کہ ان کے اندر چار چیزیں محذوف ہیں۔

قال الشارح مثل ھذہ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان کے بعد اسم ہو اور فاء ہو اور پھر اس کے بعد اسم ہو۔

قال الماتن ویجب الحذف فی مثل اما انت اما انت منطلقاً انطلقت کی مثل میں کان کی خبر کا عامل یعنی کان کا حذف واجب ہے۔

قال الشارح مثل اما انت۔ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کان کو حذف کر کے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو۔ اگر ایسی صورت میں کان کو حذف نہ کیا جائے تو عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔ اما انت منطلقاً کی اصل لان انت منطلقاً انطلقت ہے۔ اس میں لان کے لام کو قیاسا حذف کر دیا ہے اس لئے کہ ان اور ان کے لام کو قیاسی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے۔ پھر اختصار کی غرض سے کان کو بھی حذف کر دیا۔ تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ان کے بعد کان کے عوض میں ما کو زائدہ کر دیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کر دیا۔ اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا تو ان کنت منطلقاً انطلقت ہو گیا۔ تو

اس وقت ہے کہ جب اما کا ہمزہ مفتوح ہو اور اگر اِما ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو پھر تقدیر اس طرح ہوگی ان کنت منطلقاً انطلقت اختصار کی غرض سے کان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی امران کے بعد کان عوض ما کو زائد کیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا۔ تو اما ان کنت منطلقاً انطلقت ہو گیا۔

قال الشارح **و اقتصر** مصنفؒ نے اوّل پر اس لئے اکتفاء کیا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔

﴿بحث اسم ان واخواتها﴾

صاحب کافیہ منصوبات کا دسواں قسم حروف مشبہ بالفعل کے اسم کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الشارح **اسم ان و اخواتها ستعرفها** مولانا جامیؒ نے بتادیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی بحث حروف میں بیان کی جائے گی۔ البتہ تعریف یہ ہے جو مسند الیہ ہو ان یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیدا قائم۔

﴿بحث اسم لا التی لنفی الجنس﴾

صاحب کافیہ منصوبات میں سے گیارہویں قسم کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن **المنصوب بلا التی لنفی الجنس** ۔ منصوبات کی قسمیں میں سے ایک قسم وہ اسم ہے جو لانفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔

قال الشارح **ای لنفی صفة** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لا کی تفسیر التی الجنس کے ساتھ کرنی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ لا جنس کی نفی کے لئے نہیں۔ اور نہ لا غلام رجل ظریف فیها کے ساتھ نقض وارد ہے اس لئے کہ اس میں جنس

غلام کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔ بلا ظرافت غلام کی نفی ہو رہی ہے۔

جواب: مصنفؒ کی عبارت میں الجنس مضاف ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ صفت ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی المصوب بلا النفی صفت الجنس اور صفت سے مراد حکم ہے۔ پھر حکم کی نفی کبھی تو صفت جنس کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا کبھی صفت جنس کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی جیسے لا رجل موجود۔

قال الشارح **و انما لم یقل** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے المنصوب بلا التی لفنی الجنس کہا۔ اسم لا التی لنفی الجنس کیوں نہیں کہا؟

جواب: لانفی جنس کا اسم تین قسم پر ہے۔ (۱) معرب منصوب (۲) مبنی علی الفتح (۳) مرفوع۔ لانفی کا اسم نہ تو تمام صورتوں میں منصوب ہے اور نہ ہی اکثر منصوب ہے۔ اس لئے مطلقاً منصوب سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ منصوب غیر منصوب سے اقل ہے۔ لہذا اس کو المنصوب بلا التی لفنی الجنس کے ساتھ تعبیر کیا ۔

قال الشارح **ولا یبعد** ۔ سے صاحب کافیہؒ پر اعتراض کرنا ہے کہ اگر مصنفؒ مطلقاً اسم کہہ دیتے تو بھی صحیح ہوتا اس لئے کہ مضاف اور شبہ مضاف منصوب ہوتا ہے اور مبنی علی الفتح محلاً منصوب ہوتا ہے۔ تو لانفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوا للاکثر حکم الکل۔

قال الماتن **ھو المسند بعد دخولھا** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض لانفی جنس کے اسم کی تعریف کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم منصوب وہ ہے کہ دخول لا کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ لا کے متصل ہو اور نکرہ ہو یا مضاف ہو یا شبہ مضاف ہو۔

قال الشارح **خرج** ۔ دخول سے مراد یہ ہے کہ متصل ہو اب یہ تعریف لا غلام رجل ابوہ قائم میں ابوہ پر صادق نہیں آئے گی اس لئے متصل نہیں۔

قال الشارح **وھذا القدر** مقصود لانفی جنس کے اسم کی تعریف کرنی نہیں ہے بلکہ مقصود تو منصوب بلا کی تعریف کرنی ہے۔ چونکہ منصوب بلا کی تعریف بعد دخولھا پر تام نہیں ہوتی اس وجہ

سے یلیھا کا اضافہ کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نفی جنس کا اسم منصوب تب ہوگا جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔ (۱) معرفہ کے متصل ہو (۲) نکرہ ہو۔ (۳) مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

مشابہ مضاف: وہ ہے کہ اس کا ایسی شیئ کے ساتھ تعلق ہو کہ وہ شیئ اس کو تمام معنی سے ہو۔ اگر اس کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہ ہو۔ جیسا کہ مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ تام ہوتا ہے اگر مضاف کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہیں ہوتا ہے۔

ھذہ احوال ۔ ترکیب کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔

(۱) **یلیھا نکرہ مضافاً او مشبّھا بہ** یہ تینوں الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہیں۔ تو اس وقت یہ احوال مترادفہ ہوں گے۔

(۲) یلیھا یہ الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیہ کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

(۳) یلیھا یہ دخولھا کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیھا کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

مثال لھا ۔ کہ **لا غلام رجل لك** یہ اس نکرہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو اور بعض نسخوں میں **لا غلام رجل ظریف فیھا** ہے۔ باقی اس میں فیھا کا اضافہ کس لئے کیا گیا ہے اس کی وجہ مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔

کہ لا عشرین درھماً یہ اس نکرہ مشابہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو مصنفؒ کا قول لک مشہور نسخوں کے مطابق یعنی جن میں ظریف فیھا نہیں ہے۔ یہ دونوں مثالوں کے تتمہ سے ہے یعنی اس کی خبر ہے اور جن مثالوں کے اندر ظریف فیھا ہے ان میں لک یہ خبر بعد خبر ہے اس لئے کہ خبر اوّل ظریف ہے اور خبر ثانی فیھا ہے اور ثالث لک ہے۔

قال الشارح فان کان مفردا ۔ اگر لا نفی جنس کا اسم مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا یعنی لا کے دخول سے پہلے علامت کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اسی علامت کے ساتھ لا کے دخول کے بعد اگر لا کے دخول سے فتحہ کے ساتھ منصوب ہے تو لا کے دخول کا بعد بھی علامت فتحہ مبنی ہوگا

جیسا کہ مفرد میں مثلاً لا رجل فی الدار۔ اور اگر لا کے دخول سے پہلے کے ساتھ منصوب ہوتا ہے لا کے دخول کے بعد علامت کسرۃ پر مبنی ہوگا جیسا کہ جمع مونث سالم میں البتہ تنوین نہیں ہو گی۔ مثلاً لا مسلمات في الدّار اور اگر لا کے داخل سے پہلے یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ منصوب ہو تو لا کے دخول کے بعد بھی یاء ماقبل کے ساتھ مبنی ہوگا۔ جیسے تثنیہ میں اور اگر لا کے دخول سے پہلے یاء ماقبل مکسور ہو تو لا کے دخول میں بھی یاء ماقبل مکسور کے ساتھ مبنی ہوگا جیسا کہ جمع مذکر سالم میں ہوتا ہے۔ لا مسلمین لك۔

قال الشارح بانتفاء الشرط مراد یہ ہے کہ مذکورہ تین شرطوں میں سے فقط آخری شرط منتفی ہو۔ شرط اوّل اور شرط ثانی کے موجود ہونے کے ساتھ۔ یعنی وہ متصل ہو اور نکرہ ہو۔ لیکن مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔

لیترتب ۔ ہم نے فقط شرط اخیر کے انتفاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تا کہ مصنفؒ کا قول علی ماینصب اس پر مرتب ہو جائے اس لئے کہ اگر وہ لا کا اسم مفرد معرفہ ہو یعنی شرط ثانی نہ پائی جائے یا مفصولہ ہو یعنی پہلی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حکم یہ نہیں ہے۔

قال الشارح وقوله ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کی کلام مبنی اور ینصب تعارض ہے اس لئے کہ نصب معرب ہونے پر دال ہے اس لئے کہ نصب معرب کی القاب میں سے ہے۔

جواب: اس کا مبنی ہونا فی الحال یعنی لا کے دخول کے بعد اور نصب یعنی معرب ہونا لا کے دخول سے پہلے۔

یعنی به یہاں پر مفرد یہ مضاف شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔ پس تثنیہ جمع بھی اس میں داخل ہیں۔

وانما بنی لتضمنه ۔ سے لانفی جنس کے اسم مفرد کے مبنی ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم مفرد من کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے کہ لا جل في الدار کا معنی ہے

لا من رجل فی الدار چونکہ یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہ هل من رجل فی الدّار۔ خواہ وہ سوال حقیقتاً جیسا کہ گذرا یا تقدیراً ہو۔ باقی تقدیراً کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو شخص آئیں اور ان میں سے ایک مکان کے اندر داخل ہو جائے اور دوسرا مکان کے باہر کھڑا ہو رہے اور اندر والا کہے لا جل فی الدار ۔ اب گویا کہ غیر داخل سائل ہے اس نے یہ سوال کیا کہ هل من رجل فی الدّار ۔ تو داخل نے جواب دیا کہ لا رجل فی الدار من کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ اور اگر وہ اسم جو کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اسی وجہ سے لانفی جنس کا اسم مبنی ہے۔

قال الشارح وانما بنی علی ما ینصب ۔ سے علامت نصب پر مبنی ہونے کی علت کو بیان ہے۔ کہ علامت نصب پر اس لئے مبنی بنایا گیا تا کہ حرکت بناء کی اس حرکت یا حرف کے مطابق ہو جائے کہ نکرہ اصل کے اعتبار سے جس کا مستحق تھا بناء سے پہلے ۔

ولم یبن المضاف مضاف اور مشابہ مضاف کو مبنی اس لئے نہیں بنایا گیا کہ اضافت کی وجہ سے جانب اسمیت راجح ہوتی ہے اس لئے کہ اضافت اسم کا خاصہ ہے۔ لہذا اضافت کی وجہ سے اسم اس چیز کی طرف لوٹ جائے گا کہ جس کا وہ اصل مستحق ہے۔ اور وہ اعراب ہے اسی وجہ سے وہ معرب ہے۔

قال الماتن فان کان معرفة ۔ لانفی کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرطوں میں سے تیسری شرط کے علاوہ اگر باقی دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی منتفی ہو جائے یا شرطیں منتفی ہو جائیں یعنی لا کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو یا لا کے متصل نہ بلکہ لا اور اس کے درمیان فاصلہ ہو یا نکرہ بھی نہ ہو اور لا کے متصل بھی نہ ہو لا کے اسم پر رفع بناء برابتداء واجب ہے۔ اور لا کا تکرار مع اسم کے وارد ہے۔

یہاں عقلاً کل چھ (۶) صورتیں ہیں

(۱) لا کا اسم مفرد معرفہ متصل جیسے لا زید فی الدّار و لا عمرو

(۲) لا کا اسم معرفہ مضاف متصل ہو جیسے لا زیدٍ فی الدار و لا عمرو

(۳) لا کا اسم نکرہ مفرد مفصولہ ہو جیسے لا فی الدّار و ولا امرأة

(۴) لا کا اسم نکرہ مفصولہ مضاف ہو جیسے لا فی الدار غلام و لا امرآةٍ

(۵) لا کا اسم معرفہ مفصولہ جیسے لا فی الدّار زید ولا عمرو

(٦) لا کا اسم مضاف معرفہ ہو جیسے لا فی الدّار غلام زید ولا عمرو

قال الشارح امّا فی المعرفة معرفہ ہونے کی صورت میں رفع اس لئے واجب ہے کہ لا کی نفی صفت نکرہ کے لئے موضوع ہے لہذا یہ معرفہ میں اثر نہیں کر سکے گا۔ اس لئے کہ اسم پر رفع بناء بر ابتداء کے واجب ہوگا۔ اور مفصول کے اندر رفع اس لئے واجب ہے کہ لا عامل ضعیف ہے۔ اور معمول مفصول کے اندر عمل کرنا یہ عامل قوی کا کام ہے۔

و التکریر ای وجب التکریر کہ لا کے اسم کو مکرر لانا واجب ہے۔ لیکن مطلق اسم کو مکرر لانا ضروری ہے۔ تکرار اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں موضوع ہے نفی آحاد کے لئے اور نفی آحاد اجناس میں پائی جاتی ہے جب یہ معرفہ ہوگا تو یہ معنی فوت ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ معرفہ میں مفرد کی نفی ہوتی ہے نہ کہ آحاد کی لہذا تکرار ضروری ہے تا کہ وہ مافات کا عوض ہو جائے۔ نکرہ کی صورت میں تکرار اس لئے ضروری ہے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ اس لئے کہ لا رجل فی الدّار و لا امرأة یہ جواب ہے سائل کے اس سوال کا ارجل فی الدار ام امرأة یہ تعلیل معرفہ کے اندر بھی ہو سکتی ہے۔

قال الماتن ونحو قضية ولا اباحسن لها ای هذه ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قضیة یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ھذہ ہے جو کہ مصنفؒ قول و ان کان معرفه وجب پر وارد ہوتا ہے۔

قال الشارح هذا جواب ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرتا ہے کہ قضية ولا ابا حسن لها سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماقبل میں گذرا کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو اس کا تکرار اور اس پر رفع واجب ہے یہ

قاعدہ منقوض ہے۔ قضیۃ کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس کے اندر ابا حسن معرفہ ہے کیوں کہ ابو حسن یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے۔ حالانکہ اس پر نہ رفع ہے اور نہ اس کا تکرار ہے بلکہ نصب ہے اور غیر مکرر ہے۔

جواب: یہ متاول بتاویل نکرہ ہے۔ مولانا جامیؒ نے کہا کہ اس میں دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔

(۱) ابا حسن یہ لا کا اسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ مضاف الیہ ہے۔ مضاف محذوف کا جو کہ لفظ مثل ہے۔ اصل میں تھا لا مثل ابی حسن۔ اب لا کا اسم نکرہ ہوا نہ کہ معرفہ اس لئے کہ لفظ مثل متوغل فی الابھام ہونے کی وجہ سے یہ اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تو پھر نکرہ رہتا ہے۔

(۲) ابا حسنؓ سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور تھا۔ یعنی فیصل اور اس کا معنی یہ ہے کہ قضیۃ و لا فیصل لھا۔ لا کا اسم نکرہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ نکرہ بن جاتا ہے۔

قال الشارح ویقوی ھذا ۔ حسن کو حذف لام کے سات لانا یہ توجیہ ثانیہ کے لئے مقوی ہے۔ اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کی ہے۔

قال الماتن وفی مثل لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ہو اور ان میں سے ہر ایک کے بعد نکرہ بلا فاصلہ ہو۔

قال الشارح بحسب اللفظ وجہ دو قسم پر ہے (۱) وجہ بحسب اللفظ (۲) بحسب التوجیہ۔ اور یہاں پر اوّل مراد ہے خمسہ اوجہ کا معنی ہے کہ پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

وجہ اول: دونوں کا فتحہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس بناء پر کہ دونوں جگہ لا نفی جنس کا ہے اور اسم نکرہ مفردۃ بلا فصل ہے اور لا کا اسم جب نکرہ مفردۃ بلا فصل ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ دو جملے ہیں یا ایک جملہ ہے۔ یعنی یہ عطف المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف

الجملہ علی
الجملہ کے قبیل سے ہے اس کا دارومدار خبر پر ہے۔ اگر دونوں کی خبر ایک محذوف ہو تو پھر عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوگا اور اگر دونوں کی خبر ایک محذوف نہ ہو تو پھر عطف الجملہ علی الجملہ سے ہوگا۔

وجہ ثانیہ : اوّل کا فتحہ اور ثانی کا نصب جیسے **لا حولَ ولا قوةً الا باللہ** ۔اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا الا زائدہ ہے بمعنی تاکید کے اور وہ معطوف ہے اوّل کے لفظ پر محمول ہونے کی وجہ سے۔

لمشابهة اوّل کی حرکت وہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے پس وہ بمنزل معرب ہو گیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول ہوتا ہے پس یہ بھی عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے اس کا دارومدار خبر پر ہے۔

وجہ ثالث : اوّل کا فتحہ اور ثانی کا رفع جیسے **لا حول ولا قوة الا باللہ** اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے اور دوسرے اسم کا عطف ہے پہلے اسم کے محل پر۔ اس لئے کہ مرفوع بالا بتدآء ہے۔ پس اگر ایک خبر مقدر مانی جائے تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

وجہ رابع: دونوں کا رفع بناء پر ابتداء جیسے **لا حولٌ ولا قوة الا باللہ** اس وقت دونوں لا عمل سے ملغی ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول **ابغیر اللہ حول و قوة** چونکہ سوال کے اندر یہ دونوں مرفوع ہیں۔ لہذا جواب کے اندر بھی یہ مرفوع ہونگے۔ تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اگر خبر ایک مقدر مانی جائے تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہو جائے گا اور اگر دو خبریں مقدر مانی جائیں تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

وجہ خامس : اول کا رفع اور ثانی کا فتح جیسے **لا حول ولا قوة الا باللہ** اوّل کا رفع

اس بناء پر کہ پہلا لا بمعنی لیس کے ہے لیکن یہ ضعیف ہے اس لئے کہ لا کا لیس کے معنی میں ہونا قلیل ہے اور دوسرے کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لا نفی جنس کا ہے۔

قال الشارح وضعف وجه ضعف ۔ سے مولانا جامیؒ مصنفؒ کے قول علی ضعفِ کو رد کر کیا ہے۔ کہ اوّل کے رفع کے ضعف کی جو وجہ بیان کی گئی ہے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے۔ یہ وجہ ضعیف ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اوّل کا رفع لا بمعنی لیس کی وجہ سے نہ ہو بلکہ یہ رفع تکرار کی وجہ سے لا کے ملغی ہونے کی وجہ سے ہو کیوں کہ لا کے الغاء کی صحت شرط فقط تکرار ہے اور وہ یہاں پر پایا جاتا ہے۔

ولا دخل فیہا لا کے ملغی ہونے کے لئے اس کے اعراب کے موافقت ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے تو یہ توجیہ اوّل ے مطابق یعنی جب لا بمعنی لیس کے ہو تو عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے متعین ہو جائے گا وگرنہ لازم آئے گا کہ الا باللہ مرفوع بھی منصوب بھی ہو، کیوں کہ لا بمعنی لیس کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور توجیہ ثانی کے مطابق جب یہ لا ملغی ہو تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوتا ہے۔ اور عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے بھی ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ مبتداء کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے۔

قال الماتن واذا دخلت الهمزة ۔ ہمزہ جب لا نفی جنس پر داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوگا اور اس ہمزہ کا معنی یا تو استفہام ہوتا ہے یا عرض یا تمنی۔

قال الشارح ای تاثیرها فی یہاں عمل سے مراد اس کا معنی اصطلاحی نہیں ہے بلکہ عمل سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی اثر کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے لا کا مدخول معرب ہو یا مبنی ہو۔ لا کا اس میں اثر ضرور ہوگا۔ باقی عمل کے متغیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عامل کا عمل کلمہ استفہام کے داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا۔

قال الشارح **اما الاستفهام حقيقة** یہاں سے مراد استفہام حقیقی نہیں ہے اور تمنی و عرض یہ استفہام حقیقی نہیں ہیں۔ باقی رہا ہمزہ استفہام کے معنی میں ہو اس کی مثال جیسے الا رجل

فی الدار اور عرض کی مثال جیسے الا تنزول عندی۔

ولم یذکرسیبویه ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے کتاب کافیہ کے اندر قواعد کے بیان میں سیبویہؒ کی اتباع کی ہے۔ اور سیبویہؒ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ لا کا حال عرض کے اندر وہ دخول ہمزہ سے پہلے کی طرح ہوگا بلکہ اس کو سیرائیؒ نے ذکر کیا۔ جزولیؒ اور مصنفؒ نے اس کی اتباع کی اور اندلسیؒ نے اس کو رد کر دیا۔ اس نے کہا کہ یہ کہنا کہ لا کا حال عرض کے اندر کے حال اوّل جیسا ہوگا۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ جب وہ نفی میں لا ہمزہ کے دخول ے بعد عرض ہو جائے گا تو یہ ان حروف میں سے ہو جائے گا۔ جو فعل پر داخل ہوتے ہیں مثلاً ان اور لو اور حروف تحضیض۔ لہذا اس کے بعد فعل کا ہونا ضروری ہوگا۔ خواہ فعل مقدر ہو یا ملفوظ ہو تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فعل مقدر ہے۔ اور اس کے بعد اسم کا انتصاب واجب ہوگا۔ جیسے الا زیدا تکرمه اس میں زید تکرمه کی وجہ سے مرغوب ہے۔ جس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے۔ اور تمنی کی مثال جیسے الا ماء اشربه تمنی کے معنی اس وقت ہوں گے جب کہ پانی کی امید نہ ہو اس لئے کہ اگر پانی کی امید ہو تو اس وقت استفہام حقیقی ہوگا اور ہمزہ کو تمنی کے لئے کہنا درست نہ ہوگا۔

قال الشارح **واما قوله** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ کا یہ کہنا کہ جب لا نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوتا یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قائل کے قول الا رجلاً جزاه الله خیرا اس میں ہمزہ نے لا کے عمل کو اعراب سے بناء کی طرف تبدیل کر دیا۔ مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے

جواب: استاذ خلیل نحویؒ کے نزدیک یہ لا وہ لا نہیں ہے کہ جس پر حرف استفہام داخل ہو۔ بلکہ

یہ حرف ہے جو تخصیص کے لئے موضوع ہے اور رجلا سے پہلے فعل مقدر ہے۔اس فعل مقدر کی وجہ سے اس پرنصب اور تنوین آئی ہے۔گویا کہ کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ الا ترونی رجلاً یعنی ھل لا ترونی رجلاً اور یونس نحوی کے نزدیک یہ وہی لا ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے تمنی کے معنی میں ہے۔قیاس کا تقاضہ تھا کہ یہ الا رجلٌ ہو۔لیکن اس کو تنوین دی گئی ضرورت شعر کی وجہ سے۔

قال الماتن و نعت المبنی الاول ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لا نفی جنس کے اسم مبنی کی نعت میں دو وجہیں جائز ہیں۔اس کو مبنی پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے پھر معرب پڑھنے کی صورت میں منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔جب اس نعت میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) وہ نعت مفرد ہو (۲) وہ نعت اول ہو (۳) منعوت کے متصل ہو۔

لا نعت ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مبنی کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے۔اسم معرب کی نعت سے جیسے لا غلام رجلٍ ظریفاً۔

بالرفع صفة اعراب اور وجہ اعراب کو بیان کرنا ہے کہ الاول یہاں یہ مرفوع ہے اس بناء پر وہ صفت ہے نعت کی۔

لا للثانی متن میں اوّل کی قید احترازی ہے اس سے مبنی کی نعت ثانی اور اسی طرح نعت ثالث خارج ہو جائیں گی۔جیسے لا رجل الظریف کریم فی الدّار ۔

حال من ضمیر یلیه کی ترکیب۔کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہے یہ یا تو حال ہے بعد از حال کے یعنی یہ بھی مبنی کی ضمیر سے حال ہے یا یہ مفرد کی صفت ہے۔

احتراز اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یلیه کی قید احترازی ہے اس نعت سے جو اسم لا کے متصل نہ ہو اس لئے کہ اس کا معرب ہونا متعین ہے جیسے لا غلام فیھا ظریف۔

وهذا القيد قید (بلیه) کے ہوتے ہوئے قید اول کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ جب نعت لا اسم کا متصل ہوگے تو وہ لامحالہ نعت اوّل ہوگی ثانی اور ثالث نہیں ہوگی۔

لمکان الاتحاد کہ اس کو منصوب پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ نعت اور منعوت میں اتحاد پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ نعت منعوت کے متصل ہے اور اس وجہ سے کہ نفی حقیقت میں نعت کی طرف راجع ہے اس لئے یہ قاعدہ ہے کہ کلام منفی جب مقیدّ بالقید ہو تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور یہاں پر قید سے مراد نعت ہے چونکہ وہ مفرد ہے لہذا وہ مبنی بر فتح ہوگی۔

والمبنی فی قوله متن میں مبنی سے مراد مبنی علی الفتح بالاصالۃ ہے۔ اور مثال مذکور فی النقض میں ماء ثانی یہ مبنی علی الفتح بالاصالۃ نہیں ہے بلکہ یہ بالتبع ہے۔ اس لئے کہ یہ ماء اوّل کے تابع ہے۔ اور ریوں کہا جائے کہ بارد اً یہ نعت ہے ماء اوّل کی تو پھر یہ اس کی متصل نہیں ہو گا۔

لان الاصل ۔ سے معرب پڑھنے کی علت۔ کہ اس کو معرب پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں۔

قال الماتن نحو لا رجل ظریف اس کے اندر ظریف لانفی جنس کے اسم مبنی کی صفت اوّل ہے اور مفرد ہے اور اس کے متصل ہے۔ لہذا اس کو مبنی بر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ظریف رفع کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور ظریف فتح کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

قال الماتن والا فالاعراب اگر نعت کے اندر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس کا معرب ہونا متعین ہوگا۔ معرب ہونے کی صورت میں اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ محل بعید پر محمول کرتے ہوئے اور منصوب پڑھنا بھی جائز ہے محل قریب یا لفظ پر محمول کرتے ہوئے جن کی امثلہ فوائد قیود میں گذر چکی ہیں۔

قال الماتن و العطف علی اللفظ ۔ سے صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لانفی جنس کے اسم مبنی کے معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب کہ معطوف کے اندر دو شرطیں پائی جائیں۔ (۱) معطوف نکرہ ہو (۲) لا کا تکرار نہ ہو اس لئے کہ اگر معطوف نکرہ نہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے۔ جیسے لا غلام لك و الفرس اور جب تکرار لا ہو تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ بلکہ وہی ہے جو ماقبل میں گذر چکا ہے کہ جس میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ جب مذکورہ دو شرطیں پائی جائیں تو معطوف کو معرب مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں محل پر محمول کرنے پر اور منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔ لیکن اس میں بناء جائز نہیں ہے اس لئے کہ واو عاطفہ کے ذریعے تابع اور متبوع کے درمیان فاصلہ پایا جاتا ہے اور بناء کے لئے نعت کا منعوت کے ساتھ اتصال شرط ہے اور اس کو متصل کے حکم میں بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ ایسے محل میں واقع ہے کہ جہاں پر فصل کا گمان ہوتا ہے۔ کہ لا کے ذریعے فصل واقع ہو۔ کیوں کہ معطوف علی المنفی میں عام طور پر لا زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ مثال مطابقی جیسے لا اب ولا ابناً و ابن اس مثال کے اندر اب لانفی جنس کا اسم ہے اور یہ مبنی ہے اور ابناً یہ اب پر معطوف ہے اور یہ نکرہ ہے اور لا کا تکرار بھی نہیں ہے۔ اس کو اب کے لفظ پر محمول کر کے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ شعر کا ایک حصہ ہے پورا شعر اس طرح ہے:

و لا اب ولا ابنامثل مروان و ابنه اذهو با لمجد ار تدی و تازرا

شاعر کی غرض اس شعر سے مروان اور اس کے بیٹے کی مدح کرنا ہے۔ کہ کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی مثل نہیں ہے اس لئے کہ مروان نے چادر اور ازار پہن رکھا ہے۔

قال الشارح سائر التوابع ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے توابع میں سے نعت کو بھی ذکر کیا اور معطوف بحرف کو بھی ذکر کیا۔ اور

باقی توابع کو بیان نہیں کیا اس کو کیا وجہ ہے۔

جواب: چونکہ باقی توابع ان کے بارے میں نحاۃ سے کوئی تصریح نہیں ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے بقیہ کوذکر نہیں کیا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ ان کا حکم منادیٰ کے توابع والا حکم ہو۔

قال الماتن مثل لا اباله و لا غلامی له سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب

سوال: ماقبل میں آپ نے کہا کہ جب لانفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا۔ یہ قاعدہ منقوض ہے **لا اباله و لا غلامی له** کی مثل میں۔ اس لئے کہ پہلی مثال میں لا کا اسم نفی اب یہ نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ علامت نصب پر مبنی نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ علامت نصب پر مبنی ہوتا تو لا اب لہ الف کے بغیر کہا جاتا اور دوسری مثال میں لا کا اسم یعنی غلامی لہ نکرہ مفردہ ہے حالانکہ علامت نصب پر مبنی نہیں کیں کہ اگر علامت نصب پر مبنی ہوتا اور **لا غلامین لہٗ** نون کے اثبات کے ساتھ کہا جاتا۔

جواب: سے صاحب کافیہؒ نے جواب دیا کہ اگر چہ ان دونوں ترکیبوں میں لا کا اسم مضاف ہے لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیے ہیں۔ باقی تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

قال الشارح ای کل ترکیب ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل پڑھا کر جس ضابطے کی طرف اشارہ کیا ای کل ترکیب سے مولانا جامیؒ نے صراحتاً بیان کر رہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لانفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اور اس اسم پر اضافت والے احکام جاری کیے گئے ہوں یعنی الف کا اثبات کہ اب میں ہے ان کا حذف جیسا کہ لا غلامی لہٗ میں ہے۔

یعنی ان الاصل سے اعتراض کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں ترکیبوں میں اصل یہ تھا

کہ لا اب لہٗ اور لا غلامین لہٗ کہا جاتا۔ پس ان دونوں کے اندر لانفی جنس کا اسم علامت نصب پر مبنی ہوتا۔ اور جار مجرور اس کی خبر ہوتی۔ لیکن بہت کم ایسا بھی منقول ہے کہ لا اب میں الف کی زیادتی کرے لا اب لہٗ کہا جائے اور لا غلامین سے نون تثنیہ کو ساقط کر کے لا غلامی لہٗ کہا جائے اظہار جیسا کہ حالت اضافت میں کہا جاتا ہے لیکن قلت کے ساتھ۔

واجراء یہاں مشابہت سے مراد مشابہت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ مشابہت سے مراد لا کے اسم پر مضاف والے احکام جاری کرنے میں مشابہت ہے۔

قال الشارح او المعنی ان ۔ کے دوسرے معنی کا بیان ہے اگرچہ مآل ایک ہے لیکن لفظوں کے اعتبار سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ پہلے معنی کے مطابق تشبیھا لہٗ اور لمشارکتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اسم لا کو بنایا گیا اور لہٗ ضمیرہ کا مرجع مضاف تھا۔ لیکن اس معنی کے اعتبار سے تشبیھا لہٗ اور لمشارکتہ ان دنوں ضمیروں کا مرجع مثل ہے۔ اور لہٗ کی ہ ضمیر کا مرجع وہ ترکیب ہے کہ جو اضافت پر مشتمل ہو تو معنی یہ ہوگا کہ لا اب لہٗ اور لا غلامی لہٗ کی مثل جائز ہے۔ ان جیسی ترکیبوں کو جن میں اضافت نہ ہو اس ترکیب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جو اضافت پر مشتمل ہو۔ اس لئے کہ ان جیسی ترکیبیں یہ اس ترکیب کے ساتھ جو اضافت پر مشتمل ہو اصل معنی میں مشارک ہیں اور وہ معنی اختصاص ہے۔

الا ان بین یہ تشبیہ معنی اور اختصاص میں ہے اور وہ اختصاص جو ترکیب اضافی سے مفہوم ہوتا ہے وہ بہ نسبت اس اختصاص کے اتم ہے جو ترکیب خبری سے مفہوم ہوتا ہے۔ لہذا مشبہ بہ قوی ہوا۔

قال الماتن ومن ثم لم یجز لا ابا فیھا ۔ سے ماقبل پر تفریع۔ کہ چونکہ ان جیسی ترکیبوں کا جواز اس وجہ سے ہے کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنی اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے لا ابا فیھا یہ ترکیب جائز نہیں ہے کیونکہ کہ اس میں اختصاص نہیں پایا جاتا اور کسی چیز اب کی طرف اضافت سے اختصاص مفہوم ہوتا ہے وہ تو اس کے اس

چیز کے لئے اب ہونیکی وجہ سے ہے۔ اور یہاں اختصاص دار کی طرف ہے اب کی نسبت سے حاصل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ابوہ صرف ابن کے لئے مستحق ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس کی دار کی طرف اضافت کرنی صحیح نہیں ہے جب اب کی اضافت دار کی طرف کرنی صحیح نہیں۔ تو پھر لا ابا فیھا کو اس ترکیب کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جائے گی۔ کہ جس ترکیب کے اندر اب کی اضافت صریح طور پر دار کی طرف ہو۔

قال الماتن ولیس بمضاف لفساد المعنی ۔ لا ابا لہٗ اور لا غلامی لہٗ میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ حقیقت میں مضاف نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر حقیقۃً مضاف ہو تو معنی مقصودی فاسد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ معنی مقصودی بالاستقلال تقدیر خبر کی حاجت کے بغیر ضمیر مجرور کے مرجع کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی ہے اور اضافت کی صورت میں یہ معنی فاسد ہو جائے گا۔ دو وجھوں سے وجہ اوّل یہ ہے کہ اضافت کی تقدیر پر ان دونوں ترکیبوں کا معنی یہ ہو جائے گا لا اباہٗ و لا غلامیہ۔ اور یہ معنی تو تقدیر خبر کے بغیر تام نہیں ہو سکتے بلکہ خبر کو مقدر ماننا پڑتا ہے۔ جیسے لا اباہ موجود اور لا غلامیہ موجود ان ۔

قال الشارح واما ثانیا ۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ مراد ضمیر مجرور سے مرجع مثلاً زید کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی کرنا ہے۔ اور یہ مقصود نہیں ہے کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود ہے وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور فلاں شخص کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور اضافت کی تقدیر پر معنی یہ ہو جائے گا کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود ہے موجود نہیں اور زید کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔

قال الماتن خلافا لسیبویہ ۔ سیبویہ اور جمہور نحاۃ اور خلیل کا اختلاف ہے کہ ان کا مذھب یہ ہے کہ ان جیسی ترکیبوں میں لا کا اسم حقیقتاً مضاف ہے معنی کے اعتبار سے۔

قال الشارح و انما اخص سيبويه ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب خلیل وہ سیبویہ اور جمہور نحویوں کا مذھب یہی ہے تو پھر مصنفؒ سیبویہ کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا۔ مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب : یہ ہے کہ سیبویہ ان کا سردار ہے اسی وجہ سے اس کو ذکر کیا۔

دوسرا جواب : یہ ہے کہ مقصود اختلاف کو بیان کرنا ہے نہ کہ مخالفین کی تعیین کرنا ہے اور یہ مقصد سیبویہ کو ذکر کرنے سے حاصل ہو گیا۔

و اقحام اللام مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لام اس لام مقدرہ کی تاکید ہے۔

قال الماتن و يحذف فى مثل لا عليك ۔ لا عليك کی مثل میں لانفی جنس کے اسم کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثل سے مراد وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا کے اسم کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے لا عليك اس میں لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے اور علیٰ بھی حرف ہے اور حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا تو پس اس سے معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اصل میں تھا لا بأس عليك۔

قال الشارح ولا يحذف ۔ سے لا کے اسم کو حذف کرنے کی شرط کا بیان ہے کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے کہ جب خبر موجود ہوں یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ اجحاف یعنی نقصان لازم نہ آئے۔ کیونکہ جب لا کا اسم بھی موجود نہ ہو اور خبر بھی محذوف ہو تو لا کا بغیر محمول کے رہنا واجب آئے گا۔

قال الشارح و قولهم ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ کا یہ کہنا کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے جب کہ خبر اس کی موجود ہو یہ منقوض ہے عربیوں کے قول لا كزيدٍ میں اس لئے کہ عربوں کا قول لا كزيدٍ اس میں اسم اور خبر دونوں محذوف ہیں۔

جواب : اس قول کے اندر اسم اور خبر دونوں محذوف نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ایک محذوف

ہے۔اس لئے کہ کزید کا کاف یہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے یا حرف ہے۔اگر یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے تو کزید امعنی ہوگا مثل زید۔ میں یہ لا کا اسم بن جائے گا اور خبر اس کی محذوف ہو جائے گی۔جو کہ موجود ہے اور معنی یہ ہوگا لا مثل زید موجود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کزید یعنی مثل زید خبر ہو لا کی اور اس کا اسم محذوف ہو جائے گا جو کہ احد ہے تو عبارت اس طرح ہو جائے گی لا احد مثل زید اور اگر کاف حرف جر ہو تو پھر اسم محذوف ہوگا اور کزید خبر بن جائے گا۔

«بحث خبر ما ولا المشبهتین بلیس»

قال الماتن خبر ما ولا المشبهتین ۔ منصوبات کی قسموں میں سے بارہواں قسم ما ولا کی خبر ہے جن کو لیس کے ساتھ تشبیہ دیے گئے ہیں۔

کہ وجہ مشابہت وہ معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونا ہے یعنی جس طرح لیس کے اندر معنی نفی کے ہیں اسی طرح ما اور لا کے اندر بھی نفی کے معنی پائے جاتے ہیں۔اور جس طرح لیس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قال الشارح وخص ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح ما و لا کی خبر کا ان کی خبر ہونا یہ لغت حجازیہ ہے۔اسی طرح ما اور لا کے اسم کے ان کا اسم ہونا بھی لغت حجازیہ ہے۔تو پھر مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟

جواب : مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ما اور لا کو عمل دینا اور ان کے اسم اور خبر کو ان کا اسم اور خبر بنانا یہ ظاہر ہوتا ہے خبر کے اعتبار سے۔لہذا خبر کو ان کی خبر بنانا یہ اصل حجاز کی لغت ہے۔لیکن بنو تمیم ان کو (ما اور لا) عمل نہیں دیتے۔ چونکہ وہ ان کو عمل نہیں دیتے تو

وہ ما اور لا کے اسم کو ما و لا کا اسم نہیں مانتے اور خبر کو ان کی خبر نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک وہ مبتداء اور خبر ہیں جس طرح کہ وہ ما اور لا کے داخل ہونے سے پہلے مبتداء اور خبر ہوتے ہیں۔

قال الشارح ولغة چونکہ لغت اھل حجاز یہ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے جیسے ما ھذا بشر اور ما ھن امھا تھم۔ اب ان کے اندر ما عمل کر رہا ہے کیوں کہ اگر ما عامل نہ ہوتا تو بشراً وغیرہ مرفوع ہوتے حالانکہ وہ مرفوع نہیں ہیں بلکہ منصوب ہیں۔

قال الماتن و اذا ذیدت ان ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت یہ ہے کہ تین صورتوں میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) جب ما اور لا کے ساتھ ان زائدہ ہو جیسے ما ان زید قائم جب ما و لا کے ساتھ ان زائدہ ہو تو اس ووقت ان کا عمل اس ۔لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں کیوں کہ یہ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پس جب ان کے اور ان کے معمول کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا تو یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ عامل ضعیف معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا۔

(۲) جب نفی الا کی وجہ سے منتقض ہو جائے ما زید الا قائم اور جب الا کے ذریعے نفی منتقض ہو جائے تو یہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کا عمل معنیٰ نفی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو جب نفی منتقض ہو گئی تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا

(۳) جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید اور جب اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو اس وقت عمل اس لئے باطل ہوتا ہے اس میں ترتیب میں تغیر لازم آئے گا حالانکہ یہ عامل ضعیف ہے اور ترتیب ان کے عمل کے لئے شرط ہے لہذا ترتیب میں اختلاف کے باعث یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔

قال الشارح قیل مصنفؒ نے ما کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ عربیوں کے استعمال میں ان، لا کے ساتھ زائدہ استعمال نہیں ہوتا۔ اور بصریینؒ کے نزدیک ان زائدہ ہوتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک ان یہ نافیہ موکدہ ہوتا ہے۔

قال الماتن و اذا اعطف عليه بموجب ۔ ضابطے کا بیان جس کا حاصل یہ ہے جب ما اور لا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو کلام منفی میں ایجاب پیدا کر دیتا ہے یعنی حرف عطف بل اور لکن تو اس وقت معطوف کا حکم صرف رفع ہو گا نصب جائز نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ حرف موجد بھی نفی کے نقض میں الا کی طرح ہے۔ جیسے ما زید مقیما بل مسافر اور ما عمرو قائم لکن قاعد۔

﴿بحث المجرورات﴾

مجرورات کی تحقیقات کو مرفوعات پر قیاس کریں۔

قال الماتن هو ما اشتمل علی علم المضاف الیه ۔

صاحب کافیہؒ مجرور کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

اصطلاحا ۔ اصطلاح کی قید کا اضافہ اس لئے کیا کہ لغت میں حروف اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہی اعراب کا محل ہیں۔

من حیث هو تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے مجرور مضاف الیہ ہوا اور وہ زید جو ضرب زید میں واقع ہے یہ اس حیثیت سے نہیں کہ یہ مضاف الیہ ہے بلکہ یہ فاعل ہے۔

یعنی الجر علامت مضاف الیہ جر ہے اور جر عام ہے کہ وہ کسرۃ کے ساتھ ہو یا فتحہ کے ساتھ ہو یا یاء کے ساتھ ہو اور کسرۃ فتحہ یاء عام ہے خواہ لفظی ہوں یا تقدیری ہوں اور جاء نی غلام احمد میں احمد یہ مضاف الیہ کی علامت جر پر مشتمل ہے اور جر فتحہ کے ساتھ ہے۔

قال الشارح و انما قال ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض حیثیت کی قید کے فائدے کو بیان کرنا

ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حیثیت کی قید اس لئے لگائی کہ جر یہ ذات مضاف الیہ کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ مضاف الیہ کی علامت ہے اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہو۔

والمضاف الیه وان علامت کا شیئ کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ بلکہ کبھی شیئ کی علامت شیئ سے عام بھی ہوتی ہے یہاں پر بھی جر جو کہ مضاف الیہ کی علامت ہے یہ مضاف الیہ سے عام ہے یہ مضاف الیہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مضاف الیہ کے غیر میں مجرور یا الباء الزائدة اور مجرور با لاضافة اللفظیه کے اندر بھی پائی جاتی ہے لہذا اب مجرور کی یہ تعریف مجرور با لباد الزائده اور مجرور با لا ضافت اللفظیه پر صادق آجائے گی۔

قال الماتن والمضاف الیه کل اسم نسب الیه یہ مضاف الیہ کی تعریف ہے۔ کہ مضاف الیہ اس اسم کا نام ہے جس کی طرف کوئی شیئ بواسطہ حرف ، جر۔ کے منسوب ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو یا مقدر مراد ہو۔

قال الشارح وهو ههنا یہ مضاف الیہ اس مضاف الیہ کا عین نہیں ہے کہ جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے بلکہ یہ اس سے خاص ہے اس لئے کہ اوّل عام ہے خواہ اس میں تقدیر حرف جر کی شرط ہو یا نہ ہوا اور جو ثانی ہے اس میں مصنفؒ کے نزدیک تقدیر حرف جر کی شرط نہیں ہے اور قوم کے نزدیک شرط ہے۔

قال الشارح ونهب فی ذالک مضاف الیہ کی تعریف مشہور بین الجمہور سے عدول کر کے سیبویہؒ کی اتباع کی لانّہٗ بایع للحق ولا للرجال ۔فافهم

حقیقة او حکما لیشمل : اسم میں تعیم ہے خواہ اسم حقیقی ہو یا حکمی ہو۔ اور یہ تعیم اس لئے کی تا کہ مضاف الیہ کی یہ تعریف ان جملوں کو بھی شامل ہو جائے جو مضاف الیہ ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقهم۔ اس میں ینفع الصادقین یہ جملہ ہے اور یہ اگر چہ اسم حقیقی نہیں ہے لیکن اسم حکمی ہے اس لئے مصدر کے حکم میں ہے۔

قال الشارح اسما کان ۔ صاحب کافیہ" مانسب الیہ شیئی اس لئے کہا کہ وہ شیئی اسم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تعیم ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں غلام یا فعل ہو جیسے مررت بزید میں مررت۔

قال الشارح من حیث العمل با بقاء اثرہ یہاں مراداً سے مراد من حیث العمل ہے۔اور حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زیدٍ اس میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر لام کے اور وہ اگرچہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے۔

اور خاتم فضۃٍ میں خاتم کی نسبت فضۃ کی طرف بواسطہ حرف جر من کے ہے اور وہ اگرچہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے۔اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے اور اسی طرح ضرب الیوم میں فی مقدر ہے اور وہ مراد ہے بخلاف صمت یوم الجمعہ کے کہ اس میں اگرچہ قیام کی نسبت یوم الجمعہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مراد ہوتا تو مجرور ہوتا۔

قال الماتن فا لتقدیر شرط ان یکون المضاف اسما ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو کہ اضافت کی وجہ سے تنوین اور قائم مقام تنوین نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کر لیا گیا ہو۔

اذ لو کان فعلا اس لئے کہ اگر مضاف اسم نہ ہو بلکہ فعل ہو تو پھر حرف جر کا تلفظ ضروری ہے جیسے مررت بزید۔

قال الشارح لان التنوین ۔ کہ مضاف کے تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی ہونا اس لئے ضروری ہے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین یہ اس کلمے کے تام ہونے کی دلیل ہوتے ہیں کہ جس کلمہ میں یہ ہوں۔ پس وہ کلمہ اپنے مابعد سے منقطع ہوتا ہے اور اضافت تقاضہ کرتی ہے اتصال کا اور اتصال وانفصال میں منافات ہیں اس لئے کہ یہ شرط لگائی کہ مضاف کو تنوین اور

قائم مقام سے خالی کرلیا گیا ہو۔

قال الشارح فلما ارادوا اضافت کا فائدہ مضاف کو تام کرنا نہیں بلکہ اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف یا تخصیص یا تخفیف ہے۔

ثم المتبادر من هذا اضافت لفظیہ میں حرف جر کا نہ پایا جانا یہ بالنظر الیٰ اصطلاح القوم ہے لیکن مصنفؒ کے نزدیک مضاف الیہ باضافت لفظیہ میں حرف جر مقدر ہوتا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اضافت لفظی اور معنوی کا مقسم اضافت بتقدیر حرف کو بنایا اور مقسم کا اقسام میں اعتبار ہوتا ہے اور متن کے لئے جو مصنفؒ کی شرح ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اضافت لفظیہ اور معنویہ دونوں میں حرف جر مقدر ہوتا ہے لیکن مصنفؒ نے اضافت لفظیہ میں تقدیر حرف جر کو بیان نہیں کیا جیسا کہ اضافت معنویہ کے اندر بیان کیا ہے نہ متن کے اندر اور نہ ہی اس متن کی شرح کے اندر اور نہ ہی دوسری تصنیفات کے اندر۔

قد تكلف بعضهم بعض نحویوں نے کہا ہے کہ جب صیغہ صفت کا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید تو اس وقت لام مقدر ہوگا۔

اور لام کی تقدیر تقویت عمل کے لئے ہوگی تعدیہ کے لئے نہیں ہوگی۔

فى اضافتها : جب صیغہ صفت کا فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے الحسن الوجہ تو من بیانیہ مقدر ہوگا من بیانیہ کی مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً جاء نی زید الحسن الوجہ میں الوجہ بمنزل تمیز کے ہے اور تمیز کے اندر من بیانیہ مقدر ہوتا ہے باقی زید کی طرف حسن کے اسناد میں ابہام تھا کہ الوجہ تمیز اس لئے ہے کہ کون سی چیز اچھی ہے چہرہ اچھا ہے یا کوئی اور چیز جب الوجہ کو ذکر کیا تو یہ ابہام رفع ہو گیا گویا کہ اس نے کہا من حیث الوجہ یعنی زید اچھا از روئے چیز کے۔

قال الشارح فان قلت ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال نقل کر کے فقلنا سے جواب دینا ہے۔

سوال : الحسن الوجه میں اضافت لفظیہ تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے کہ الحسن الوجہ میں الحسن مبہم تھا معلوم نہ تھا کہ کون سی چیز حسین ہے جب الوجہ کو ذکر کیا تو اس میں تخصیص آ گئی یعنی الحسن الوجہ لا غیرہ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

جواب : ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ الحسن الوجہ میں اضافت کی وجہ سے تخصیص حاصل ہو رہی ہے اس لئے کہ اس میں جو کچھ تخصیص ہے وہ اضافت سے پہلے حاصل ہوئی ہے کیونکہ الحسن الوجہ اضافت سے پہلے الحسن الوجہ تھا جس میں تخصیص پائی جاتی ہے پھر جب اس کی اضافت کی تو اضافت کی وجہ سے حذف ضمیر کے ذریعے تخفیف حاصل ہوئی ہے لہذا ہمارا قاعدہ برقرار رہا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

قال الماتن وهى معنوية ولفظية اضافت بتقدیر جر کی تقسیم کا بیان ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معنویہ (۲) لفظیۃ۔ اضافت معنویہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا یہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ **اى منسوبة** سے اضافت معنویہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کو اضافت معنویہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کی طرف منسوب ہوتی ہے کیونکہ یہ مضاف میں تعریف یا تخصیص کے معنی کا فائدہ دیتی ہے۔

اى منسوب الى اللفظيه : سے اضافت لفظیہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ اس کو اضافت لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فقط لفظ کی طرف منسوب ہوتی ہے معنی کی طرف منسوب نہیں ہوتی کیونکہ اس کا فائدہ لفظ سے معنی کی طرف سرایت نہیں کرتا۔

كاسم الفاعل ۔ کہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ ہے۔ اور معمول سے مراد فاعل۔ اور مفعول ہے۔ اضافت سے پہلے اور اس لئے کہا کہ اضافت کے بعد تو مضاف اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ کے لئے عامل ہوتا

ہے۔

سواء لم یکن غیر صفت میں تعمیم ہے۔ کہ غیر صفت ہونا عام ہے یا تو سرے سے صیغہ صفت کا نہ ہو جیسے غلام زید یا مضاف صیغہ صفت کا تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے مصارع مصرِ اس میں مصارع اگرچہ صیغہ صفت کا تو ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اسلئے کہ مصر نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے اور کریم البلد میں اگرچہ صیغہ صفت کا تو ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد نہ فاعل ہے نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے۔

واحترز به عن ۔ غیر صفت کی قید سے ضارب زید اور الحسن الوجہ کی مثل کو خارج کرنا ہے۔ کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کے اندر مضاف صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ ضارب زید میں زید یہ اضافت سے پہلے ضارب کا مفعول ہے اور حسن الوجہ یہ اضافت سے پہلے حسن کا فاعل ہے۔

بحکم الاستقراء کہ اضافت معنویہ کا اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونا ہے یہ حصر استقرائی ہے۔

قال الشارح ای لا یکون صادقا ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: غلام زید میں اضافت بمعنی لام ہے حالانکہ اس میں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہے اس لئے کہ کہ غلام اور زید یہ دونوں حیوان ناطق ہیں۔

جواب: مضاف الیہ مضاف کی جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہو اور غیر مضاف پر بھی صادق ہو اور غلام زید میں زید یہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہیں ہے اس لئے یہ اضافت بمعنی لام ہے کہ غلام زید اس میں اضافت بمعنی لام کے ہے اس لئے کہ زید غلام کی جنس سے نہیں ہے کہ اس پر صادق ہو اور نہ اس کے لئے ظرف ہے

الصادق علیہ ۔یہ صفت کاشفہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہواور غیر مضاف پر بھی صادق ہو۔

بشرط ان یکون اضافت بیانیہ کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہواور غیر مضاف پر بھی صادق ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مضاف مضاف الیہ اور غیرہ پر صادق ہواور احد الیوم میں یوم اگر چہ احداور غیر احد بھی صادق ہے لیکن احد یہ یوم پر صادق ہے لیکن غیر پر صادق نہیں ہے خلاصہ یہ نکلا کہ مضاف اور مضاف الیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو بمعنی فی ظرفیہ۔

[illegible] الشارح والحاصل ۔متن کے اندر اختصار تھا۔ مولانا جامیؒ اضافت کی بحث میں حاصل کو بیان کرر ہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف الیہ یا تو مضاف کے مباین ہوگا یا مساوی ہوگا یا مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہوگا یا اخص مطلق ہوگا یا اخص من وجہ ہوگا۔

اگر مضاف الیہ مضاف کے مباین ہوتو پھر دوصورتیں ہیں یاتو مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہوگا یانہیں ہوگا۔اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہوتو اضافت بمعنی فی ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف نہ ہوتو اضافت بمعنی لام ہوگی۔

اور اگر مضاف الیہ مضاف کے مساوی ہوجیسے لیث اسداور مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہو جیسے احد الیوم توان دونوں تقدیروں پر اضافت ممتنع ہےاور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص مطلق ہوگا جیسے یوم الاحد اور علم الفقہ اور شجر العراك تو اس میں اضافت بمعنی لام ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص من وجہ ہوتو پھر دوصورتیں ہیں یا مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا اصل اور مادہ نہیں ہوگا۔اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہوتو اضافت بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضۃ اس لئے کہ فضۃ یہ خاتم کی اصل اور مادہ ہے اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ نہ ہوتو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے فضّۃ

خاتمك

خیر من فضة خاتمی ہے۔

قال الشارح **واعلم انه** ایک وہم کا ازالہ ہے۔ وہ وہم یہ ہوتا ہے کہ اضافت بمعنی لام کی صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو اور جہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہ ہو وہاں اضافت بمعنی لام نہیں ہوتی تو کل رجل اور کل واحد میں اضافت بمعنی لام نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ یہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں حالانکہ کہا جاتا ہے یہ اضافت بمعنی لام ہے۔

جواب: اضافت بمعنی لام کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ لام کی تصریح صحیح ہو بلکہ اس کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ فائدہ اختصاص من جو کہ لام کو مدلول ہے وہ حاصل ہو جائے اور کل رجل اور کل واحد میں یہ اختصاص والا فائدہ حاصل ہے۔

فقولك يوم الاحد ۔ اسی بات پر چند شواہد۔ کہ یوم الاحد اور علم الفقه اور شجر العراك ان میں اضافت بمعنی لام کے ہے حالانکہ ان میں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی اصل مذکور کی وجہ سے مصنفؒ نے بمعنی اللام کہا بتقدیر اللام نہیں کہا کیونکہ اگر بتقدیر اللام کہتے تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا و بهذا الاصل یرفع الاشکال اس قاعدہ مذکورہ کے ساتھ بہت سے اعتراضات رفع ہو گئے جو کہ اضافت لامیہ کے بہت سے موارد پر وارد ہو رہے تھے۔ مثلاً علم الفقه اور کل واحد وغیرہ اب ان میں ان تکلفات کی طرف احتیاج نہیں ہوتی جس کا بعض شارحین نے ارتکاب کیا ہے مثلاً بعض شارحین نے کہا ہے کہ ان مثالوں کے اندر لام کو ظاہر کرنا صحیح ہے مثلاً کل رجل میں کل فرد لرجل یعنی کل فرد ثابت لرجل کہا جائے۔ اب اس میں تکلفات بعیدہ کی طرف احتیاج نہ ہو گی۔

قال الشارح **وردها** اضافت بمعنی فی کے قلیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نحویوں نے اضافت بمعنی فی کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا ہے اس لئے کہ کہ اضافت بمعنی لام کا مفاد جو کہ اختصاص ہے وہ اضافت بمعنی فیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ضرب الیوم

کا معنی ہے ضرب لہٗ اختصاص بالیوم اس لئے کہ ضرب یوم کے اندر واقع ہوئی ہے۔

فان قلت مولانا جامی ایک اعتراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دیا ہے۔

سوال : جس طرح اضافت بمعنی فی اندر اضافت لامیہ کا مفاد جو کہ اختصاص ہے پایا جاتا ہے اسی طرح اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے اس لئے کہ اضافت بمعنی من کے اندر مضاف مبین ہے اور مضاف الیہ مبیّن ہے اور مبیّن اور مبیّن کے اندر اختصاص ہوتا ہے جب اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا جاتا ہے جس طرح کہ اضافت بمعنی فی کو رد کر دیا گیا ہے

جواب : یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اضافت بمعنی من کے اندر اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے لیکن چونکہ اضافت بمعنی فی قلیل تھی اسی وجہ سے تقلیل اقسام کی خاطر اس کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا بخلاف اضافت من کے کہ یہ کثیر تھی لہذا اس کے مناسب یہی ہے کہ مستقل قسم بنایا جائے۔

قال الماتن وتفيد تعريفا مع ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں۔ (۱) مضاف کی تعریف (۲) مضاف کی تخصیص۔اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے جس وقت مضاف الیہ معرفہ ہو اور اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جس وقت مضاف الیہ نکرہ ہو۔

لان الهياة اضافت معنویہ کی ھیت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے اور مضاف کی معلومیت پر دلالت تب ہو سکتی ہے جب مضاف معرفۃ ہو۔

قال الشارح لان ان نسبة ۔اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت وہ اسناد امر الی معین ہے نہیں اس لئے کہ اسناد امر الی معیّن یہ منسوب کی معلومیت کو مستلزم نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات اسناد امر الی معیّن ہوتا ہے لیکن منسوب معرفہ

نہیں ہوتا جیسے غلام لزید اِس میں اسناد امر الی معیّن ہے لیکن مضاف معرفہ نہیں ہے بلکہ نکرہ ہے۔

فان قلت ۔مولانا جامیؒ ایک اعتراض کونقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کیا ہے۔

سوال : کا حاصل یہ ہے کہ جب واحد معیّن کی طرف اشارہ کیے بغیر جاء نی غلام احمد کہا جائے تو اس سے تعریف حاصل نہیں ہوئی حالانکہ اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ متحقق ہے لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ یہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے۔

جواب : ہماری بحث وضع میں ہے نہ کہ استعمال میں اور مثال مذکور کے اندر غلام کا نکرہ رہ جانا یہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ لام تعریف کے لئے موضوع ہے۔لیکن کبھی تعریف کے لئے نہیں ہوتا بایں طور بلا اشارہ الی معین ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے اس قول کے اندر ہے و لقد امر علی اللئیم یسبنی۔اس میں یسبنی یہ صفت ہے اللئیم حالانکہ یسبنی جملہ ہے اور جملہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔معرفہ کی نہیں۔

ولیس یجری هذا حکم مذکور لفظ مثل اور غیر ان میں جاری نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اگر چہ مضاف الیہ معرفہ ہو کیونکہ یہ متوغل فی الابھام ہیں ہاں البتہ جب ان کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو کہ جس کی فقط ایک ضد ہو جو مضاف الیہ کی غیریت کے ساتھ معلوم ہو جائے۔تو ایسی صورت میں لفظ مثل اور غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن جائیں گے جیسے علیك بالحر کت غیر السکون اس میں لفظ غیر کا مضاف الیہ یعنی سکون اس کی فقط ایک ہے یعنی حرکت اس لئے لفظ غیر معرفہ بن گیا۔

وکذالک اذا کان ایک فائدے کا بیان ہے۔ کہ جس طرح جب لفظ غیر اور مثل کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو جس کی فقط ایک ضد ہو تو ایسی صورت میں اضافت معنویہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح جب مضاف الیہ کے لئے ایسی مثل ہو جو اشیاء میں کسی شیئ کے اندر

مضاف الیہ کی مماثلت اور مشابہت میں مشہور ہو جیسے علم اور شجاعت تو ایسی صورت میں اضافت معنویہ تعریف کا فائدہ دے گی۔ مثلاً امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف انکی مماثلت صفت علم کے اندر مشہور ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن ولید ان کی مماثلت صفت شجاعت میں مشہور ہے اگر امام ابو حنیفہؒ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو امام صاحب کے ساتھ صفت علم کے اندر مماثل اور مشابہ ہے تو یہ معرفہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب حضرت علیؓ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو حضرت علیؓ کے ساتھ صفت شجاعت میں مماثل ہو تو یہ معرفہ بن جائے گا۔

قال الماتن وتخصیصاً ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

قال الشارح فان التخصیص کہ تخصیص نام ہے تقلیل الشرکاء کا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ غلام کی رجل کی طرف اضافت سے پہلے عام تھا یعنی مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی رجل کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آ گئی اور عورت کا غلام خارج ہو گیا اور شرکاء کم ہو گئے۔

قال الماتن وشرطها تجرید ۔اضافت معنویہ کے لئے شرط کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔

وان کان علما: سے تجرید کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف معرفہ باللام ہو تو لام کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر مضاف علم ہو تو اس کو نکرہ بنا دیا جائے گا۔ باقی علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں (۱) اس نام کی جماعت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لے لیا جائے جیسے زیدنا خیر من زیدکم (۲) علم سے وصف مشہور مراد لے لی جائے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور ہو جیسے لکل فرعون موسیٰ

او المراد بالتجرید یہاں تجرید سے مراد مجازاً تجرّد اور خلو ہے اضافت کے

وقت خواہ وہ مضاف تجرید کے بغیر فی نفسہٖ نکرہ ہو یا معرفہ ہو لیکن اس کو تعریف سے خالی کر دیا گیا ہو

وانما یجب : تجرید مضاف کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ کو دو صورتیں ہیں یا مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ ہوگا اگر مضاف الیہ یہ نکرہ ہو تو ادنیٰ کی طلب لازم آئے گی باوجود حصول اعلیٰ کے اس لئے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا

فائدہ دیتی ہے حالانکہ تعریف اولیٰ ہے تخصیص سے اور تعریف پہلے سے حاصل ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی لہذا اضافت ضائع ہو جائے گا جس کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

فان قیل ۔ سے مولانا جامیؒ ایک اعتراض کو نقل کر کے قیل سے اس کا جواب دیا ہے۔

سوال : کہ معرفہ کی اضافت اور معرفہ کو علم بنا دینے سے کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح معرفہ کی اضافت سے یہ تعریف المعرف لازم آتی ہے اسی طرح معرفہ کو علم بنا دینے سے بھی تعریف المعرّف لازم آتی ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ معرفہ کی اضافت کو نا جائز قرار دیا جاتا ہے اور معرفہ کے علم بنا دینے کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے النجم اور الثریّا اور الصّعق ان کے اندر دخول لام کی وجہ سے تعریف آ گئی ہے پھر انکو ستاروں کا علم بنا دیا اور جیسے ابن عباس اس میں اضافت الی العباس کی وجہ سے تعریف آ گئی تھی پھر اس کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم بنا دیا۔

جواب : ان مثالوں کے اندر تعریف المعرّف نہیں ہے۔ بلکہ ان میں پہلی تعریف کا زائل ہو چکی ہے علم کی وجہ سے اور وہ تعریف ہے جو پہلی تین مثالوں کے اندر دخول لام کی وجہ سے تھی اور چوتھی مثال کے اندر اضافت کی وجہ سے تھی اور اعلام بننے سے تعریف بالعلم کا حصول ہے جن کی

معلومیت باللام معلومیت بالاضافت کی طرف اشارہ باقی نہ رہالہذا ان میں تعریف المعرّف لازم نہیں آتی بلکہ تبدل تعریف بتعریف آخر لازم آتی ہےاور تبدیلی اور چیز ہےاور تحصیل حاصل اور چیز ہے۔

قال الماتن وما اجازہ الکوفیون ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تجرید المضاف من التعریف کی یہ شرط غیر مسلّم ہےاس لئے کہ نحاۃ کوفہ نے ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف باللام کو جائز رکھا ہے جیسے الثلاثہ الاثواب اور الخمسة الدراھم اور المائة الدراھم۔

جواب: نحاۃ کوفہ کا نون اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف کا باللام کو جائز رکھنا ضعیف ہے۔

ضعیف قیاسا: کہ یہ ضعیف ہے قیاس کے لحاظ سے بھی اور استعمال کے لحاظ سے بھی۔ قیاس کے لحاظ سے اس لئے ضعیف ہے کہ اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔اور استعمال کے لحاظ سے اس لئے کہ فصحاء سے ترک لام ثابت ہے۔چنانچہ ذو الرمة نے کہا کہ ثلث الاثافی و الدیار البلاقع اس کے اندر ثلث اپنے معدود کی طرف مضاف ہےاور لام کے بغیر مستعمل ہے۔

واما ما جاء فی الحدیث حضور علیہ السلام کا ارشاد بدل پر محمول ہے نہ کہ اضافت پر یعنی الدینار یہ الالف سے بدل ہے نہ کہ مضاف الیہ سے۔

قال الماتن والاضافة اللفظیه ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید اور حسن الوجہ ۔

قال الماتن ولا تفید الا تخفیفا صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت

لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے۔

لکونھا فی تقدیر: سے اضافت لفظیہ کے تعریف اور تخصیص کا فائدہ اس لئے نہیں دیتی کہ یہ تقدیر انفصال میں ہوتی ہے کیونکہ اضافت لفظیہ میں مضاف اور مضاف الیہ اضافت سے پہلے عامل اور معمول ہوتے ہیں اور عامل معمول میں انفصال ہوتا ہے گویا کہ اضافت ہے ہی نہیں۔

لا من المعنی: احتراز ہے تخفیف فی المعنی سے۔تخفیف فی المعنی کی صورت یہ ہے کہ لفظ سے بعض حروف کے سقوط کے مقابلے میں بعض معانی بھی ساقط ہو جائیں لیکن اضافت لفظیہ

تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے معنی جس طرح اضافت سے پہلے تھا اسی طرح اضافت کے بعد ہوتا ہے۔

قال الشارح والتخفیف للفظی تخفیف فی اللفظ کی صور ثلاثہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تخفیف فی الفظ کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) تخفیف فقط مضاف میں ہو (۲) تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو (۳) تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو۔

تخفیف فقط مضاف: میں ہو اسکی دوصورتیں ہیں۔(۱) مضاف مفرد ہوگا یا (۲) یا تثنیہ اور جمع ہوگا۔اگر مضاف مفرد ہو تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں یا مضاف سے تنوین حقیقتاً حذف ہو جائے گی یا حکماً حذف ہو جائے گی۔اوّل کی مثال جیسے ضارب زید جس کی اصل ضارب زیداً ہے اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین حذف ہوگئی اور ثانی کی مثال جیسے حواج بیت اللہ۔اس میں حواج عدم انصراف کی وجہ سے تنوین قبل الاضافت ساقط ہوگئی تھی۔ اضافت کی وجہ سے اگرچہ تنوین حقیقتاً ساقط نہیں ہوگی لیکن حکماً ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر تنوین ہوتی تو اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی۔(۲) اور اگر مضاف تثنیہ یا جمع ہو تو پھر حذف نون

تثنیہ اور نون جمع کے حذف کے ذریعے سے تخفیف حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید یہ اصل تھا ضاربان زید کہ اضافت کی وجہ سے تنوین حذف ہوگئی اور ضاربو زید اصل میں تھا ضاربون زیداً اضافت کی وجہ سے نون جمع حذف ہوگیا۔

تخفیف فقط مضاف الیہ: میں ہو اس کی صورت یہ ہے کہ مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت میں مستتر مان لیا جائے جیسے القائم الغلام یہ اصل میں تھا القائم غلامہ غلام سے ضمیر کو حذف کر کے اس کو القائم کے اندر مستتر مان لیا۔

مضاف اور مضاف الیہ میں دونوں میں تخفیف ہو: اس کی مثال زید قائم الغلام یہ اصل میں تھا زید قائم غلامہ، مضاف سے حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی اور مضاف الیہ میں ضمیر کو حذف کر کے اس کو قائم کے اندر مستتر مان لینے سے۔

قال الماتن و من ثم جاز ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ چونکہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اسی وجہ سے مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب جائز ہے اور مررت بزید حسن الوجہ یہ ترکیب جائز نہیں ہے اور الضاربا زید اور الضاربو زید یہ دو ترکیبیں جائز ہیں اور الضارب زید ممتنع ہے۔

قال الشارح فمن جهة انها چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اسی وجہ سے مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب جائز ہے۔اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی رجل نکرہ ہے اور صفت یعنی الحسن الوجہ بھی نکرہ ہے لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت پائی گئی۔اور مررت بزیدٍ حسن الوجہ یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے اس میں موصورف یعنی زید معرفہ ہے اور صفت یعنی حسن الوجہ نکرہ ہے لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت نہ پائی گئی اسی وجہ سے یہ ترکیب ممتنع ہے۔

اگر اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ دیتی تو مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب ممتنع ہوتی اس لئے کہ اسوقت معرفۃ کا نکرہ کی صفت بننا لازم آتا ہے اور مررت بزید حسن الوجہ کی ترکیب جائز ہوتی۔

قال الشارح والمراد عن امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امور ثلاثہ میں سے ہر ایک کو اس استلزام یعنی اوّل کے جواز اور ثانی کے امتناع میں دخل ہو بلکہ یہ ممکن ہے یہ استلزام بعض کے اعتبار سے ہو للاکثر حکم الکل۔ تو اس اعتبار سے امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانا جائز ہے۔

لحصول التخفیف الضار با زید اور الضاربو زید ان دونوں کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ حذف نون کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی۔

لعدم التخفیف : الضارب زیدٍ یہ ترکیب اس لئے ممتنع ہے کہ اس میں تخفیف بالکل حاصل نہیں ہوئی کیونکہ ضارب نے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ تو اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے حاصل نہیں ہوا۔

قال الشارح ولا شک مصنفؒ نے تفریع ثانی کو اس لئے موخر کیا کہ اس کے لواحق کثیر ہیں

قال الماتن خلافا للفراء : سے صاحب کافیہؒ کی غرض فراء کے اختلاف کو بیان کرنا ہے کہ فراء الضارب زید کی ترکیب کو جائز قرار دیتا ہے۔

فانہ یجوز : سے مولانا جامیؒ نے اس اختلاف کی وضاحت کردی کہ فراء نحوی الضارب زید کی ترکیب کو جائز رکھتا ہے جس کے جواز پر چار دلیلیں قائم کی ہیں۔

اما لانہ : سے دلیل اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فراء نحوی کو یہ توھم ہوا کہ الضارب زید میں لام تعریف۔ کا دخول اضافت کے بعد ہوا تو پس اضافت کے سبب حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی پھر اس کو معرّف باللام بنادیا گیا۔

واجاب: مصنفؒ نے کافیہ کی اپنی شرح میں اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فراء کا یہ کہنا کہ الضارب زید میں لام کا دخول اضافت سے موخر ہے یہ محض ادعا ہے جو کہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لام بظاہر اضافت سے پہلے ہے۔

واما لما وقع: دوسری دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء نحوی نے الضارب زید کے جواز پر اعشی کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ع۔ الواهب الماة الهجان و عبدها ۔کہ اس کے اندر ھا ضمیر مجرور ہے اور معطوف ہے الماة پر تو پس باعتبار عطف کے معنی یہ ہوگا الواهب عبدها پس یہ الضارب زید کے باب سے ہے پس جس طرح الواهب عبدها جائز ہے تو الضارب زید بھی جائز ہوگا۔

قال الماتن وضعف سے مصنفؒ نے جواب دیا یعنی ان هذا سے مولانا جامیؒ اس جواب کی وضاحت کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول فصاحت کے اندر اس قدر قوت نہیں رکھتا کہ اس سے استدلال کیا جاسکے اس لئے کہ الواهب عبدها میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہورہا کیونکہ اس میں تنوین کا سقوط الف لام کیوجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے یہ عدم جواز کی دلیل ہے الضارب زید پر۔

قال الشارح ولا يخفى ان ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض جواب کی تقریر مذکور پر اعتراض کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اندر مصادرت علی المطلوب کی آمیزش ہے اس لئے کہ مطلوب یعنی الضارب زید امتناع کا اثبات موقوف ہے دلیل خصم یعنی الواهب عبدها کے ابطال پر اور دلیل خصم کا ابطال موقوف ہے اثبات مطلوب پر۔

اللهم سے مولانا جامیؒ جواب کی دوسری تقریر بیان کرتے ہیں اور یہ تقریر مبنی ہے اس بات پر کہ ضعف کا فاعل استدلال ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء کا یہ استدلال ضعیف ہے مولانا جامیؒ نے اس ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ استدلال قوی تب ہوتا کہ جب عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی پائی جاتی حالانکہ عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے نصب کا احتمال بھی ہے جس طرح کہ اس کا جر کا احتمال ہے۔

اس کے نصب کی دو وجہیں ہیں۔(۱) منصوب ہے اس بناء پر کہ المأة کے محل پر محمول ہے اس لئے کہ الملئة محلا منصوب ہے اس اعتبار سے کہ الواھب کے مفعول بہ ہونے کی بنا پر۔
(۲) منصوب ہے اس بناء پر کہ الواھب کا مفعول معہ ہے۔

ولانه: سے ضعف کی وجہ ثانی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز معطوف کے اندر جائز ہوتی ہے اور وہ معطوف علیہ کے اندر جائز نہیں ہوتی جیسے ربَّ شاۃٍ و سخلتھا اس میں ربَّ بذریعہ عطف سخلتھا معرفة پر داخل ہے جو کہ جائز ہے۔ اور عطف کے بغیر ربَّ کو سخلتھا پر داخل کرنا ناجائز ہے یہاں بھی ہوسکتا ہے کہ بذریعہ عطف الواھب عبد ھا جائز ہے اور عطف کے بغیر الواھب عبدھا جائز نہ ہو۔

قال الشارح والبيت بتمامه پورا شعر اسطرح ہے:

الواهب المائة الهجان و عبدها عوذا يزجى خلفه اطفالها

قال الشارح اى ممدوحه ۔ الواھب خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ممدوحہ ہے پس یہ مبتدا محذوف پر اعتماد کیے ہوئے ہے۔

قال الماتن يستوى فيه الھجان کے اندر مفرد اور جمع برابر ہیں اور یہاں ملحوظ بلحاظ جمع ہے جب یہ ملحوظ بلحاظ جمع تو البیض کے ساتھ اس کی تفسیر کرنی بھی صحیح ہے اور جمع بتاویل جماعت ہوتی ہے اور جماعت مؤنث ہے۔ لہذا اس کو المائة کی صفت بنانا بھی درست ہے۔

الهجان صفة: سے مولانا جامیؒ کی غرض الھجان کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ جس کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) یا یہ المائۃ کی صفت ہے (۲) یا بدل ہے المائة سے (۳) یا یہ الثلاثة الاثواب کے قبیل سے ہے یعنی اسم عدد کی اضافت ہے اس کے معدود کی طرف جیسا

کہ نحاۃ کوفیین کا مذھب ہے۔

قال الشارح ای راعیھا یہاں عبد سے مراد مجاز أراعی ہے جن کے درمیان علاقہ یہ ہے کہ جس طرح غلام ہر وقت آقا کی خدمت کے لئے مستعد رہتا ہے اسی طرح راعی بھی ہر وقت مویشیوں کی خدمت کیلئے مستعد رہتا ہے۔

جواب ثانی : یہاں عبد اپنے حقیقی معنی میں ہے باقی رہا یہ سوال کہ عبد کی اضافت المائۃ ی طرف کرنی صحیح نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبد کی نسبت المائۃ کی طرف ہے ادنیٰ ملابست کی وجہ سے وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ غلام کو آقا نے خریدا مویشیوں کی خدمت کے لئے گویا کہ یہ مویشیوں کا غلام ہے۔ عوذاً یہ جمع ہے عائذ کی بمعنی نوزائیدہ بچیوں والی

حال من : سے ترکیب کا بیان کہ یہ ترکیب المائۃ سے حال ہے۔ یزجی باب تفعیل سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ اور یہ یسوق کے معنی میں ہے جس کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو کہ عبد کی طرف راجع ہے اور اطفالھا منصوب ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول بہ ہے یا یہ باب تفعیل کے مضارع مجہول سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور اطفالھا مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

قال الشارح و حقیقت الامر قصیدۃ کے حرف روی ترک سے لام کلمہ کی حرکت کو دیکھا جائے گا اگر اس پر رفع ہو تو یہ واحد مؤنث مجہول کا صیغہ ہوگا۔ اور اگر نصب ہے تو واحد مذکر معلوم کا صیغہ ہوگا۔

اما لانہ : سے فراء کی دلیل ثالث اور دلیل رابع کا بیان ہے

دلیل ثالث : یہ ہے کہ فراء صاحب الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضارب رجل پر علت مشترکہ یہ ہے کہ ان دونوں کے اندر اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اور الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے لہذا یہ بھی جائز ہوگا۔

دلیل رابع: یہ ہے کہ فراءؔ نحوی الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضاربك پر ان دونوں کے درمیان علت مشترکہ یہ ہے کہ ان میں اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ الضاربك میں تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور الضاربك یہ جائز ہے لہٰذا الضارب زید بھی جائز ہوگا۔ فا جاب سے مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہؒ کی بعد والی عبارت انما جاز سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں سے مصنفؒ فراءؔ کی دلیل ثالث کا جواب دیا ہے۔ یعنی اسے مولانا جامیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کی صحت کے لئے ضروری ہے مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہو اور یہاں مقیس علیہ یعنی الضارب الرجل خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ یہ جائز نہ ہوتا کما مرّ کے تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔

وھو: سے اس وجہ مختار کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ وجہ مختار الحسن الوجہ میں الوجہ کا اضافت کی وجہ سے مجرور ہونا ہے۔

وفیہ وجھان: سے الحسن الوجہ کی دوسری دو وجہوں کا بیان ہے جو غیر مختار ہیں

۔

(۱) اس کا رفع فاعلیت کی بناء پر (۲) اس کا نصب اس کو مفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر۔

ووجہ الحمل: سے الضارب الرجل کو الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الضارب الرجل کو الحسن الوجہ کی وجوہ میں سے وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل کہ یہ دونوں ترکیبیں دو امر میں مشارک ہیں۔ (۱) دونوں کے اندر مضاف صیغہ صفت کا ہے جو معرّف باللام ہے۔ (۲) دونوں کے اندر مضاف الیہ اسم جنس ہے اور معرف باللام ہے اور یہ اشتراک الضارب الرجل کو الحسن الوجہ کے اندر نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا الضارب زید الحسن الوجہ پر قیاس کرنا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

قال الماتن والضاربک ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض فراء کی دلیل رابع کا جواب دینا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّلاً تو جمہور نحاۃ اس میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس میں لام بمعنی الذی اسم موصول ہے اور الضارب بمعنی الذی ضرب ہے اور کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اور ضارب کی تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے تو ان لوگوں کے مذھب کے مطابق الضاربك کو جواز کسی پر حمل کا محتاج نہیں ہے جب الضاربك میں اضافت ہی نہیں تو فراء کا الضارب زید کو الضاربک پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوا۔

یعنی انما جاز : سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ الضاربك یہ معطوف ہے الضارب الرجل پر

وبیانہ : سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : حمل کے لئے محمول علیہ اور محمول کے اندر مناسبت ہونی چاہئے اور یہاں پر مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ الضاربك معرف باللام ہے اور ضاربك مجرّد عن اللام ہے۔

جواب : یہاں ایک اور طریقے سے مناسبت پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نحاۃ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ اسم فاعل اور اسم مفعول مجرد عن اللام کو ان کے مفعول ضمیر متصل کے ساتھ ملاتے ہیں تو مفعول کی طرف انکی اضافت کا التزام کر لیتے ہیں اور اس بات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ تخفیف حاصل ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے تو اس قاعدہ کے مطابق جب ضاربك کو اس کے مفعول پر ضمیر متصل کے ساتھ ملایا تو ضاربك کو اس کی طرف مضاف کر کے ضافت کے ساتھ کہا اگر چہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی نہ جانب مضاف میں اور نہ جانب مضاف الیہ میں بلکہ جانب مضاف کی تخفیف حاصل ہوئی ہے اتصال ضمیر کی وجہ سے تو جب انہوں نے ضاربک میں باوجود التزام اضافت کے تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور حصول تخفیف کے بغیر اس کو جائز قرار دیا تو انہوں نے الضاربك میں بھی تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور اس کو محمول کر دیا ضاربك پر اس

لئے کہ یہ دنوں باب واحد ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو مضاف ہے ضمیر متصل کی طرف اور جس کی تنوین محذوف ہوئی ہے اضافت سے پہلے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

ولم یحملوا الضارب الضارب زید کو ضاربک پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں باب واحد سے نہیں ہے کیونکہ ضاربک میں مضاف الیہ ضمیر متصل ہے اور الضارب زید میں مضاف الیہ اسم ظاہر ہے۔

قال الشارح والدلیل اگر ضاربك میں تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوتی تھی تو مناسب یہ تھا کہ حصول تنوین اور وجود تنوین کا ایسے طریقے سے تصور کیا جاتا ہے ضمیر منفصل ہوتی اور منصوب ہوتی مفعولیت کی بناء پر اور اس کو ضارب کہا جاتا۔ پھر ضارب کو ضمیر مفعول کی طرف مضاف کیا جاتا اور تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی اور ضاربک کہا جاتا جس طرح کہ ضارب زیداً کا اوّلاً ضارب زیداً تصور کیا جاتا ہے ضارب کی تنوین اور زیداً کے نصب علی المفعولیت کے ساتھ پھر ضارب کو مضاف کیا جاتا ہے اور تنوین ساقط ہو جاتی ہے اضافت کی وجہ سے حالانکہ ضاربك میں ضاربك تنوین کے ساتھ متصور نہیں ہوتا پس اسے معلوم ہوا کہ ضارب کی تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے بلکہ اتصال ضمیر کی وجہ سے ساقط ہوئی

ہے۔

قال الشارح ولقائل دلیل مذکور پر اعتراض۔ کہ ہوسکتا ہے کہ ضاربک کی اصل ضارب ایاک ہو تنوین کی وجہ سے فصل کے ساتھ پھر جب ضارب کو مضاف کیا ضمیر کی طرف تو تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگئی اور ضمیر منفصل متصل سے بدل گئی۔ تو ضابک ہوگیا اس میں اعلی درجے کی تخفیف حاصل ہوگی کیونکہ مضاف کے اندر بھی تخفیف حاصل ہوئی اور مضاف الیہ کے اندر بھی۔ مضاف میں اس لئے کہ تنوین حذف ہوگئی اور مضاف الیہ میں اس لئے کہ ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ضمیر متصل بہ نسبت منفصل کے مختصر ہوتی ہے۔ پھر الضاربك کو محمول کیا

اس پر کیونکہ یہ دونوں باب واحد سے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو ضمیر متصل کیطرف مضاف ہے اس حمل کے لئے اس بات کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں تنوین اضافت سے پہلے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

قال الشارح و اعلم انا ماتن کے قول ضعف الواهب المائة الهجان و عبد ها اور ماتن کا قول الضارب الرجل اور الضاربك ان اقوال کی ایک تقریر گذر چکی ہے کہ ان سے مقصود فرا کے استدلال کا جواب دینا ہے۔ ان کی ایک اور تقریر بھی ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان اقوال میں سے ہر ایک قول سے ایک مستقل مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو الضارب زید کے امتناع کے حکم کے مناسب ہو یعنی وہ الضارب زید کے امتناع پر دلالت کرے پہلے قول ضعف الخ سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ مجرّد عن اللام کا عطف ایسے معرف باللام پر ضعیف ہے کہ جس کی طرف ایسا صیغہ صفت کا مضاف ہو جو معرف باللام ہو اس لئے کہ عطف کے ذریعے یہ الضارب زید کی مثل ہو جائے گا۔

قال الشارح انما لم یحکم

سوال : الضارب زیدٍ ممتنع ہے لہٰذا المائة الهجان و عبد ها یہ بھی ممتنع ہونا چاہئے تھا اب اس کو ضعیف کیوں قرار دیا؟

جواب : بعض دفعہ معطوف میں وہ جائز ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی اس گنجائش کی وجہ سے ضعف کا حکم لگایا امتناع کا حکم نہیں لگایا۔

و حینئذ ۔ سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مصنفؒ کے قول وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها اس کو مستقل مسئلہ قرار دیا جائے تو اس پر مصادرت علی المطلوب کا شائبہ والاوهم وارد نہ ہوگا۔

دوسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کو معرف باللام کی طرف مضاف کرنا الحسن الوجه کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے۔ اگرچہ تخفیف کا

فائدہ حاصل نہ ہو۔

تیسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت ضمیر کی طرف اس صفت پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے جو مجرد عن اللام ہو۔ اور مضاف ہو ضمیر کی طرف اور جیسے ضاربک ہے۔ اگرچہ تخفیف کا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

و یتضمن الرد ۔ ان مسئلوں کے ضمن میں فراء کے استدلال کا رد بھی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جب الضارب الرجل اور الضاربك میں اضافت کا جواز حمل علی الغیر ہے تو ان سے استدلال کرنا یہ استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاج الفقیر کی مانند ہو جائے گا۔

قال الماتن ولا یضاف موصوف الی صفۃ ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ موصوف کو صفت کی طرم مضاف نہیں کیا جا سکتا۔

قال الشارح مع بقاء المعنی ضابطہ مذکورہ کے لئے ایک قید کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف مطلقاً ممتنع نہیں ہے بلکہ اس وقت ممتنع ہے کہ جب وہ معنی اپنے حال پر باقی ہو جو ترکیب وصفی کا مفاد ہے۔

سے مولانا جامیؒ کی غرض موصوف کے صفت کی طرف مضاف نہ ہو سکنے کی علت یہ ہے کہ ترکیب

توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک معنی جدا جدا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کے لئے قائم مقام نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے موصوف کی اضافت صفت کی طرف جائز نہیں ہے۔

قال الماتن ولا صفت الی موصوفھا ۔ سے صاحب کافیہؒ کی ایک ضابطے کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

کہ صفت کی موصوف کی طرف مضاف نہ ہو سکنے کی علت بھی وہی ہے جو موصوف کی صفت کی طرف نہ ہو سکنے کی علت ہے۔

فلا يقال : سے مولانا جامیؒ کی غرض دونوں ضابطوں پر تفریع کو بیان کرنا ہے موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر کے مسجد الجامع بمعنی المسجد الجامع نہیں کہا جاتا اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف کر کے جرد قطیفۃٍ بمعنی قطیفۃ جرد نہیں کہا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ ترکیب اضافی سے ترکیب توصیفی کا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا اس لئے کہ ترکیب توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک کا معنی جدا جدا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

خلافا للكوفيه: سے نحاۃ کوفہ کے اختلاف کو بیان کرنا ہے یعنی ان کے نزدیک ترکیب اضافی سے معنی وصفی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

قال الشارح و مثل مسجد الجامع ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

فان فيكم : سے سوال کی تقریر کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان تراکیب میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ الجامع یہ المسجد کی صفت ہے اور اولیٰ صلوٰۃ کی صفت ہے اور حمقاء یہ بقلۃ کی صفت ہے اور ان مثالوں کے اندر ان کے موصوف مضاف ہیں ان کی طرف متاول سے صاحب کافیہؒ نے اس کا جواب دیا۔

قال الشارح فمسجد الجامع ۔ سے جواب کی تقریر کر رہے ہیں جس کا مسجد الجامع یہ مسجد وقت الجامع کی تاویل میں ہے اور اس میں دو معنوں کا احتمال ہے۔

معنی اول: الوقت نظم کلام میں مقدر ہے اور مسجد اس الوقت کی طرف مضاف ہے اور الجامع اس کی صفت ہے اس صورت میں دو وجہوں سے اعتراض رفع ہو گیا۔

(۱) الجامع یہ مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ الوقت کی صفت ہے۔

(۲) یہ الجامع مضاف الیہ یعنی مسجد کی صفت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو الوقت کی صفت ہے۔

(۳) معنی الوقت محذوف ہے اور الجامع اس کے قائم مقام ہے اور اس پر مشتمل ہے، اسوقت

الجامع جو کہ موصوف محذوف کے قائم مقام ہے اور یہ صفات غالبہ یعنی صفات مجازیہ میں سے ہے جیسے والقرآن الحکیم۔ اس میں الحکیم کو القرآن کی صفت بنا دیا گیا ہے حالانکہ یہ حقیقت میں القرآن کی صفت نہیں ہے بلکہ صاحب قرآن کی صفت ہے اسی طرح یہاں پر حقیقتاً الجامع کا موصوف الوقت ہے لیکن مجازاً مسجد کو اس کا موصوف بنا دیا گیا اور اس کو مسجد کی صفت بنا دیا گیا

قال الشارح لکن هذا اللهم کہ یہاں دو مکان ہیں۔ (۱) جزء (۲) کل۔ کل وہ مکان جس کی طرف جانب مضاف ہے وہ جزء ہے اور جانب کی اضافت مکان کی طرف اضافت بیانیہ ہے یعنی الجانب الذی هو المکان اور جس مکان کے اعتبار سے یہ مکان جزء ہے اور جانب ہے وہ مکان کل ہے اب جانب الغربی کی تاویل مکان کے ساتھ درست ہو جائے گی۔

قال الماتن مثل جرد وظیفة ۔صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

فان اسلهما : سے سوال کی تقریر کو بیان کرنا ہے۔

سوال : جرد قطیفۃ اس کی اصل قطیفة جرد ہے اور اخلاق ثیاب کی اصل ثیاب اخلاق صفت کو موصوف پر مقدم کر کے موصوف کی طرف مضاف کر دیا۔

جواب : بانهم سے جواب کی تقریر۔ کہ اگر چہ موصوف ذات پر دلالت کرتی ہے اور صفت ذات مبہم مع الوصف پر دلالت کرتی ہے لیکن کبھی صفت کو ذات کے درجے میں مطلق ذکر کر دیتے ہیں تو یہاں پر بھی عربیوں کے قول قطیفة جرد سے قطیفة کو حذف کر دیا تو یہ جرد بمنزل اسم

غیر صفت یعنی ذات کے ہو گیا اور اس میں ابہام پیدا ہو گیا کہ وہ جرد کیا چیز ہے قطیفة ہے یا کوئی چیز کیونکہ اس میں قطیفہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر قطیفہ ہونے کی صلاحبت بھی ہے جیسا کہ خاتم میں ابہام ہے فضۃ سے بنی ہوئی ہے یا کسی اور چیز سے کیونکہ فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے پھر جب انہوں ے ابہام کو رفع کرنے

کے لئے جرد کی تخصیص کا ارادہ کیا تو اس کو مضاف کر دیا اس کی جنس کی طرف کہ جس کی وجہ سے اس میں تخصیص آ جائے جس طرح خاتم میں ابہام کو رفع کرنے کے لئے اس کو فضة کی طرف مضاف کر دیا تا کہ اس میں تخصیص آ جائے۔ پس جرد کی اضافت قطیفة کی طرف اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس مبہم ہے اس کو قطیفة کی طرف مضاف اس لئے کیا تا کہ ابہام رفع ہو جائے۔

قال الماتن ولا یضاف اسم مماثل ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مماثل اور مشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنی جائز نہیں ہے جیسے لیث اور اسد، حبس اور منع

قال الشارح سواء کانا مترادفین یہاں مماثل تعیم ہے خواہ دونوں مترادف ہوں یا مترادف نہ ہوں بلکہ مساوی فی الصدق ہوں۔ دونوں مترادف ہوں اس کی مثال جیسے لیث اور اسد، حبس اور منع،

لعدم الفائدۃ اضافت کے عدم جواز کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف اس لئے جائز نہیں کہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً جب کہا رائیت لیث اسد تو اس سے وہی فائدہ حاصل ہو رہا ہے جو لیث کو اسد کی طرف مضاف کیے بغیر رائیت لیثا کہنے سے حاصل ہوا ہے تو یہ اضافت لغوی ہوتی۔

قال الماتن بخلاف کل الدراهم سے صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف کرنی جائز ہے اس لئے کہ یہ اضافت مفید ہے جس سے مضاف میں تخصیص پیدا ہو جائے گی جیسے کل الدارهم اور عین الشئی کل اضافت سے پہلے تمام تھا دارهم زمانیں سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی دارهم کی طرف تو اس میں تخصیص آ گئی اور یہ دارهم کے ساتھ خاص ہو گیا اور اسی طرح عین الشئی میں عین اضافت سے پہلے

عام تھا جو موجود اور معدوم سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی شیئ کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آگئی اور موجود کے ساتھ خاص ہو گیا۔

اضافة العام الى الخاص : کل الدراھم اور عین الشیئی سے مراد اضافۃ العام الی الخاص ہے اور کل الدراھم اور عین الشیء یہ اس کی مثالیں ہیں۔

ای المضاف فیھما : سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مضاف ہے۔

ای یصیر : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں تخصص لازمی ہے متعدّی نہیں ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت کرنے سے مضاف خاص ہو جائے گا۔

قال الشارح ولا یبقیٰ علیٰ مطلب یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت سے وہ بھی خاص ہو جائے گا اور اس کا عموم باقی نہ رہے گا خواہ تعریف کا فائدہ دے یا تخصیص کا فائدہ دے۔

و اعمیة العین : عین الشیئی میں شیئی پر جو الف لام داخل ہے۔ اگر یہ الف لام عہد کا ہو تو پھر عین الشیئی میں عین کا شیئی سے عام ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اس وقت شیئ سے مراد شیئ معہود فی الخارج ہو گی اور اگر الف لام جنس کا ہو تو پھر عین کا شیئی سے عام ہونے میں خفاء ہے

قال الماتن وقولھم سعید کرز صاحب کافیہؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : سعید اور کرز ذات واحد کے علم ہیں لیث اور اسد کی طرح تو یہ عموم وخصوص میں مماثل اور مشابہ ہوئے لہذا ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں ہونی چاہئے حالانکہ سعید کی کرز کی طرف اضافت ہے۔

متاول : صاحب کافیہؒ نے جواب دیا کہ یہ متاول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں سے

ایک محمول ہے مدلول پر اور دوسرا محمول ہے نفس لفظ پر۔ سوال تو اس کے برعکس یعنی کرز سعید کہنا بھی جائز ہونا چاہئے؟

جواب ایسی اضافت سے مقصود توضیح ہوتی ہے اور لقب عام طور پر علم سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی وجہ سے لقب کو علم کی طرف مضاف کر کے کرز سعید نہ کہا جائے۔

بحث الاضافت الی یاء المتکلم

قال الماتن و اذا اضیف الاسم الصحیح ۔

اسم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں صاحب کافیہ ان تغیرات کے بارے ضوابط بیان کر رہے ہیں۔ اور اس عبارت میں ضابطہ اولیٰ کا بیان ہے۔

ضابطہ اولی: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاء متکلم کی مضاف کیا جائے تو اس کے آخر کو یاء کی مناسبت کی وجہ کسرہ دی جاتی ہے۔ اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱) سکون (۲) فتحہ۔

وھو شینی: سے صحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحویوں کے عرف میں صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت کا نہ ہو جیسے زید۔

وھو ما فی اٰخرہ : سے ملحق بالصحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ملحق بالصحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے **دلو ، ظبی**۔

قال الشارح و انما کان کہ ملحق بالصحیح کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

لان حرف العلة: سے وجہ اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

ولانه: سے وجہ ثانی کا بیان ہے کہ وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکون کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء واقع ہو۔ وجہ تشبیہ استراحت لسانی کے بعد واقع ہونا ہے اور وہ حرف علت جو سکون کے بعد یعنی ابتداء میں واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح وہ حرف بھی جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

للتناسب مثل: کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں کسرۃ دینا یہ یاء کی مناسبت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اسم صحیح کی مثال جیسے ثوبی اور داری اور ملحق بالصحیح کی مثال جیسے دلوی اور ظبیی۔

وقد اختلف: سے اختلاف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا متکلم مضاف الیہ کو مفتوح اور ساکن پڑھنے کے جواز میں سب اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یاء میں فتحہ اصلی ہے یا سکون اصلی ہے۔ بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ سکون اصلی ہے اور بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے اس لئے کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہوتی ہے تا کہ ابتداء بالسکون لازم آئے نہ حقیقتا اور نہ حکما حقیقتا اس وقت لازم آئے گی جب وہ شروع میں ہو اور حکما تب لازم آئے گی جب وہ شروع کلام میں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مستقل کلمہ ہے اور اگر اس کو ساکن پڑھا جائے تو یہ ابتداء بالسکون حکمی ہو جائے گا۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہے پھر وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرکت پر ہو اس میں اصل فتحہ ہے اسی وجہ سے یاء پر فتحہ اصل ہوا۔

قال الماتن فان کان آخرہ ۔ضابطہ ثانیہ کا بیان ہے۔

ضابطہ ثانیہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کے آخر میں الف ہو تو اس الف کو ثابت رکھا جائے گا خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غلامای وہ الف غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصای اور

رحای ۔ البتہ قبیلہ ھذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں چنانچہ وہ **عصای** اور رحای میں **عصی** اور **رحیَ** کہتے ہیں۔

لعدم: سے الف کو ثابت رکھنے کی علت یہ ہے کہ الف کو ثابت اس لئے رکھا جائے گا کہ انقلاب کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا یعنی نہ تو اس سے پہلے ضمہ ہے جو اس کے واو سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔ اور نہ اس سے پہلے کسرۃ ہے جو اس کو یاء سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔

لمشاکلۃ یاء: سے غیر تثنیہ کے الف کو یاء کے ساتھ بدلنے کی علت یہ ہے کہ غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدلنا یہ یاء متکلم کی مشاکلت کی وجہ سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور **عصای** اور **رحای** میں یاء کا ماقبل مکسور نہیں ہے لہذا **عصای** اور **رحای** میں مشاکلت مفقود ہے اسی وجہ سے ضروری ہوا کہ الف کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کو کسرۃ دیا جائے تا کہ مشاکلت پیدا ہو جائے لیکن الف تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے اس لئے کہ اگر الف تثنیہ کو یاء سے بدل دیا جائے تو حالت رفع کا حالت نصب اور جر کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً **غلامای**۔

قال الماتن وان کان آخر الاسم ۔ ضابطہ ثالثہ کا بیان

ضابطہ ثالثہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

لاجتماع المثلین: یاء کو یاء متکلم میں ادغام کرنے کی علت یہ ہے کہ وہ دو کلمے جو بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہوں اگر ان میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے سے ادغام کر دیا جاتا اور مضاف الیہ بھی بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہیں لہذا جب ان میں دو یاء جمع ہو جائیں گی تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا جیسے **مسلمین** جمع اور مسلمین تثنیہ جب کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر دیا جائے تو نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو

جائے گا تو دو یاء جمع ہو جائینگی۔ لہذا ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا۔ تو جمع کی حالت میں مسلمیّ اور تثنیہ کی حالت میں مسلمیّ ہو جائے گا۔

قال الشارح وان کان آخرہ ۔ضابطہ رابعہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا پھر یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

لاشتمال الواو: سے واو کو یاء سے تبدیل کرنے کی علت یہ ہے کہ قاعدہ ہے جب واو اور یاء جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا ساکن ہو تو واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہے۔ کہ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور یاء کے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا۔

لانھا لما: یاء کے ماقبل کو کسرۃ دینے کی علت یہ ہے کہ جب واو یاء ساکنہ کے ساتھ تبدیل ہوگئی اس کے ماقبل کا ضمہؔ یہ اس یاء کے واو سے بدلنے کا مقتضی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جب یاء ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو یاء واو سے بدل جاتی ہے پس اس چیز کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا جس سے اعراض کیا گیا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ یاء ماقبل کو ایسی حرکت دی جائے جو یاء کے مناسب ہو۔ وہ حرکت کسرۃ ہے اس لئے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا ہاں اگر اس سے پہلے فتحہ ہو تو اس کو مفتوح باقی رکھا جائے۔ جیسے مسلمین جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو مسلمیَّ کہا جائے گا جیسے مصطفون جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو اس کو مصطفی کہا جائے گا۔

قال الشارح ای لـلـزوم التقاء الساکنین مذکورہ تین صورتوں میں یاء کو فتحہ دینے کی علت یہ ہے کہ اگر اس کو حرکت نہ دیجائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا اس لئے قانون کے مطابق اختیار کیا فتحہ یہ تمام حرکات میں سے خفیف ہے۔

قال الماتن و اما الاسماء ۔ضابطہ خامسہ کا بیان ہے۔

ضابطہ خامسہ: صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسماء ستہ میں سے اخ اور اب کو جب یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو اخی اور ابی کہیں گے یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹائے بغیر کہا جائے۔

قال الماتن و اجاز المبرد ۔مبرّد نحوی نے اخ اور اب میں اخی اور ابی کو جائز رکھا یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹا کر اس کو ی سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا۔

و تمسک: کہ اس نے استدلال کیا شاعر کے قول پر و ابی مالك ذو المجاز بدار ۔اسکے اندر اب کے واو محذوف کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیا ہے۔اس لئے کہ اس نے اس کو تشدید یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

و حمل الاخ: و اجاب عن مصنفؒ نے اپنی شرح کے اندر فرآء کے اس استدلال کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قیاس کے بھی خلاف ہے اور استعمال کے خلاف ہے قیاس کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اضافت کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا اور استعمال کے خلاف اس لئے فصحاء کی کلام میں اضات الی یاء المتکلم کے وقت حرف محذوف واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کرنا مسموع نہیں ہے۔نیز یہ احتمال بھی ہے کہ اس شعر کے اندر ابی جمع ہو اب کی اصل میں ابین تھا جب یاء متکلم کی طرف کیا مضاف تو نون بوجہ اضافت گر گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو ابی ہو گیا۔وقد جاء سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ اب کی جمع ابین آتی ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔

شعر:

فلمّا تبيّن اصواتنا بكين و فدّ يننا با لابينا

اس کے اندر ابین یہ جمع ہے اب کی۔ای لما سمعن سے شاعر کے قول کے حاصل معنی کا بیان

ہے کہ جب انہوں نے ہماری آوازوں کوسنا اور ہماری آوازوں کو جان لیا تو وہ رو پڑیں اور ہمارے حق میں کہنے لگیں ہمارے باپ تم پر فداء ہوں۔

قال الماتن و تقول حمی و هنی ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ حم اور هن کی یاء متکلم کی طرف اضافت کے وقت لام کولوٹائے بغیر حمی اور هنی کہے۔

لا متناع اضافه : کہ حم کا معنی ہوتا ہے دیور اور حم بمعنی دیور کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے۔اسی وجہ سے یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ نہیں بن سکا۔

و انما فصلها مصنفؒ نے حمی اور هنی کو اخی اور ابی سے علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ حمی اور هنی میں جمہور کے ساتھ مبرّد کا اختلاف مشہور نہیں ہے اگر چہ بعض حضرات چاروں اسماء میں اختلاف کو ذکر کیا لیکن وہ غیر مشہور ہے۔

قال الشارح و یقال هنی فی الاکثر ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب فم کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اکثر استعمال میں عین کلمہ یعنی واو محذوفہ کو واپس لوٹا کر اس یاء سے مل کر یاء کا یاء میں ادغام کردیں گے اور فـــــی کہیں گے اور بعض استعمال میں میم کو باقی رکھا جاتا ہے جو کہ عدم اضافت کے وقت واو کے عوض میں لائی گئی تھی اور فمی کہا جاتا ہے۔فم میں فی اسوقت کہا جائے گا جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔متن میں اکثر سے مراد اکثر مذاھب نہیں ہیں بلکہ اکثر سے مراد موارد استعمال ہیں۔

قال الماتن و اذاقطعت قیل اخ ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو کے علاوہ باقی پانچ مقطوع عن الاضافت ہوں تو ان میں اخ، حم اور اب اور حص فم کہا جائے گا یعنی اعراب بالحرکت جاری ہوگا۔جیسے هذا اخ و رائیت اخا و مرت باخ ،

فم : میں تین لغتیں ہیں (۱) بفتح الفاء (۲) بضم الفاء (۳) بکسر الفاء لیکن ضمۃ اور کسرۃ سے فاء کا فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

هذه الاسماء : سے قطعت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

عن الاضافت : سے قطعت کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

جاء حم : حم میں لغت مذکورہ کے علاوہ چند اور لغتیں ہیں۔

(۱) ید کی مثل ہو یعنی لام کلمہ نسیاً منسیا کے درجے میں محذوف ہے اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حم و رائیت حما و مررت بحم اور حالت اضافت میں جائك حمك و رئیت حمك و مررت بحمك کہا جائے گا۔

(۲) خمأ یعنی لام کلمہ جو کہ واو ہے اس کو ہمزۃ سے تبدیل کر دیا جائے پس اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمأ و رائیت حمأ و مررت بحمءٍ اور حالت اضافت میں ھذا حمئك و رائیت حمئك و مررت بحمئك۔

(۳) یہ دلـو کی مثل ہو یعنی واو کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمو و رائیت حموا و مررت بحمو اور حالت اضافت میں ھذا حموك و رائیت حموك و مررت بحموك۔

(۴) یہ عصا کی مثل ہو یعنی واو کو الف مقصورۃ سے تبدیل کر دیا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حماً و رائیت حمً و رمررت بحماً اور حالت اضافت میں ھذا حماك و رائیت حماك و مررت بحماك۔

ای جـواز حـم: کہ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ حم کا اسماء مذکورہ کی طرح ہونا یہ مطلقاً ہے حالت افراد یا حالت اضافت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ وجوہ اربع حالت افراد میں بھی جاری ہونگی اور حالت اضافت میں بھی جاری ہونگی۔

قال الماتن و جاء هن مثل ید مطلقا ۔

ھن میں لغت مذکورہ کے علاوہ اک اور لغت بھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مطلقاً ید کی مثل ہو یعنی لام کلمہ کو واپس لوٹایا جائے نہ حالت افراد میں اور نہ حالت اضافت میں اس لغت کے مطابق

حالت افراد میں هذا هن و رائیت هنا و مررت بهناً اور حالت اضافت میں هذا هنك و رائیت هنك و مررت بهنك کہا جائے گا۔

قال الماتن وذو لا یضاف ۔ ذو کے بارے میں پہلے ضابطے کا بیان

ضابطه اولی: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا۔

لانہ سے ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی علت۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو تو اس کی وضع کے خلاف لازم آئے گا اور کبھی یہ علیٰ سبیل الشذوذ ضمیر کی طرف مضاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔ انما یعرف ذالفضل من الناس ذو وہ۔ اس میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

قال الشارح ولو قیل مصنفؒ نے ضمیر کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اسماء ستہ میں سے بعض اسماء کے لئے اضافت الیٰ یاء المتکلم کے وقت خاص احکام ہیں جو دوسرے بعض کے لئے نہیں جیسا کہ اخی اور ابی۔ میں مبرد کا واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دینا اسی طرح فیّ کے اندر بھی وہ آپ کو واپس لوٹا کر یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا تو مصنف نے ذو کی مطلقاً ضمیر کی طرف اضافت ہی کی نفی کر دی تا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو

قال الماتن ولا یقطع عن الاضافت ۔ ذو کے لئے ضابطہ ثانیہ کا بیان

ضابطه ثانیه: ذو یہ مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے تا کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنا دے اور یہ بات حاصل ہو سکت ہے جب یہ مضاف ہوا جنس کی طرف لہذا اس کو اضافت لازم ہوئی اسی وجہ سے یہ منقطع عن الاضافت نہیں ہوتا۔

صاحب کافیہؒ مرفوعات، منصوبات، مجرورات سے فارغ ہوکر توابع کی بحث کو بیان کرر ہے ہیں۔اولاً ایک سوال کا جواب ہے۔

وھو جمع تابع توابع یہ جمع ہے تابع کی باقی رہا یہ سوال تابع یہ فاعل وصفی ہےاور فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ یہ وصف ہے حقیقت میں لیکن یہاں یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہوگئی ہےاور فاعل اسمی کی جمع فاعل کے وزن پرآتی ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل آتی ہے۔

والمراد ۔یہاں توابع سے مراد مطلق توابع نہیں ہیں بلکہ توابع سے مراد توابع مرفوعات و منصوبات ومجرورات کے توابع ہیں بقرنیۃ البحث اور اِنَّ اِن میں اِنَّ ثانی اورضرب ضرب میں ضرب ثانی یہ منصوبات مجرورات کے توابع نہیں ہیں لہذا ان پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی جامعیت کے لئے مضر نہیں ہے۔کیونکہ معرّف کے فرد ہی نہیں ہیں۔

قال الشارح ای کل متاخر یہاں ثانی سے مراد متاخر ہےاب یہ تعریف تابع ثانی اور ثالث اور تابع پر صادق آجائے گی۔

ای بجنس اعراب اعراب سابق سے مراد جنس اعراب سابق ہے عین اعراب سابق نہیں ہے۔

قال الشارح بحیث یکون ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : سوال یہ ہے کہ بجنس اعراب سابقہ سے معلوم ہوا کہ تابع کا اعراب جنسی ہوگا اور متبوع کا اعراب اس کا ایک فرد ہوگا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جواب : یہ عبارت قلب پر محمول ہے۔

قال الشارح شخصیۃ یہاں وحدت سے مراد وحدت شخصی ہے وحدت نوعی نہیں ہےاور مبتدآء اور خبر کے درمیان اگر چہ وحدت نوعی ہوتی ہے لیکن وحدت شخصی نہیں ہوتی۔

مثل جاءنی : کہ جب العالم کا زید کے اعتبار سے لحاظ کیا جائے تو یہ اس کے اعتبار کے

لحاظ مرتبہ ثانیہ میں ہے اور اس کا اعراب اس کے اعراب کی جنس سے ہے وہ رفع ہے اور دونوں کے اندر رفع جہت واحدہ شخصیہ سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ جہت واحدۃ شخصیہ زید العالم کی فاعلیت ہے اس لئے کہ وہ مجیت جو متکلم کے قصد میں زید کی طرف منسوب ہے وہ زید کی طرف مع اس کے تابع کے منسوب ہے مطلقاً زید کی طرف منسوب نہیں ہے۔

قال الشارح فقوله و کل ثان ۔ سے فوائد و قیود کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر کل ثان بمنزل جنس کے ہے یہ تمام توابع کو شامل ہے اور مبتدآء کی خبر اور کان وغیرہ کی ضمیر اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب کو شامل ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ثانی ہے جب اس کا اپنے سابق کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو اس کے لحاظ سے یہ مرتبہ ثانیۃ میں ہے۔ اور

باعراب سابقه : یہ بمنزل فصل اوّل کے ہے اس کے ذریعے مبتدآء کی ضمیر اور باب ظنت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی کے علاوہ سب خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ معرب با عراب سابقہ نہیں ہے اور **من جهةٍ واحدةٍ** : یہ بمنزل فصل ثانی کے ہے اس کے ذریعے مبتدآء کی خبر اور باب ظننت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب خارج ہو گئے اس لئے کہ مبتدآء اور خبر دونوں میں اگرچہ عامل ابتدآء ہے یعنی اسناد کے لئے عوامل لفظیہ سے خالی ہونا لیکن یہ معنی اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کا تقاضہ کرتا ہے مبتدآء میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مسند کا تقاضہ کرتا ہے خبر میں عامل ہے تو مبتداء اور خبر دونوں کا ارتفاع جہت وحدۃ سے نہ ہوا۔ باب ظننت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگرچہ باب ظننت کے دونوں مفعولوں میں ظنت عامل ہے لیکن وہ ظنت اس حیثیت سے مظنون فیہ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مظنون کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے لہذا مفعول اوّل اور مفعول ثانی دونوں کا انتصاب جہت واحدۃ سے نہ ہوا۔ اور باب اعطیت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگرچہ باب اعطیت کے مفعول اوّل

اور مفعول ثانی دونوں میں اعطیت عامل ہے لیکن وہ اس حیثیت سے کہ وہ آخذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ ماخوذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے۔ تو پس باب اعطیت کے مفعول اوّل اور ثانی دونوں کا انتصاب جہت واحدہ سے نہ ہوا۔

قال الشارح للاسناد مراد یہ ہے کہ مجرد عن العوامل لفظیہ اسناد کے لئے ہو بایں طور کے ان میں سے ایک مسند الیہ ہو اور دوسرا مسند ہو اور یہ بات اسماء معدودۃ کے اندر نہیں پائی جاتی اس لئے کہ وہ معرب نہیں ہیں۔

قال الشارح واعم من ان یکون تابع کی تعریف مذکور میں سابق اور لاحق کے اعتبار سے جو اعراب معتبر ہے اس میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو محلی ہو یا اعرابی ہو اب تعریف مذکور مذکورۃ توابع پر صادق آجائے گی۔

قال الشارح ثم ان لفظة کل یہاں پر محدود توابع نہیں ہے بلکہ محدود حقیقت میں تابع ہے جو کہ توابع سے مفہوم ہو رہا ہے اور حد لفظ کل کا مدخول یعنی ثانٍ باعراب سابقہ ہے تو پس نہ افراد کے ساتھ تعریف لازم آئی اور نہ افراد کے لئے تعریف لازم آئی بلکہ جنس کے ساتھ تعریف اور جنس کے لئے تعریف لازم آئی۔

قال الشارح لکنه لما لفظ کل کو ذکر کرنے سے مقصود تعریف کو مانع بنانا ہے اس لئے کہ جب لفظ کل کو تعریف پر داخل کیا گیا تو اس نے محدود کے حد کے افراد میں سے ہر ہر فرد پر صدق کا فائدہ دیا۔ تو تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی۔

محدود حد کے افراد کے افراد کے اندر منحصر ہے۔ اس لئے کہ حد کے افراد کے غیر کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ لہذا یہ تعریف جامع ہو جائے گی۔ اس سے ہمارے لئے ایک جامع مانع تعریف حاصل ہوگئی۔

بحث نعت

صاحب کافیہؒ توابع میں سے تابع اول صفت کی بحث ذکر کررہے ہیں۔

قال الماتن النعت تابع ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض نعت کی تعریف کرنا ہے۔نعت وہ تابع ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جواس کے متبوع میں پایا جائے۔مطلقاً یعنی ہر حال میں

جنس شامل للتوابع : یعنی تعریف کے اندر لفظ تابع بمنزل جنس کے ہے جوتمام توابع کوشامل ہے۔

قال الشارح ای یدل بھیئۃ ۔سے مولانا جامیؒ۔نے بھیئۃ ترکیبۃ اس لئے کہا کہ ھیت ترکیبہ کے بغیر یعنی افراد کی حالت میں نعت مطلقاً معنی پرتو دلالت کرتی ہے لیکن اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جواسکے متبوع میں پایا جائے۔

اوردلالت سے مراد حصول معنی ہے۔

غیر مقید کہ مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کی خصوصیت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دلالت تمام مواد میں پائی جائے۔

احتراز عن سائر اس سے احتراز ہے نعت کے علاوہ باقی تمام توابع سے۔

قال الشارح ولا یرد علیہ نعت کی تعریف مطلقاً کی قید سے بدل اور معطوف بحرف اورتاکید خارج ہوگئے۔اس لئے کہ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کے ساتھ خاص نہ ہواور بدل اور معطوف بحرف اورتاکیداگرچہ یہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جوان کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔لیکن یہ دلالت ان مواد کی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔پس اگران کومواد سے خالی کرلیا جائے تو یہ اس معنی پر دلالت نہیں کریں گے جوان کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔مثلاً جب اعجبنی زید علمہ کی بجائے اعجبنی زید غلامہ کہا جائے تو بدل یعنی غـــلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرے گا جواس کے متبوع میں پایا جاتا ہواسی طرح جب

اعجبنی زید و علمه کی بجائے اعجبنی زید و غلامه کہا جائے تو اس میں معطوف بحرف یعنی غلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس متبوع میں پایا جاتا ہو اور اسی طرح جب جاء نی القوم کلھم کی بجائے جاء نی زید نفسهٗ کہا جائے تو تاکید یعنی نفسہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو بخلاف صفت کے کہ اس کی دلالت متبوع کے معنی پر ہر حال میں اور ہر مادے میں ہوتی ہے۔

قال الماتن وفائدته ۔فائدے کے اعتبار سے نعت کی تقسیم کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فائدے کے اعتبار سے نعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) **صفت مخصّصه** (۲) **صفت موضحه** (۳) **صفت مادحه** (۴) **صفت ذامّه** (۵) **صفت مؤکدة**۔

صفت مخصّصه: وہ ہے کہ جس کا موصوف نکرہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی تخصیص ہو۔ تخصیص کا معنی ہوتا ہے قلت اشتراک یعنی صفت سے پہلے موصوف جن افراد پر صادق آتا تھا صفت کے بعد ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض پر آئے جیسے جاء نی رجل عالم اس میں صفت سے پہلے رجل عام تھا جو رجل عالم کو شامل تھا اور رجل جاهل کو بھی شامل تھا جب اس کی صفت عالم آئی تو اس کے اندر تخصیص آ گئی۔ اور رجل جاہل اس سے خارج ہو گیا۔

صفت موضحه: وہ ہوتی ہے کہ جس کا موصوف معرفۃ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی توضیح ہو۔ توضیح کا معنی ہوتا ہے رفع الاجمال عن المعارف جیسے جاء نی زید ن الظریف اس میں صفت سے پہلے زید کے اندر احتمال تھا کہ وہ ظریف ہے یا غیر ظریف ہے۔ جب اس کی صفت الظریف آئی تو یہ احتمال رفع ہو گیا اور غیر ظریف اس سے خارج ہو گیا۔

صفت مادحه: وہ ہے جس کا موصوف معرفہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی ثناء اور مدح ہو جیسے بسم الله الرّحمٰن الرحیم۔

صفت ذامّه: وہ ہے کہ جس کا موصوف معرفہ وہ اور صفت سے مقصود موصوف کی مذمت ہو

تخصیص یا توضیح مقصود نہ ہو جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

صفت مؤکدۃ: وہ ہے کہ اس معنی کی تاکید کردے جو اس کے موصوف سے مفہوم ہوتا ہے جیسے نفخۃ واحدۃ اس میں واحدۃ اس وحدت کی تاکید کررہا ہے جو نفخۃ کی تاء کی تاء سے مفہوم ہورہی ہے۔ ان پانچوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفت مخصصہ اور موضحہ یہ کثیر الاستعمال ہیں باقی تین قلیل الاستعمال ہیں۔

قال الشارح غالبا تخصیص وتوضیح افادہ نعت میں کثیر ہیں اور ثناء ذم اور تاکید یہ افادہ نعت میں قلیل ہیں اس تقلیل پر دلالت کرنے کے لئے مصنف نے و قد یکون کا اضافہ کیا۔

قال الشارح ولما کان ۔اس عبارت کا تعلق صاحب کافیہؒ کی بعد میں آنے والی عبارت ولا فصل کے ساتھ ہے۔ ولا فصل سے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے۔

مختلف فیہ مسئلہ: یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں ہے۔ جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔ مصنفؒ کا مذہب یہ ہے کہ نعت کا مشتق ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح مشتق نعت واقع ہوسکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت واقع ہوسکتا ہے۔

ولما کان: سے مولانا جامیؒ کی غرض جمہور کے دھوکہ کے منشاء کو بیان کرنا ہے کہ انکو دھوکہ کہاں سے لگا مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اکثر مواد میں نعت مشتق ہوتی ہے اس سے جمہور نحویوں کو وہم ہوا کہ نعت کا مشتق ہونا شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔ چونکہ مصنفؒ کے نزدیک یہ پسندیدہ نہ تھا اسی وجہ سے ولا فصل سے جمہور نحوی پر رد کردیا کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی جس طرح مشتق کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہونا بھی صحیح ہے۔ بشرطیکہ اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔ بطریق خصوص ہو یا بطریق عموم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمیع استعمالات میں ہو مثلاً تمیمی اور

ذو مـــال۔ تمیمی یہ ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذو مال ہمیشہ اس معنی پر دلالت کرے گا جو صاحب مال ہو۔

بطریق خصوص : ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض استعمالات میں پایا جائے۔ بایں طور کہ بعض موضع میں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض موضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔ جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے وہاں تو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اور جہاں دلالت نہ کرے وہاں اس کا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے مررت برجل ای رجل۔ اس میں ای رجل کا معنی ہے کامل فی الرجولیت تو پس اس ترکیب کے اندر ای رجل، کمال فی الرجولیت پر دلالت کرر ہا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع یعنی الرجل میں پایا جاتا ہے لہذا اس کا نعت بننا صحیح ہے۔ اور ای رجـــل عندك اس میں ای رجلی ہ اس معنی پر دلالت نہیں کرر ہا بلکہ فقط ذات پر دلالت کرر ہا ہے کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو موصوف ہونے کی صلاحیت رکھے نہ لفظا اور تقدیراً لہذا اس کا نعت بننا صحیح نہیں ہے۔ اور جیسے مررت بھذا الرجل اس میں ھذا دلالت کرتا ہے ذات مبہم پر اور الرجل دلالت کرتا ہے ذات معین پر اور ذات معین کی خصوصیت بمنزل ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے اندر الرجل کا ھذا کی نعت بننا صحیح ہے۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مررت بھذا الرجل میں الرجل یہ ھذا اسم اشارہ سے بدل ہے اور بعض۔ نے کہا کہ یہ اسم اشارہ سے عطف بیان ہے۔ اور جیسے مررت بزید ھذا اس میں زید مشار الیہ ہے اور ھذا ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات زید میں پایا جاتا ہے لہذا اس ترکیب کے اندر ھذا کا زید کی نعت واقع ہونا صحیح ہوا۔

قال الشارح ای لا فرق کہ فصل سے مراد نہ وہ فصل ہے جو جنس اور نوع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور نہ فصل سے مراد وہ فصل سے جو باب کے مقابلے میں ہوتی ہے بلکہ فصل یہاں بمعنی فرق کے ہے۔

قال الشارح فی صحت ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم تسلیم نہیں کرتے کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جواب : عدم فرق سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مشتق کا نعت واقع ہو صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہو بھی درست ہے۔

قال الماتن و توصف النکرہ ۔ سے ضابطے کا بیان

ضابطه : صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہو اس کے اندر ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف راجع ہو۔ احتراز ہے معرفہ سے اس لئے کہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

التی هی نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اس کو نکرہ کی صفت بنانا صحیح ہے. جملہ خبریہ نکرہ کے حکم اس لئے ہے کہ جس طرح نکرہ مفرد مبہم پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جملہ خبریہ بھی مضمون مبہم پر دلالت کرتا ہے جیسے ضرب زید اس کا مضمون ضرب زید ہے یہ مضمون جملہ باعتبار تغلیظ اور تخفیف اور زمان اور مکان کے مبہم ہے۔

لان الذلالة توصف النکرہ بالجملة الخبریه کی دلیل یہ ہے کہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دال ہو بدلالۃ مطابقی اور یہ بات جس طرح مفرد کے اندر پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

قال الشارح انما قید جملہ کو خبریہ کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ جملہ انشائی صفت نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ موصوف اگر نکرہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے اور موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہے پس صفت کا ثابت ہونا ضروری ہے تا کہ وہ موصوف کی تخصص یا توضیح کا فائدہ دے اور جملہ انشائی اس بات پر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد طلب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ صفت نہیں بن سکتا۔ البتہ تاویل بعید کے ساتھ صفت بن سکتا ہے۔ مثلاً جب کہا جائے جاء نی رجل اضربه تو اس کی تاویل اس طرح ہوگی جاء

نی رجل مقول فی حقّه اضر به۔اس سے مراد یہ ہے کہ هو المستحق لان یؤمر بضربہ۔

قال الشارح الا بتاویل بعید ۔ جملہ خبریہ کے اندر تاویل بھی ہوتی ہے لیکن جملہ خبریہ کے اندر تاویل قریب ہوتی ہے اور جملہ انشائی کے اندر تاویل بعید ہوتی ہے جملہ خبریہ کے تاویل قریب اس لئے ہوتی ہے کہ وہ نفس جملہ میں ہوتی ہے بخلاف انشائیہ کے تو اس کے اندر تاویل نفس جملہ میں نہیں ہوتی بلکہ امر خارج عن الجملہ کے ملانے سے ہوتی ہے۔جیسے جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه اس میں مقول فی حقه خارج عن الجملۃ ہے۔

الراجع : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ جملہ جو نکرہ کے صفت بنے اس میں مطلق ضمیر کا ہونا لازمی ہے جو نکرہ کی طرف راجع ہو۔للربط سے ضمیر کے اندر ہونے کی علت کو بیان کررنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ جو نکرہ کی صفت بنے اس کے اندر ضمیر کا ہونا اس لئے لازم ہے کہ تاکہ موصوف اور صفت کے درمیان ربط پیدا ہو جائے جیسے جاء نی رجل قائم ابـوه اس میں رجل موصوف ہے اور قائم ابوہ اس کی صفت ہے اورہ ضمیر رابط ہے۔اور جب جملہ کے اندر ضمیر نہ ہوتو چونکہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے وہ غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضہ نہیں کرتا لہذا وہ موصوف کے اعتبار سے اجنبی ہوگا۔لہذا اس کا صفت بنا صحیح نہ ہوگا۔جیسے جاءنی رجل زید عالم۔

قال الشارح و یوصف بحال الموصوف ۔صفت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلق الموصوف۔

صفت بحال الموصوف : وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ذات موصوف میں پایا جائے جیسے مررت بو جل حسن اس میں حسن یہ ذات موصوف یعنی رجل میں پایا جاتا ہے۔

صفت بحال متعلق الموصوف: وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے بالذات موصوف کے متعلق میں پایا جائے اور بالاعتبار موصوف میں پایا جائے جیسے مـررت بـرجل

حسنِ غلامہ۔ اس میں رجل کا حسن الغلام ہونا یہ ایسا معنی ہے جو رجل کے اندر پایا جاتا ہے اگرچہ بالاعتبار اس لئے کہ جس رجل کا غلام اچھا ہو وہ اس اعتبار سے اچھا ہے کہ اس کا غلام اچھا ہے۔

قال الماتن فالاول ۔صفت کی پہلی قسم یعنی صفت بحال الموصوف یہ دس (۱۰) چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے وہ دس (۱۰) چیزیں یہ ہیں:

(۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر

(۶) افراد (۷) تثنیہ (۸) جمع (۹) تذکیر (۱۰) تانیث

قال الشارح یوجد منھا ہر ترکیب میں بالفعل چار چیزیں پائی جائیں گی۔ تعریف وتنکیر میں سے ایک اور رفع نصب جر میں سے ایک اور تذکیر وتانیث میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک۔ رفعاً ونصباً وجراً اس لئے کہا کہ اعراب کی تین قسمیں ملا کر امور عشرہ بنتے ہیں۔ اگر صرف اعراب مراد لیا جائے تو پھر امور عشرہ نہ ہونگے بلکہ امور ثمانیۃ ہونگے۔

قال الشارح الا اذا ۔ کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال : ضابطہ مذکور کہ صفت بحال الموصوف امور عشرہ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ منقوض ہے۔ امرأۃ جریح اور رجل علامۃ کے ساتھ اس لئے کہ ان کے اندر صبور اور جریح اور علامۃ یہ صفت بحال الموصوف ہیں حالانکہ موصوف اور صفت کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت نہیں ہیں۔

جواب : یہ ضابطہ مذکورۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ استثناء کا ضابطہ یہ ہے کہ جب صفت ایسا اسم ہو کہ جس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوں جیسے فعول بمعنی فاعل جیسے رجل صبور بمعنی رجل صابر اور امرأۃ صبور بمعنی امرلۃ صابرۃ یا فعیل بمعنی مفعول جیسے رجل جریح بمعنی رجل مجروح اور امرأۃ جریح بمعنی امرأۃ مجروحۃ یا صفت مونث ہو جو مذکر پر جاری ہو جیسے علامۃ تو پھر صفت بحال الموصوف ان چار چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہونا ضروری

نہیں ہے بلکہ صرف تین میں مطابقت ضروری ہے۔ رفع نصب جر میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک اور تعریف وتنکیر میں سے ایک تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

قال الشارح و الثانی ای النعت ۔صفت کی دوسری قسم یعنی صفت بحال متعلق الموصوف وہ امور مذکورۃ میں سے فقط پہلے پانچ میں یعنی رفع نصب جر اور تعریف وتنکیر میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور باقی پانچ یعنی افراد تثنیہ جمع اور تذکیر وتانیث میں وہ فعل کی مثل ہے۔

قال الشارح لشبهة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض باقی پانچ میں فعل کی مثل ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل اس لئے ہے کہ وہ فعل کے مشابہ ہے۔

وجه شبه: یہ ہے کہ جس طرح فعل اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف مسند ہوتا ہے اسی طرح صفت بحال متعلق الموصوف بھی اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

یعنی بنظر : سے مولانا جامیؒ کی غرض صفت بحال متعلق الموصوف کے امور عشرہ میں سے باقی پانچ کے اندر فعل کی مثل ہونے کی وضاحت کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے فاعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغہ صفت کو مفرد لایا جائے گا۔ خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل قاعد غلامه، اور مررت برجلین قاعدٍ غلامهما۔ اور مررت برجل قاعدٍ غلمانهم جیسا کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہر تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔ خواہ فاعل اسم ظاہر مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل یقعد غلامه اور مررت برجلین یقعد غلامهما اور مررت برجال یقعد غلما نهم۔ اور اگر صفت کا فاعل مذکر ہو تو صیغہ صفت کو مذکر لایا جائے گا جیسے مررت بامراۃٍ قائم ابوها ن مررت بامرأة یقوم ابوها اور اگر صفت کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان فاصلہ نہ ہو تو صفت کو مونث لانا واجب ہے جیسے مررت برجلٍ قائمةٍ جاریته جیسا کہ جب فعل کا فاعل

مونث حقیقی ہواور درمیان میں فاصلہ نہ وہ تو فعل کو مونث لانا واجب ہوتا ہے جیسے مررت برجلٍ تقوم جاریۃ اور اگر صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہواور درمیان میں فاصلہ ہو تو صفت کو مذکر لانا بھی جائز ہے۔اور مونث لانا بھی جائز ہے۔صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہواس کی مثال جیسے مررت برجل معمور درہ یامعمورۃٍ دارہ اور صفت کا فاعل مونث حقیقی ہواور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل قائم فی الدّار جاریۃ ، یا قائمہ فی الدار جاریتۂ جیسا کہ جب فعل کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہواور درمیان میں فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر لانا اور مونث لانا دونوں جائز ہوتا ہے۔ فاعل مونث غیر حقیقی ہو جیسے مررت برجل یعمر دارہ 'یا تعمر دارۂ اور فاعل مونث حقیقی ہواور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل یقوم فی الدّار جاریتۂ۔یا تقوم فی الدار جاریتۂ

فان قلت ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کونقل کر کے قلنا سے جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے اسی طرح صفت بحال الموصوف بھی امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے۔اس لئے کہ صفت بحال الموصوف کا فاعل اس ضمیر کی مثل ہوتا ہے جو فعل کے اندر مستتر ہو اور موصوف کی طرف راجع ہواور فعل جب ضمیر کی طرف مسند ہو تو اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد مذکر ہو تو فعل کو مفرد مذکر لایا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع تثنیہ ہو تو فعل کے ساتھ الف کو لاحق کیا جاتا ہے۔اور اگر اس ضمیر کا مرجع جمع مذکر ہو تو فعل کے ساتھ واو کو لاحق کیا جاتا ہے اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو فعل کو مونث لایا جاتا ہے۔۔تو چونکہ صفت بحال الموصوف کا فاعل فعل کی ضمیر کی مثل ہے لہذا صفت بحال الموصوف کے اندر جو ضمیر ہوگی اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا اور اگر اس کا مرجع تثنیہ ہو تو صفت کے ساتھ الف کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس کا مرجع جمع مذکر عاقل ہو تو صفت کے ساتھ واو کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو صفت کو مونث لایا جائے گا۔ تو جب صفت بحال الموصوف بھی باقی

پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے تو پھر صفت بحال متعلق الموصوف کی تخصیص کیوں کی۔

جواب: اس مقام میں دراصل موصوف کی طرف دونوں وصفوں کی نسبت کو بیان کرنا ہے تبعیت اور عدم تبعیت کے اعتبار سے چونکہ وصف اوّل امور عشرہ میں اپنے موصوف کے مطابق تھی (تابع) اور اس کا امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کے مشابہ ہونا یہ اس کو اس تبعیت سے خارج نہیں کرتا اسی وجہ سے وصف اول میں صرف امور عشرہ میں تبعیت کے حکم پر اکتفاء کر لیا۔ بخلاف صفت ثانی کے کہ وہ امور عشرہ میں سے پہلے پانچ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور آخری پانچ میں وہ موصوف کے ساتھ تابع نہیں ہوتی تو جب پہلی پانچ میں موصوف کے ساتھ تبعیت کے ساتھ حکم لگا دیا تو آخری پانچ میں عدم تبعیت کے حکم پر اکتفاء نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ منضبط نہیں ہے کیوں کہ کہیں تو وصف کا افراد مناسب ہوتا ہے اور کہیں اس کی تذکیر مناسب ہوتی ہے اور کہیں اس کی تانیث بلکہ اس کی عدم تبعیت کا ایک ضابطہ بیان کر دیا کہ وہ ظاہر مابعد کے اعتبار سے یعنی وہ اپنے متعلق کے اعتبار سے فعل کی مثل ہے تاکہ عدم تبعیت کے وقت بھی اس کا

حال معلوم ہو جائے۔

قال الشارح **ومن ثم حسن قام رجل** ۔ سے ضابطہ مذکورۃ کہ وصف ثانی آخری پانچ چیزوں میں سے فعل کی مثل ہے اس پر تفریع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ وصف ثانی باقی پانچ چیزوں میں فعل کی مثل ہے اسی وجہ سے قام رجل قاعد غلمانہ یہ ترکیب حسن ہے جیسا کہ قام رجل یقعد غلمانہ حسن ہے اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل مفرد لایا جائے گا۔ اور قام رجل قاعدۃ غلمانہ یہ ترکیب بھی حسن ہے جیسا کہ قام رجل تقعد غلمانہ یہ ترکیب بھی حسن ہے۔ کیونکہ غلمان فاعل ہے مونث غیر حقیقی ہے۔ اس لئے کہ جمع جماعت کی تاویل میں ہوتی ہے اور جب فاعل مونث غیر حقیقی ہو تو اس کو مونث لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔ اور مذکر لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔

وضعف قام رجل قاعدون غلمانه : یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے کہ یہ ترکیب قام رجل یقعدون غلمانہ کی مثل ہے اور جس طرح وہ ضعیف ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ یا جمع کا الحاق ضعیف ہوتا ہے۔

و یجوز قام رجل قعود غلمانه : یہ ترکیب جائز ہے نہ ضعیف ہے اس لئے کہ اگر چہ جمع ہے جیسے **قاعدون** جمع ہے اور **غلمانه** فاعل اسم ظاہر ہے مگر چونکہ عدم صفت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے تو **اسم مشابه للفعل** کو مکسر کیا تو یہ لفظاً فعل کی موازنت اور مناسبت سے خارج ہو گیا اس لئے کہ فعل کی تکسیر نہیں ہی کی جاتی تو پس یہ ترکیب **قاعد غلمانه** کی مثل بھی نہیں ہے جو کہ حسن ہے، اور نہ **یقعدون غلمانه** کی مثل ہے جو کہ ضعیف ہے اسی وجہ سے یہ ترکیب جائز ہے حسن بھی نہیں ہے، اور ضعیف بھی نہیں ہے۔

قال الشارح الا ان تخرج ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب **یقعدون غلمانه** کی مثل میں بظاہر دو فاعل جمع ہیں تو اس کو ممتنع ہونا چاہئے نہ کہ ضعیف تو پھر اس پر ضعف کا حکم کیوں لگایا گیا؟

جواب : اس پر امتناع کا حکم اس لئے نہیں لگایا جا سکتا کہ اس میں تین طرح سے تاویل کی گئی ہے۔

(۱) واو اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے جب واو اسم نہیں ہے تو اجتماع فاعلیت لازم نہ آیا کیونکہ فاعل اسم ہوتا ہے۔

(۲) واو فاعل ہے اور اسم ظاہر فاعل سے بدل ہے نہ کہ فاعل۔

(۳) اسم ظاہر فاعل نہیں ہے بلکہ وہ مبتدا ءمؤخر ہے اور فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ بن کر خبر مقدم ہے۔

قال الماتن و الضمير لا يوصف ۔ ضابطہ کا بیان

ضابطه : جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر موصوف واقع نہیں ہوتی۔

لان ضمیر المتکلم : سے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب موصوف معرفہ ہوت وصفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہوتی ہے۔ چونکہ ضمیر متکلم اور مخاطب اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے توضیح کی محتاج نہیں ہے اس لئے ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

و حمل علیهما یہ دلیل ضمیر متکلم اور مخاطب میں جاری ہوتی ہے غائب میں جاری نہیں ہوتی۔ تو ضمیر غائب کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب پر محمول کیا گیا ہے طرداً للباب۔

و علی الوصف الموضح ۔اسی طرح دلیل سے ضمیر وصف موضحہ کی محتاج نہیں لہذا ضمیر کو وصف مادحہ وغیرہ کے وصف مادحہ اور ذامہ اور موکدہ کو محمول کیا گیا ہے وصف موضحہ پر طرداً للباب۔

قال الماتن و لا یوصف به ۔ضابطہ کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

لانه لیس : اس دلیل یہ ہے کہ صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے ایسی معنی پر دلالت نہیں کرتی جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اسی وجہ سے ضمیر صفت نہیں بن سکتی۔

و کانه لم یقع: بعض نسخوں میں یہ ضابطہ نہیں ہے اور شیخ رضیؒ کی نظر اس پر پڑی اسی وجہ سے شیخ رضی نے یہ اعتذار پیش کیا۔ باقی **و لا یوصف به و الموصوف اخصّ** سے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ ضمیر اعراف المعارف ہے پس اگر ضمیر کو صفت بنایا جائے تو موصوف سے اخص ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر صفت نہیں بن سکتی اس لئے کہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے۔

ای الموصوف مراد موصوف سے موصوف معرفہ ہے اور حیوان نکرہ ہے۔

اشد اختصاصا ۔ اخص سے مراد اخص من حیث الصدق نہیں ہے بلکہ اخص سے مراد اشد

اختصاصاً بالتعریف و المعلومیت من الصفت ہے۔ یعنی موصوف کی تعریف بہ نسبت صفت کی تعریف اور معلومیت کے زیادہ ہو اور الحیوان الناطق یہ من قبیل المساوی ہے کیوں کہ دونوں کی تعریف لام سے حاصل ہو رہی ہے۔

لانه لو لم یکن: والموصوف اخص کی دلیل کا بیان ہے کہ صفت اور موصوف میں مقصود اصلی موصوف ہوتا ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ موصوف صفت سے اکمل ہو یا اگر اس سے اکمل نہ ہو تو کم از کم اس کے مساوی ہو اور اس سے کم درجے تو نہ ہو۔ ورنہ غیر مقصود کی مقصود پر فوقیت لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں ہے۔

و المنقول عن: سے تعریف کے مراتب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ سے منقول ہے اور جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ اعرف المعارف ضمائر ہیں اور پھر اعلام ہیں اور پھر اسماء اشارہ ہے اور پھر معرّف باللام اور موصولات ان کے درمیان مساوات۔

قال الماتن و من ثم لم یوصف ذواللام ۔ سے ضابطہ مذکورہ یعنی والموصوف اخص پر صاحب کافیہ تفریع کا بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے اسی وجہ سے معرّف باللام کی صفت معرّف باللام ہی لائی جائے گی یا موصول اس لئے کہ موصول اس حیثیت سے معرّف باللام کے مماثل اور مشابہ ہے کہ دونوں کے درمیان مساوات فی التعریف ہے۔ اب اگر معرب باللام کی صفت موصول لائی جائے تو بھی موصوف اور صفت کے درمیان مساوات ہو جائے گی۔ معرّف باللام کی صفت معرّف باللام کی مثال جاء نی الرجل الفاضل معرف باللام کی صفت موصول ہو جیسے جاء نی الرجل الذی کان عند ك امس او با لمضاف الی مثله یعنی یا معرّف باللام کی صفت یا مضاف الی المعرف باللام کے ساتھ لائی جائے گی خواہ وہ بلا واسطہ یعنی مضاف اور مضاف الیہ معرف باللا کے درمیان کوئی فاصلہ ہو یا نہ ہو، فاصلہ نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ الفرس کے درمیان

کوئی فاصلہ نہیں ہے اور فاصلہ ہوا کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ یعنی لفرس کے درمیان لجام کا فاصلہ ہے۔

قال الشارح لان تعریف المضاف ۔سے معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام کے صحیح ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ کا مذھب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے اور غیر سیبویہ یعنی مبرد کا مذھب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے انقص ہوتی ہے۔ پس اگر معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام لائی جائے تو سیبویہ کے مذھب کیمطابق موصوف صفت کے مساوی ہوجائے گا اور غیر سیبویہ کے مذھب کے مطابق صفت موصوف سے انقص ہوجائے گی تو لہذا والموصوف والا ضابطہ اپنے حال پر باقی رہے گا۔

قال الشارح بخلاف سائر ۔اس کا تعلق و لم یوصف با للام کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ معرف باللام اور موصول کے علاوہ باقی معارف ان سے اخص ہیں اسی وجہ سے انکی صفت معرف باللام اور موصول تو واقع ہوسکتی ہے لیکن بقیہ معارف میں سے کوئی واقع نہیں ہوسکتی ہے ورنہ صفت موصوف سے اخص ہوجائے گی۔

فلو وقع : اگر کہیں ایسا ہو کہ اخص غیر اخص کی نعت واقع ہو مثلاً معرف باللام کی صفت مضاف الی العلم واقع ہو جیسے جاءنی رجل صاحب زید صاحب ھذا المذھب کی صفت کے نزدیک وہ صفت پر محمول نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بدل پر محمول ہوگا۔

قال الماتن وانما التزم وصف باب ھذا ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : والموصوف اخص او مساو اس ضابطے کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ اور معرف باللام اور موصول اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول واقع ہونا صحیح ہونا چاہئے اسم اشارہ تو اس لئے کہ اس وقت موصوف صفت کے مساوی ہوجائے گا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور معرف باللام اور موصول اس لئے کہ انکی تعریف اسم اشارہ کی

تعریف سے انقص ہے لہذا اس صورت میں موصوف میں صفت سے اخص ہو جائے گا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول یہ اس لئے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے یا اس سے انقص ہوتی ہے لہذا موصوف صفت سے اخص ہو جائے گا۔تو پھر اس بات کی کیا وجہ کہ اسم اشارہ کی صفت کے لئے معرف باللام کو خاص کر لیا گیا ہے۔

جواب : اسم اشارہ میں بحسب الوضع ابھام ہوتا ہے جو جنس کو بیان کرنے کا مقتضی ہوتا ہے تو پس جب اس کے ابھام کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو یہ اس کی مثل کے ساتھ متصور نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ وہ تو خود مبھم ہے وہ دوسرے کے ابھام کو کیسے رفع کرگا۔اس لئے اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ واقع نہیں ہوسکتا۔اور مضاف الی معرف باللام اور مضاف الی الموصول ان کے ساتھ بھی ابھام کو رفع کرنا نامناسب ہے اس لئے کہ خود مضاف کے اندر ابھام ہوتا ہے وہ اپنا ابھام مضاف الیہ کے ذریعے رفع کرتا ہے۔اب اس کے ذریعے سے ابھام رفع نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاج الفقیر کی مثل ہے تو چونکہ اسم اشارہ بھی اسم اشارہ کی صفت نہیں بن سکتا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول بھی اسکی صفت واقع نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے معرف باللام متعین ہوا۔

قال الشارح **وحمل** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح اسم اشارہ کی صفت معرف باللام واقع ہوسکتی ہے اسی طرح موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر صفت بن سکتا ہے جیسے مررت بھذا الذی کرم اس میں الذی کرم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر ھذا کی صفت ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ہی لائی جائے گی۔

جواب: یہ معرف باللام پر محمول ہے اس لئے کہ موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر اس ابھام کو رفع کرنے میں معرف باللام کی مثل ہے۔

قال الشارح و من ثم ضعف ۔یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اس اشارہ کی صفت کا التزام معرف باللام کے ساتھ یہ بیان جنس کے ذریعے ابہام کو رفع کرنے کے لئے ہے اس وجہ سے مررت بھذا الابیض یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے پھر اس کے ذریعے جنس مبہم واضح نہیں ہو رہی کیونکہ ابیض عام ہے یہ کسی جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن ممتنع اس لئے نہیں کہ فی الجملہ ابہام جاتا رہا معلوم ہو گیا کہ یہ ابیض ہے اسود نہیں ہے اور مررت بھذا العالم یہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ مشار الیہ انسان بلکہ مذکر ہے کیونکہ عالم مذکر ہے۔

بحث عطف بالحروف

صاحب کافیہؒ دوسرے تابع عطف بالحروف کی بحث بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن العطف تابع ۔صاحب کافیہؒ کی اس عبارت میں تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جو نسبت سے مقصود ہو بمعہ اپنے متبوع کے

یعنی المعطوف : یہاں عطف مبنی للمفعول ہے۔لہذا حمل صحیح ہو جائے گا۔

ای قصد نسبة یہاں مقصود کی نسبت تابع کی طرف مجازی ہے حقیقت میں معطوف کا نائب فاعل نسبت ہے تو یہ صفت بحال الموصوف سے نہیں بلکہ نعت بحال متعلق موصوف کے قبیل سے ہے۔اب معنی یہ ہو گا معطوف وہ تابع ہے جس کی نسبت مقصود ہو اور نسبت میں تعیم ہے کہ تابع کی

نسبت کسی شیئ کی طرف ہو جیسے زید قائم ذاھب اس میں ذھاب کی نسبت زید کی طرف ہے یا کسی شیئ کی نسبت تابع کی طرف ہو جیسے جاء نی زید و عمرو اس میں مجیئت کی نسبت عمرو کی طرف ہے۔

فقوله فی النسبة : کہ مع متبوعہ یہ بالنسبت کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ متعلق

ہے اس قصد کے جو مقصود سے مفہوم ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اس نسبت سے جس طرح تابع مقصود ہوتا ہے اسی طرح متبوع بھی مقصود ہوتا ہے کہ جاءنی زید وعمرو میں عمرو یہ معطوف بحرف ہے

اس لئے کہ یہ معطوف ہے زید پر اور نسبت مجئی جو کہ کلام میں واقع ہے عمرو کی طرف اس نسبت مجئی کا قصد کیا گیا ہے جس طرح کہ اس نسبت مجئی کا زید کی طرف قصد کیا گیا ہے۔

قوله مقصود ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف کے اندر تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

مقصود بالنسبت: بمنزل فصل اوّل کے ہے اس سے بدل کے علاوہ تمام توابع خارج ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوع مقصود ہوتے ہیں اور

مع متبوعه: بمنزل فصل ثانی کے ہے۔ اس سے بدل خارج ہو گیا اس لئے کہ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود فقط بدل ہوتا اس کے متبوع کا ذکر بطور تمہید کے ہوتا ہے۔

قیل۔ ایک اعتراض کو نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ معطوف بحرف کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف معطوف بلا اور معطوف ببل اور معطوف بلکن معطوف بام اور معطوف باما اور معطوف باو پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ ان حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ جو معطوف ہو تو مقصود با لنسبت تابع اور متبوع دونوں نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے ایک ہوتا ہے۔

جواب: اجیب تعریف مذکور میں متبوع کے مقصود بالنسبت ہرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا ذکر تابع کے ذکر کیلئے بطور تمہید کے نہ ہو۔ اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ متبوع کے لئے بطور فرع کے نہ ہو یعنی غیر مستقل نہ ہو اور وہ معطوف اور معطوف علیہ جو ان حروف ستہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوں وہ دونوں مقصود با لنسبت بهذا المعنی ہوتے ہیں یعنی متبوع کا ذکر تابع کے ذکر کے لئے بطور تمہید کے نہیں ہوتا اور تابع متبوع کے

لئے بطور فرع کے نہیں ہوتا۔

ولماتم الحد بتوسط بینہ یہ زیادتی ایضاح کے لئے ہے۔

قال الماتن یتوسط بینه و بین متبوعه ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان حرف عطف کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح ولم یکتف بقوله ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ معطوف بحرف کی تعریف یوں کرتا و ھو تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے اس لئے کہ تعریف سے مقصود و جمعیت اور منعیت ہوتی ہے جو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب : حروف عاطفہ کبھی صفات کی درمیان واقع ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید العالم و الشاعر و الدبیر اس میں شاعر اور دبیر صفتیں ہیں کہ جن پر حرف عطف داخل ہے۔پس وہ صفت کہ جس پر حرف عطف داخل ہو تو اس کی دو جہتیں ہیں۔

(۱) یہ زید کی صفت ہے جو کہ معطوف علیہ کے واسطے سے اس کے تابع ہیں۔ (۲) یہ صفت متقدمہ یعنی العالم پر معطوف ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہیں اور ان صفتوں پر جہت اولیٰ سے آپ کی بیان کردہ تعریف صادق آتی ہے کہ یہ زید کے تابع ہیں اس لئے کہ یہ صفت ہیں۔ اگر مقصود بالنسبۃ مع متبوعہ نہ ہوتا تو یہ صفات معطوف بحرف کی تعریف میں جہت اولی سے داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ اس جہت سے معطوف نہیں ہے تو معطوف بحرف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی۔

لان توسط دو چیزوں کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ثانی کو اوّل پر عطف کرنے کے لئے ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ واو استنافیہ ہو یا وہ واو حالیہ ہو۔

قیل : سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات تائید کرنا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا

واقع ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ زمخشری کی نے اپنی کتاب کشاف کی متعدد جگہوں میں واوموصوف اور صفت کے درمیان اتصال الصفت بالموصوف کی تائید کے لئے واو کے واقع ہونے کو جائز رکھا ہے۔

حکم المصنف: مزید تائید پیش کرنا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مصنفؒ نے شرح مفصل میں استثناء کی مباحث میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول و ما اھلکنا من قریۃ الا و لھا منذرون میں و لھا منذرون قریۃ کی صفت ہے حالانکہ درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے تو پس اگر مصنفؒ اپنے قول یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء کر لیتے اور مقصود با لنسبت کو ذکر نہ کرتے تو اس جیسی صفات معطوف بحرف کی تعریف میں وہ داخل جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں

نقل عن المصنف: سے اس بات کی مزید تائید ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امالی شرح کافیہؒ میں مصنف سے منقول ہے کہ مصنفؒ نے یہ کہا ہے العاقل جو جاء نی زید العاقل میں واقع ہے یہ تابع ہے اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عشرۃ میں سے ایک حرف واقع ہے حالانکہ یہ حقیقت میں معطوف بحرف نہیں ہے بلکہ یہ اسی حالت پر ہے کہ جس حالت میں اس پر تھا یعنی صفت ہے اگر معطوف بحرف کی تعریف یوں کی جاتی العطف تابع یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ تو بعض صفات معطوف بحرف کی تعریف میں داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں۔

قال الشارح و انما حسن صفات پر حرف عطف کا داخل کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ صفات اور معطوفات کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جس طرح معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر ہوتا ہے اسی طرح موصوف اور صفت کے درمیان بھی

تغایر ہوتا ہے

وقال بعضهم : بعض نحویوں نے کہا ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف میں تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة پر اکتفاء نہ کرنے کی وجہ مذکور میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ وہ حروف جو صفات کے درمیان واقع ہوں وہ بھی عاطفہ ہیں اس لئے کہ وہ جس طرح غیر صفات میں جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح وہ صفات کے اندر بھی جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں تو غیر صفات میں انکو عاطفہ قرار دینا اور صفات میں غیر عاطفہ قرار دینا یہ بغیر ضرورة داعیہ کے امر بعید کا ارتکاب ہے۔

قال الماتن و اذا عطف على الضمير المرفوع ۔ضابطے کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف کرنا مقصود ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائے جائے گی پھر عطف کیا۔

بارزا كان او مستترا: ضمیر متصل میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر ہو۔

و ذالک لانّ ۔علت ۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے اس کی جزء کی مانند لفظاً بھی اور معناً بھی لفظاً اس طرح کہ یہ اس فعل کے ساتھ اس طرح متصل ہے کہ اس سے منفصل ہونا جائز نہیں اور معناً اس طرح کہ یہ فاعل ہے اور فاعل جزء کی مانند ہوتا ہے ۔اگر تاکید کے بغیر اس پر کسی لفظ کا عطف کر دیا جائے تو ایسے ہوگا جیسے کلمے کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے ۔لہذا اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے گی پھر اس پر عطف کیا جائے گا اس لئے کہ اس تاکید کے ساتھ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ متصل اگر چہ جزء کی مانند ہے لیکن وہ بھی حقیقت میں منفصل اور مستقل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بوقت تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے پس ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا

قال الشارح ولا يجوز ان يكون تاکید پر عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ معطوف

معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس سے یہ لازم آئے گا یہ معطوف بھی تاکید کے لئے ہے جو باطل ہے اس لئے کہ مؤکد اور تاکید ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں۔

قال الشارح فان کان ۔ سے فوائد وقیود کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ متصل کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منفصل ہو جیسے ما ضرب الا انت و زید تو لفظاً فعل کی جزء مانند نہیں ہے۔ لہذا منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مرفوع کی قید اس لئے لگائی کہ ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منصوب متصل ہو جیسے ضربتك و زیداً تو اس پر عطف کرنے کے لئے بھی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ معناً جزء کی مثل نہیں ہے اس لئے کہ فعل فاعل پر تام ہوتا جاتا ہے۔ مفعول تو فضلہ ہوتا ہے ضربت انا و زید یہ ضمیر مرفوع متصل بارز پر عطف کرنے کی مثال ہے اور زید ضرب ھو و غلامه یہ ضمیر مرفوع متصل مستتر پر عطف کرنے کی مثال ہے۔

قال الماتن الا ان یقع فصل ۔ سے ضابطہ مذکورۃ سے استثناء کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترک تاکید جائز ہے خواہ وہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔

لانہ قد طال : سے استثناء مذکور کی علت یہ ہے کہ فصل کے وجود سے کلام میں طوالت ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو مزید طوالت ہو جائے گی حالانکہ کلام میں مطلوب اختصار ہوتا ہے اس لئے تاکید کو چھوڑنے کے ساتھ اختصار مستحسن ہے۔

سواء کان : کہ فصل میں تعمیم ہے خواہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو حرف عطف سے پہلے کی مثال جیسے ضربت الیوم و زید اس میں زید کا عطف ہے تاء ضمیر مرفوع متصل پر جس میں الیوم کا فاصلہ ہے حرف عطف سے پہلے اور حرف عطف کے بعد کی مثال ما اشرکنا و لا آباء نا جس میں آباءنا یہ معطوف ہے اشرکنا کی ناء ضمیر پر اور لا زائدہ ہے جو کہ نفی کی تاکید کے لئے ہے۔

قال الشارح و انما قال یجوز ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

جواب: کبھی فصل کے باوجود منفصل کی تاکید لائی جاتی ہے۔جیسے فکبکبو فیھا ھم و الغاوون اس میں الغاوون کا عطف ہے فکبکبو کی واو ضمیر پر اور فیھا یہ فاصل ہے اس کے باوجود ضمیر مرفوع منفصل یعنی ھم کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور کبھی تاکید نہیں لائی جاتی جیسے ضربت الیوم و زید جب یہ دونوں امر مساوی ہیں اسی وجہ سے مصنفؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

و اعلم ان مذھب : سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مرفوع تاکید کے بارے میں مذاھب کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کل تین مذاھب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصریین کا مذھب کہ تاکید بالمنفصل اولیٰ ہے۔اور تاکید فصل کے بغیر عطف جائز ہے مگر قبیح ہے۔

(۲) نحاۃ کوفۃ کا مذھب تاکید اور فصل کے بغیر عطف بلا قبیح جائز ہے۔

(۳) صاحب کافیہؒ کا مذھب یہ ہے کہ تاکید بالمنفصل واجب ہے۔

قال الماتن و اذا عطف علی الضمیر المجرور ۔ ضابطے کا بیان

ضابطہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود تو معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررت بك و بزید اس میں زید کا عطف ہے کاف ضمیر مجرور پر اس لئے معطوف یعنی زید پر جار کا اعادۃ کیا گیا ہے۔

قال الشارح حرفا کان او اسما ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کو چاہیئے تھا کہ اسم مضاف بھی ذکر کرتے اس لئے کہ اسم مضاف کا اعادہ بھی ضروری ہوتا ہے۔

جواب: خافض میں تعمیم ہے خواہ حرف ہو یا اسم ہو۔

لان اتصاف : سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود ہو تو معطوف پر جار کا اعادہ کرنے کی علت کا بیان کر رہے ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار کے ساتھ اس فاعل کے اتصال سے ہے جو فعل کے ساتھ متصل ہو اس لئے کہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس کا انفصال جائز ہے جب کہ ضمیر مجرور اپنے جار سے منفصل ہوتی ہی نہیں لہذا مجرور پر عطف مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کلمے کے بعض حروف پر عطف کی مانند ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے۔

قال الشارح وليس للمجرور ضمير مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ایسے کیوں نہیں ہو سکتا کہ اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھر اس ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے جیسے کہ مرفوع متصل میں گذرا۔

جواب : مجرور کے لئے ضمیر منفصل ہے ہی نہیں کہ پہلے اس منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے پھر اس پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے۔

قال الشارح وفى استعارة المرفوع ضمیر مجرور منفصل کے لئے مرفوع منفصل کے استعارہ میں مرفوع کی ذلت ہے اس لئے کہ مرفوع عمدۃ ہے اور مجرور فضلہ ہے تو فضلہ میں عمدہ کو استعمال کرنے میں عمدۃ کی ذلت ہے۔

قال الشارح ولا يكتفى بالفصل ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : فصل کی صورت میں معطوف پر جار کا اعادہ واجب نہ ہو جیسے کہ ضمیر مرفوع متصل میں گذر چکا ہے۔

جواب : اختصار کی غرض سے ہی تاکید بالمنفصل کے ترک کے جواز میں فصل کی تاثیر تھی اور جہاں عدم منفصل کی وجہ سے تاکید بالمنفصل ممکن ہی نہیں ہے تو وہاں فصل کے لئے کوئی اثر متصور

نہیں ہوگا اس لئے کہ فصل تو تاکید بالمنفصل کا خلیفہ ہے جب اصل عدیم الوجود ہونے کی وجہ سے ممکن ہے تو اس کا خلیفہ یعنی فصل بطریق اولیٰ ناممکن ہوگا۔ اس لئے معطوف میں جار کا اعادہ واجب ہے۔ مررت بك و بزيد یہ جار کے اعادے کی مثال ہے اور المال بيني و بين زيد یہ اسم مضاف کے اعادے کی مثال ہے۔

وجرہ بالاول معطوف کی جر عامل اوّل کی وجہ سے ہے اور عامل ثانی معنیً کالعدم ہے۔ اس کی دلیل عربوں کا قول ہے بيني و بينك اس لئے کہ بین مضاف ہوتا ہے متعدد کی طرف اگر معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہو اور وہ معنیً کالعدم نہ ہو تو لازم آئے گا کہ بین غیر متعدد کی طرف مضاف ہو جائے جو کہ جائز نہیں ہے۔

وقيل جرہ ۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہے جیسا کہ كفى با الله میں با زائدہ ہے لیکن اس کے باوجود لفظ اللہ کی جر باء کی وجہ سے ہے۔

وهذا الذي : جار کے اعادے کے لزوم کے بارے میں مذاهب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو مذہب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصرۃ کا کلام منثور میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم ہے اور کلام منظوم میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

(۲) نحاۃ کوفہ کا کہ کلام منثور میں بھی معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے وہ استدلال کرتے ہیں اشعار سے۔

فان قيل: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے اعتراض۔ کہ اس بات کی کیا وجہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے تاکید بالمنفصل ضروری ہے لیکن ضمیر متصل کی تاکید لانے میں تاکید بالمنفصل ضروری نہیں ہے۔ جیسے جاء نی کلهم اسی طرح ضمیر منفصل سے بدل بنانے کی صورت میں تاکید بالمنفصل ضروری نہیں ہے۔ جیسے اعجبتني جمالك اسی طرح اس بات کی کیا وجہ کہ ضمیر مجرور

متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے لیکن ضمیر مجرور متصل کی تاکید کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے مررت بك نفسك اسی طرح ضمیر مجرور متصل سے بدل بنانے کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے عجبت بك جمالك۔

جواب: تاکید موکد کا عین ہوتی ہے اور بدل عام طور پر مبدل منہ کا کل یا اس کا بعض یا اس کا متعلق ہوتا ہے چونکہ بدل الغلط قلیل اور نادر ہے لہذا اس کا اپنے متبوع کے مغایر ہونا مضر نہیں ہے اس لئے کہ وہ قلت اور ندرۃ کی وجہ سے مرتبہ اعتبار سے ساقط ہے پس تاکید اور بدل یہ اپنے متبوع کے لئے اجنبی نہیں ہوتے اور یہ اس سے منفصل بھی نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کے اور ان کے متبوع کے درمیان کوئی فاصل متخلل نہیں ہے۔ لہذا ان کو اپنے متبوع کے ساتھ ربط دینے کے لئے کسی زائد مناسبت کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بخلاف عطف کے کہ وہ معطوف علیہ کے مغایر ہوتا ہے۔ اور معطوف معطوف علیہ کے درمیان عاطف متخلل ہوتا ہے لہذا معطوف کو اور معطوف علیہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مرفوع میں منفصل کے ذریعے متصل کی تاکید لائی جائے اور مجرور کے اندر جاء کا اعادہ کیا جائے تاکہ متصل مرفوع اتصال محض سے خارج ہو جائے منفصل کے ذریعے موکد ہو کر معطوف کے مناسب ہو جائے اور انضمام جار کے ساتھ مجرور کی مناسبت قوی ہو جائے۔

قال الماتن **والمعطوف فی حکم المعطوف علیه** ۔ضابطہ کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

فیما یجوزله : کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ما یجوز له میں بھی اور ما یمتنع میں بھی۔

قال الشارح **من الاحوال** مراد یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ان احوال میں جو معطوف علیہ کو عارض ہوں اور نطق انسان کے ذاتیات میں سے ہے اس کے احوال

عارضہ میں سے نہیں ہے۔

قال الشارح فلا یرد ھذا النقض ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے اعراب اور بناء اور تعریف وتنکیر کے ساتھ اس لئے کہ یہ معطوف علیہ کے احوال عارضہ ہیں حالانکہ ان میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔

جواب : مراد وہ احوال ہیں جو اس معطوف علیہ کو عارض ہوں ماقبل یعنی عامل کے لحاظ سے اور اعراب بناء وغیرہ یہ اس کو ماقبل کے لحاظ سے عارض نہیں ہوتے بلکہ اس کو ذات کے لحاظ سے عارض ہوتے ہیں۔

قال الشارح انما قلنا بشرط ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحارث کے ساتھ جو یا رجل و الحارث میں واقع ہے اس لئے کہ حارث میں عن تجرد عن اللام نہیں پائی جاتی حالانکہ معطوف علیہ یعنی رجل کا مجرد من اللام ہونا یہ بالنظر الی ما قبلہ ہے اور وہ یاء ہے۔

جواب : معطوف علیہ کے احوال عارضہ میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مقتضی احوال معطوف کے اندر منتفی نہ ہوں اور یا رجل و الحارث یں ممتنع احوال معطوف کے اندر منتفی ہیں اور وہ مقتضی لام کا کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

و انما قلنا : سے مولانا جامیؒ کی غرض من الاحوال کی یہ قید لگا کر ان احوال سے احتراز کرنا مقصود ہے جو معطوف علیہ کو عارض ہوں۔ اس کو اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اعراب اور بناء اور تعریف تنکیر اس لئے کہ ان احوال میں معطوف معطوف علیہ کے میں ہوتا ہے۔

و انما سے مولانا جامیؒ کی غرض بشرط کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قید لگا کر یا رجل و الحارث کی مثل سے احتراز کرنا مقصود ہے اس لئے کہ حارث رجل پر معطوف ہے اور مجر عن اللام ہونے سے یہ اس کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چیز جو مجرد عن اللام ہونے کا تقاضہ کرتی ہے وہ الحارث میں منتفی ہے اور وہ چیز لام کا یا حرف ندا کے

ساتھ جمع ہوتا ہے۔

قال الشارح وامّا نحو ربّ جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ اضافت ذہنی پر محمول ہے اور اضافت ذہنی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی تو پس جس طرح معطوف علیہ نکرہ ہے اسی طرح معطوف بھی نکرہ ہے۔

او محمول : سے دوسری وجہ جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ ربہ رجلاً کی مثل ضمیر پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ سخلتھا کی ضمیر شاۃ مذکور کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ مطلق شاۃ کی

طرف راجع ہے اور معنی یہ ہے کہ رب شاۃٍ و سخلة شاة اب بھی یہ نکرہ ہوجائے گا لیکن یہ حمل علی الشذوذ ہے اس لئے کہ عام طور پر ضمیر راجع ہوتی ہے بعینہ سابق کی طرف۔

وكذا المعطوف : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر معطوف افراد اور تعریف میں معطوف کی مثل ہو تو معطوف علیہ کے وہ احوال جو عارض ہوا پنی ذات کے لحاظ سے اور اس کے غیر یعنی ماقبل کے اعتبار سے تو ایسے احوال کے اندر بھی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے یا زید و عمرو میں عمرو کی بناء واجب ہے اس لئے کہ زید کا ضمۃ یہ حرف ندا کے اعتبار سے ہے اور فی نفسہ اس کے مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے اور عمر مفرد معرفہ ہونے میں زید کی مثل ہے اور یا زید و عبد الله میں عبداللہ کی بناء ممتنع ہے اس لئے وہ زید کی مثل نہیں ہے کیونکہ زید معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے۔

قال الماتن ومن ثم لم يجز ۔سے ضابطہ مذکورۃ پر تفریع کا بیان ہے۔ چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ما یجوز لہ اور ما یمتنع لہ میں بھی اسی وجہ سے ما زید بقائم و لا ذاهب عمرو اور ما زید قائماً و لا ذاهب عمروا میں ذاھب پر رفع متعین ہے جس پر نصب اور جر جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو اس کا عطف

ہوگا **قائماً** پر اور اگر اس کو مجرور پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا قائم پر پس یہ بواسطہ عطف کے زید کی خبر ہوگا۔ حالانکہ ذاھب کا خبر ہونا ممتنع ہے اس لئے کہ معطوف علیہ یعنی قائم کے اندر ضمیر ہے جو راجع ہے **ما** کے اسم یعنی زید کی طرف اور معطوف اس ضمیر سے خالی ہے پس ذاھب پر رفع متعین وگا اس بناء پر کہ یہ خبر مقدم علی المبتداء ہے اور وہ مبتدا آء عمرو ہے پس یہ عطف الجملۃ علی الجملۃ کے قبیل سے ہوگا۔ اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

قال الشارح ولما کان لقائل ۔ سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کا مصنفؒ نے انما جاز سے جواب دیا۔

سوال : قاعدہ مذکورہ یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ منقوض ہے عربیوں کے قول الذی یطیر فیغضب زید ن الذّباب کے ساتھ اس لئے کہ یطیر کے اندر ایک ضمیر ہے جو راجع ہے موصول کی طرف اور یغضب باوجود یہ کہ یطیر پر معطوف ہے لیکن ضمیر سے خالی ہے۔

جواب : یغضب پر جو فاء داخل ہے یہ فاء عاطفہ نہیں ہے بلکہ یہ فاء سببیہ ہے لہذا قاعدہ مذکورہ پر نقض وارد نہ ہوگا اس لئے کہ ہماری بحث عطف میں ہے۔

او یکون: سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیہ اور عطف دونوں کے لئے ہے۔

قال الشارح لکنھا تجعل چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہوگئے ہیں۔ اذا یطیر دونوں جوابوں کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز جب اڑتی ہے پس غضب ناک ہوجاتی ہے زید مکھی ہے۔

او یفھم منھا : سے تیسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیہ کے لئے نہیں لیکن اس فاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولی جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس لئے کہ فاء سببیۃ اندر بھی مستعمل ہوتا ہے پس سببیت کا معنی رابط ہوجائے گا دوسرے کسی رابطہ کی حاجت

نہیں ہوگی اب معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز اڑتی ہے تو غضب ناک ہو جانا اس کا زید وہ مکھی ہے۔

ویمکن : سے چوتھے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعطف اور عطف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہے اصل میں عبارت یوں تھی الذی یطیر فیغضب زید بطیر الذباب معنی یہ ہے کہ وہ چیز کہ اڑتی ہے غضب ناک ہو جاتا ہے اس اڑنے سے زید مکھی ہے۔

قال الماتن و اذا عطف علی عاملین ۔ضابطے کا بیان

ضابطہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف نا جائز ہے جمہور کے نزدیک اس وقت جب معمول مجرور معمول منصوب مرفوع سے مقدم ہو تو پھر جائز ہے اور فراء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً نا جائز ہے۔

سوال : عطف عاملین پر نہیں ہوتا بلکہ معمولین پر ہوتا ہے تو پھر مصنفؒ کی عبارت علی کو عطف صلہ کیسے بنانا صحیح ہے۔ سے مولانا جامیؒ نے اس کے تین جواب دیے۔ بناء سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ قال سے دوسرے جواب کا بیان ہے اور اکثر الشارحین سے تیسرے جواب کا بیان ہے۔

جواب اول: کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے کہ جب علی صلے کے لئے ہوتا ہے حالانکہ یہ علی صلے کے لئے نہیں ہے بلکہ علی بنائیۃ ہے اور عاملین کا مضاف محذوف ہے جو کہ وجود اور معنی یہ ہے کہ اسمین کا جب عطف کیا جائے عاملین کے وجود پر بناء پر بان عطف سے عاملین کے وجود کی بناء رعطف کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کا عطف کیا جائے نا ملین کے معمولین پر عاطف واحد کے ذریعے۔

جواب ثانی: جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر عطف اصطلاحی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں پر عطف لغوی معنی پر محمول ہے جس کا لغوی معنی ہوتا ہے امالۃ اور کلمۃ علی بمعنی نحو اور

جانب کے ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ دو اسموں کو مائل کیا جائے عاملین کی طرف۔

بان یجعل : سے اس کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کو عاطف واحدہ ذریعہ عاملین معمول بنا دیا جائے۔

جواب ثالث : مصنفؒ کی عبارت میں عاملین کا مضاف محذوف ہے جو کہ معمولین اصل میں عبارت یوں تھی و اذا عطف علیٰ معمولی عاملین کہ جب دو عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کیا جائے۔

و انما قال علی : سے مولانا جامیؒ کی غرض عاملین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عاملین کی قید لگا کر مصنفؒ نے احتراز کیا عامل واحد کے دو مختلف معمولوں پر عطف سے اس لئے کہ عامل واحد کے مختلف معمولوں کا عطف بالاتفاق جائز ہے جیسے ضرب زید عمروا و عمرو خالداً۔ اس میں عامل واحد اور یعنی ضرب کے دو معمولوں یعنی زید اور عمرو پر دو اسموں یعنی عمرو اور بکر کا عطف کیا گیا ہے۔ اور یہ جائز ہے اور اذا عطف علی عوامل علی اکثر من اثنین اس لئے نہیں کہا کہ اگر عامل دو سے زائد ہوں تو پھر یہ عطف بالاتفاق نا جائز ہے۔

وذالک لدفع : سے مختلفین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید لگا کر مصنفؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہ وہم یہ ہو سکتا تھا کہ شاید ضرب ضرب زید عمروا و بکر خالد اس باب سے ہو کہ اس میں دو عامل ہیں اور دو عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا گیا ہے۔ لہذا یہ نا جائز ہونا چاہئے حالانکہ یہ اس باب سے نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عامل متعدد نہیں ہیں۔ اور عامل وہ ضرب اوّل ہے اور ضرب ثانی اس کی تاکید ہے۔

قال الشارح و ذالک العطف ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنے کی مثال پیش کرنا ہے کہ جیسے عربیوں کا قول ہے ما کل سوداء

تمرةً و بیضآء شحمةً اس میں ما مشابہ بلیس ہے کل مضاف سوداء مضاف الیہ ہے مضاف مضاف الیہ ملا ما کا اسم ہے اور تمرةً اس کی خبر ہے۔ پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔

(۱) مــا (۲) کل۔ بیضاء عطف ہے سودآء پر جو کہ کل کا معمول ہے۔ اور شحمۃ معطوف ہے تمرةً پر جو کہ ما کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا اور جیسے شاعر کا قول ہے اکل امـرءٍ تـحسبین اس میں ہمزہ استفہامیہ کل مضاف ہے امرء کی طرف مضاف مضاف الیہ ملا مفعول بہ مقدم ہے تحسبین کا اور امرأ مفعول بہ ثانی ہے پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔ (۱) کل (۲) تحسبین اور نار یہ معطوف ہے امرء پر جو کہ کل کا معمول ہے اور ناراً یہ معطوف ہے امرً اپر جو کہ تحسبین کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا۔

قال الشارح فهذا و ان كان واذا عطف سے مفہوم ہر رہا ہے مراد جواز بحسب الصورۃ ہے اور لم یجز سے مراد عدم جواز بحسب الحقیقت ہے۔

لاالحرف : سے عطف مذکور کے عدم جواز کی علت یہ ہے کہ حرف عطف عامل کے قائم مقام ہوتا ہے اور ایک حرف عطف دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے یہ عطف نا جائز ہے۔

خلافاً للفرآء: فان سے فرّآء کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ فرآء اس عطف کو [illegible]سب الحقیقت بھی جائز رکھتا ہے جس طرح کہ بحسب الصورۃ جائز ہے اور وہ مثالیں [illegible]س عطف کی صورت پر وارد ہیں ان میں فرآء تاویل بھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ [illegible] یہ تاویل کرتا ہے اور وہ مثالیں جو اس عطف کی صورت پر وارد ہیں ان پر بھی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ ان کو بھی جائز رکھتا ہے اور ان کے غیر کو بھی جائز رکھتا ہے۔

وعدم جواز : سے جمہور کے نزدیک عطف مذکور کا نا جائز ہونا اور فرآء کے ساتھ

جمہور کا اختلاف جمیع مواد میں جاری ہوتا ہے ہاں مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ معمول مجرور معمول مرفوع منصوب سے مقدم ہو تو اس صورت کے اندر فرآء کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔ جیسے فی الدّار زید و الحجرۃ عمرو۔ اس مثال کے اندر معمول مجرور معمول مرفوع سے مقدم ہے اور معمول مجرور معمول منصوب سے مقدم ہو اس کی مثال جیسے ان فی الدّار زیداً او الحجرۃِ عمروا۔

لمجیئہ : سے اس صورت کے جواز کی علت یہ ہے کہ یہ صورت اس لئے جائز ہے کہ عربیوں کے کلام میں یہ صورت پائی جاتی ہے لیکن یہ جواز صورت سماء پر بندر ہے گا اس لئے کہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اور وہ چیز جو خلاف قیاس مسموع ہو وہ سماع پر بند ہوتی ہے۔

قال الماتن خلاف لسیبویہ فانہ لا یجوز اس سے سیبویہ کے اختلاف کی وضاحت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ اس صورت کے اندر بھی اس عطف کو بحسب الحقیقت جائز نہیں رکھتا بلکہ وہ ان میں تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اس امر پر محمول ہے کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھا گیا ہے چنانچہ والحجرۃ سے پہلے فی محذوف ہے جو کہ مضاف کے حکم میں ہے اس لئے کہ مضاف جس طرح اپنے معمول کو جر دیتا ہے اسی طرح فی بھی اپنے معمول کو جر دیتا ہے۔ پس جملہ کا عطف ہو رہا ہے جملہ پر جو کہ جائز ہے۔ اور اسی طرح بیضاء شحمۃً میں بیضاء سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی۔ ما کل سوداء تمرہ و کل بیضاء شحمۃ اور اسی طرح

نارِ سے

پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی اکل امرء تحسبین امرا و کل نارِ توقد باللیل نارا۔

نحو تریدون: سے مولانا جامیؒ کی غرض مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھنے کی نظیر کو بیان کرنا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تریدون عرض

الحیوۃ الدنیا و اللہ یریدا الآخرۃ اس میں آخرۃ سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ عرض ہے اصل میں عبارت یوں تھی و اللہ یرید عرض الاخرۃ مضاف کو حذف کوردیا اور مضاف الیہ کو اس کے اوّل پر باقی رکھا گیا۔ مضاف کا حذف ہونا یہ بعض قرآئتوں کی بناء پر ہے جن میں الآخرۃ مجرور ہے ورنہ اکثر قرآء اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔

بحث التاکید

صاحب کافیہؒ تیسرے تابع تاکید کی بحث کو ذکر کیا ہے۔

قال الماتن التاکید تابع یقر امر المتبوع ۔صاحب کافیہؒ اس عبارت میں تعریف کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو اس کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں سامع کے نزدیک ثابت کردیتا ہے تو سامع کے نزدیک یہ امر متحقق ہوجاتا ہے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ متبوع ہے نہ کہ اس کا غیر۔ ای حالہ و شانہ یہاں امر بمعنی حال اور شان کے ہے۔

یعنی یجعل یہاں تقریر بمعنی تثبیت کے ہے یعنی وہ متبوع کے حال کو ثابت کردے۔

ای فی کونہ منسوبا او منسوبا الیہ نسبت سے مراد متبوع کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جاءنی زید زید میں متبوع یعنی زید منسوب الیہ ہے۔

و ذالک اما لدفع: سے تاکید کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید یا سامع سے غفلت کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے یا سامع کی متکلم کی نسبت غلط گمان کے دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔ اور اس دفعیت کی صورت یہ ہے کہ منسوب الیہ کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید یا منسوب کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید اس کی وجہ سے سامع کی غفلت کا ضرر بھی دفع ہوجائے گا اور اس تکرار

کی وجہ سے سامع کا متکلم کی نسبت یہ گمان بھی باقی نہ رہے گا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔

اولدفع ظنّ : یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے کہ متکلم کلام میں لفظ کے معنی حقیقی کو ترک کر کے مجاز کا ارتکاب کر رہا ہے یا یہ تجوّز کا گمان من منسوب میں ہوگا جیسے زید قتیل قتیل اس میں قتیل منسوب ہے اس کو مکرّر لا کر سامع کے اس گمان کو دفع کر دیا کہ شاید متکلم کے قتیل سے مراد ضرب شدید لی ہو یعنی قتیل سے مراد ضرب شدید نہیں ہے بلکہ قتیل سے مراد قتل ہی ہے پس اس وقت سامع کو گمان کو دفع کرنے کے لئے لفظ کا تکرار واجب ہے۔ تاکہ معنی حقیقی کے مراد ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے یا یہ تجوّز کا گمان منسوب الیہ میں ہوگا اس لئے کہ بسا اوقات ایک شیء کی طرف فعل کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور مراد اس شئے کے بعض متعلقات کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے جیسے قطع الامیر اللصّ۔ اس قطع ید کی نسبت امیر کی طرف کی گئی ہے حالانکہ مراد اس کا غلام ہے اس لئے کہ امیر تو حکم کرتا ہے پس اسوقت منسوب الیہ کا تکرار واجب ہے خواہ وہ تکرار لفظاً ہو یا معنیً ہو۔ لفظاً ہو جیسے ضرب زید زید معنا ہو جیسے ضرب زید نفسہ اس کا مطلب وہی ہے جو ضرب زید زید کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ بجائے زید کے اس کے ہم معنی لفظ کو ذکر کر دیا۔

اوفی الشمول : سے اس کا عطف ہے فی النسبۃ پر معنی تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت کردے نسبت میں یا شمول میں ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل ہے جو اس کے لئے ثابت ہے۔

دفعاً لتوهم: تاکید کے فائدے کا بیان ہے کہ یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے کہ متکلم مجاز ساتھ تکلم کر رہا ہے نفس منسوب الیہ میں سامع سے دفع ضرر غفلت وغیرہ کو ثابت نہیں کرتی بلکہ یہ تقرّر اور اثبات متبوع کے اپنے افراد کو شامل ہونے میں ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات فعل کی نسبت منسوب الیہ کے تمام افراد کی طرف رہتی

ہےلیکن مراد اس کے بعض افراد کی طرف نسبت ہوتی ہے پس یہ وہم لفظ کل اور اجمع اور اس کے نظائر کو ذکر کرنے سے دفع ہو جائے گا پس تاکید کے تمام افراد کے لئے غرض یہی ہے یعنی تقریر المتبوع فی النسبت یا فی الشمول۔

قال الشارح و اذا عرفت ۔جب تاکید کی تعریف اور اس کا فائدہ معلوم ہو جس کا تو اب اس کے فوائد و قیود کو بیان کرتے ہیں کہ تاکید کی تعریف میں یقرر امر المتبوع سے صفت اور بدل اور عطف بحرف خارج ہو گئے ۔بدل اور عطف کا خارج ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں المتبوع کی تقریر نہیں کرتے بلکہ بدل مقصود ہوتا ہے متبوع مقصود نہیں ہوتا۔ اور معطوف بحرف میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں اور صفت اس لئے خارج ہو گئی کہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے کہ جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے امر متبوع کی تقریر کے لئے نہیں ہے۔

قال الشارح و

افادتها توضیح ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تقریر المتبوع یہ اس کی توضیح ہی ہے اور صفت موضحہ بھی اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے تو پھر یقرر عن المتبوع سے صفت کیسے خارج ہو گئی؟

جواب: بعض مواضع میں صفت کا اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دینا یہ وضع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے اور یہاں وضع کے اعتبار سے اس کو خارج کرنا مقصود ہے۔فی النسبت او فی الشمول سے عطف بیان خارج ہو گیا اس لئے کہ عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔ اور وہ متبوع کے امر کو مقرر اور ثابت کر دیتا ہے لیکن نسبت اور شمول میں نہیں بلکہ ذات کے لحاظ سے۔

قال الماتن وهو لفظی و معنوی ۔سے صاحب کافیہؒ تاکید کی تقسیم کو بیان کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لفظی (۲) معنوی۔

ای منسوب : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظی کے آخر میں یا کہ نسبت کی ہے **لحصوله :** لفظی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظی کو لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

معنوی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے۔

فاللفظی : چونکہ لفظی تاکید لفظی او عامل لفظی اور اضافت لفظی کو شامل ہے تو مولانا جامیؒ نے اس ابہام کو دفع کرنے کے لئے اور مراد کی تعیین کے لئے۔

جواب: لفظ اوّل کا مکرر ہونا عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو حقیقتاً ہو جیسے جاء نی زید زید حکماً ہو جیسے ضربت انت اور ضربت انا۔ اس لئے کہ اس میں انت اور انا تاء ضمیر کے حکم میں ہیں کیونکہ ضمیر منفصل ضمیر متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ باقی یہاں لفظ اوّل کا حقیقتاً تکرار نہ ہونا یا اس وجہ سے کہ یہاں ایک مجبوری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا تکرار متصلاً جائز نہیں ہے۔

قال الشارح ای التکریر سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ اور **ولا یبعد** سے دوسرے جواب کا بیان ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی نہیں ہے بلکہ ضمیر کا مرجع تکریر مطلقاً ہے۔ دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے لیکن الالفاظ کلّها سے مراد فقط اسماء ہیں۔

قال الشارح ویکون اس تعمیم سے مقصود تاکید لفظی کا اسماء متعددۃ کے ساتھ عدم اختصاص ہے جیسا کہ تاکید معنوی الفاظ محصورۃ کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔

قال الشارح وهی نفسه وعینه : سے تاکید معنوی کے الفاظ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید معنوی کے الفاظ یہ ہیں نفس، عین، کلا، کلتا، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع، بعض نے کہا ہے کہ ابضع ضاد کے ساتھ ہے۔ بعض نے کہا کہ حالت افراد میں ان کا کوئی معنی نہیں ہوتا جیسے لفظ حسن اور بسن ان کا کوئی معنی نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ

اکتع یہ مشتق ہے حول کتیع سے جس کا معنی پورا سال۔ اور ابصع صاد کے ساتھ یہ مشتق ہے بصع العرق سے بمعنی پسینہ کہ پڑا۔ اور ابضع ضاد کے ساتھ یہ مشتق ہے بضع سے بمعنی سیراب ہوا۔ اور ابتع یہ مشتق ہے بتع سے بمعنی گردن کا لمبا ہونا اس کے مغرز کا سخت ہونا۔

قال الشارح ویمکن ان کے معانی لغویہ اور معانی تاکیدیہ کے درمیان مناسبت کا استنباط ناممکن نہیں ہے بلکہ ممکن ہے۔ ابتع کے معنی لغوی قائم ہونے کے ہیں اور معنی اصطلاحی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی اصطلاحی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔ اور ابصع صاد کے ساتھ کے معنی لغوی سیلان کے ہیں اور معنی تاکید عموم کے ہیں اور سیلان بھی عام ہوتا ہے تو معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابضع ضاد کے ساتھ لغوی معنی ہوتا ہے تمام الشرب اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابتع کے معنی لغوی طول کے ہیں اور طول نام ہے امتداد کا اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم بھی امتداد وجودی ہے تو معنی لغوی اور تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔

فالاولان : تاکید معنوی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں یعنی افراد تثنیہ اور جمع اور مذکر مونث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ انکا صیغہ اوران کے ساتھ کی

ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہے گی اگر متبوع مفرد ہو تو ان کا صیغہ بھی مفرد اور اگر متبوع جمع ہو تو صیغہ بھی جمع ہوتا ہے اوران کے ساتھ کی ضمیر بھی جمع ہوتی ہے اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کے ساتھ کی ضمیر تو تثنیہ ہوتی ہے اوران کا صیغہ جمہور کے مذہب کے مطابق ان کو بصیغہ جمع اور بعض کے نزدیک ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائیگا۔ چنانچہ واحد مذکر کے لئے نفسہ اور وحد مونث کے لئے نفسھا اور جمع مذکر عاقل کے لئے انفسھم اورع جمع مونث اور جمع مذکر غیر عاقل کے لئے

انفسهن استعمال ہوتے ہیں اور تثنیہ مذکر اور تثنیہ مونث کے لئے جمہور کے نزدیک انفسهما اور بعض کے نزدیک نفسا هما اور عینا هما کہا جائے گا۔

ای یقعان : سے یعمان کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یعمان یہ یقعان کے معنی میں ہے کہ نفس اور عین مفرد تثنیہ اور جمع مذکر مونث سب پر واقع ہوتے ہیں۔

افرادا و تثنیة و جمعا : سے اختلاف صیغہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر متبوع مفرد ہو تو ان کو بصیغہ مفرد لایا جائے گا اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائے گا اور اگر متبوع جمع ہو تو ان کو بصیغہ جمع لایا جائے گا۔

قال الماتن و الثانی للمثنی ۔تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا هما تثنیہ مذکر کے لئے اور کلتا هما تثنیہ مونث کے لئے

قال الشارح لما سمی النفس و العین ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کلا یہ ثانی ہے بلکہ کلا یہ ثالث ہے۔جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر اس پر ثانی کا اطلاق کیسے صحیح ہوا؟

جواب : جب نفس اور عین تغلیبا اولین۔ ساتھ موسوم ہو گئے جیسا کہ شمس اور قمر تغلیبا قمرین کے ساتھ موسوم ہو گئے ہیں تو اس لحاظ ۔ ثالث کا نام ثانی رکھ دیا ورنہ حقیقت میں یہ ثالث ہیں۔

قال الماتن و الباقی لغیر المثنی ۔تاکید معنوی کے الفاظ میں سے نفس ، عین، کلا، کلتا، کے علاوہ باقی یعنی کل اجمع وغیرہ یہ غیر تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کے لئے مستعمل ہوتے ہیں

لفظ کل کی تفصیل: لفظ کل کے صیغے میں اختلاف نہیں ہوتا البتہ اس کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے چنانچہ واحد مذکر کے لئے کلہ جیسے قرئت الکتاب

کلہ اور واحد مونث کے لئے کلھا جیسے قرئت الصحیفة کلھا اور جمع مذکر کے لئے کلھم ے اشتریت العبید کلھم اور جمع مونث کے لئے کلھن جیسے طلقت النساء کلھن اور باقیوں کا صیغہ متبوع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے جیسے اجمع واحد مذکر کے لئے جمعاء واحد مونث کے لئے اور جمع مذکر کے لئے اجمعون اور جمع مونث کے لئے جمع کہا جائے گا۔ قس علی ھذا الباقیین چونکہ باقی تقاضہ کرتا ہے غیر باقی کا اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے بعد الثلاثة المذکورة کو ذکر کر دیا کہ وغیرہ باقی مذکورۃ تین ہیں۔

مفردا کان اوجمعا : کہ غیر مثنی سے مراد مفرد اور جمع دونوں ہیں۔

وھی : سے بواقی کے مصداق کا بیان ہے کہ وہ بواقی کل اجمع اکتع ابتع ابصع ہیں۔

قال الماتن ولایوکذا ۔ سے ضابطہ کا بیان

ضابطہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جو ذواجزآء ہو اور اجزآ بھی ایسے ہوں کہ جن کا افتراق حسا صحیح ہو یا حکما صحیح ہو۔

مفردا کان او جمعا کہ ذواجزآء میں تعیم ہے خواہ مفرد ہو یا جمع ہو۔

اذا الکلیة : سے ایک شرط مذکور کی علت یہ ہے کہ ذواجزاء کی شرط اس لئے لگائی کہ کل کی کلیت اور اجمع کی اجتماع یہ ذواجزاء میں ہی متحقق ہوسکتے ہیں۔

قال الشارح ولا حاجة الی اجزآء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اجزآء افراد کو شامل ہیں اس لئے کہ جب کلی کے افراد بحیثیت مجتمع لحاظ کیا جائے اور جب تک اس کے افراد اجزآء نہ ہوجائیں تو اس وقت تک اس کی تاکید کل اور اجمع کے ساتھ لانی صحیح نہیں ہوئی۔

یجب ان تکون : اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اجزآء اس حیثیت سے ہوں کہ ان کا افتراق صحیح ہو۔ خواہ حسا ہو جیسے قوم کے اجزآء یا حکما ہو جیسے غلام۔

لیکون : سے شرط مذکور کی علت کا یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ تا کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید کا فائدہ ہو جائے۔ اکرمت القوم کلھم یہ اس موکد کی مثال ہے جس کے اجزآء کا افتراق حسا صحیح ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص غلام کے نصف کو خریدے اور نصف ثانی نہ خریدے بخلاف جاء نی زید کلہ کے یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ زید کے اجزاء کا افتراق نہ حسا صحیح ہے اور نہ حکما صحیح ہے۔ اسی وجہ سے یہ جائز نہیں ہے۔

قال الماتن و اذا اکد الضمیر ۔ سے ضابطے کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس ضمیر متصل کی تاکید لائی جائے گی۔ پھر لفظ نفس اور عین کے ساتھ۔

قال الشارح ای اذا کان ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کا قول و اذا اکدّ یہ شرط ہے اور اکد الثانی یہ جزآء ہے اور جزآء کا شرط پہ ترتب ضروری ہے اور یہاں پر ترتب نہیں ہے اس لئے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہوگئی۔ پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید اولاً کیسے لائی جاسکتی ہے۔

جواب : اذا اکد میں اکد سے مراد ارادہ تاکید ہے۔ یعنی جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے اب جزآء کا شرط پر ترتب صحیح ہو جائے گا۔ جیسے ضربت انت نفسك

اذلولا : سے تاکید بالمنفصل کی شرط یہ ہے کہ منفصل کے ساتھ تاکید کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب ضمیر مرفوع مستتر کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے جیسے زید اکرمنی ھو نفسہ میں اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی ھو کے ساتھ تاکید نہ

لائی جائے تو اب معلوم نہیں ہوگا کہ نفسه اس کا فاعل ہے اس میں ضمیر مستتر فاعل ہے اور یہ اس کی تاکید ہے چونکہ اس صورت کے اندر التباس لازم آتا ہے لہذا باقیوں کو اس پر قیاس کردیا جائے گا تا کہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

قال الشارح وانما قيد ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متن کے اندر مرفوع کی قید احترازی ہے اس لئے کہ لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے ضربتك نفسك اور مررت بك نفسك اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آئے گا اور متن میں متصل کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضمیر منفصل ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے انت نفسك قائم اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا۔ نفس اور عین کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے لفظ کل اور اجمعون سے اس لئے کہ کل اور اجمعون سے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے۔ جیسے القوم جاء نی کلهم اجمعون اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے التباس لازم نہیں آئے۔

قال الماتن اكتع واخوه ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں۔

لعدم ظهوره : سے اکتع ابتع ابصع اور اجمع کے بغیر ذکر کرنے کی ضعف کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا اس لئے ضعیف ہے کہ ان کی دلالت معنی جمعیت پر ظاہر نہیں ہے۔

وللزوم : سے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں وہ چیز جو کہ تابع ہے اس کو اصل کے بغیر ذکر کرنا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

بحث البدل

صاحب کافیہؒ چوتھے تابع یعنی بدل کے بحث کو بیان کررہے ہیں۔

قال الماتن البدل ۔بدل کی تعریف یہ ہے کہ بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے جو اس کے متبوع کی طرف ہورہی ہے متبوع کے غیر مقصود ہو۔

قال الشارح ای لقصدا لنسبة ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مقصود کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف اور تابع کی ضمیر راجع ہے بدل کی طرف اس سے یہ معلوم ہوا کہ نفس بدل مقصود ہوتا ہے حالانکہ نفس بدل مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاء نی زید اخوك میں نفس اخوك مقصود نہیں ہے۔

جواب : مقصود کا اسناد ضمیر بدل کی طرف مجازاً ہے حقیقت میں یہ مسند ہے نسبت کی طرف اور نسبت مقصود ہوتی ہے۔

ای لا تکون : سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نسبت نسب الی المتبوع سے نسبت الی المتبوع ابتداءً مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود نسبت الی التابع ہوتی ہے۔

قال الشارح سواء کان مانسب الی المتبوع میں تعمیم ہے خواہ مسند الیہ المتبوع یا مسند الیہ متبوع مسند الیہ کی مثال جیسے جاء نی زیدا خوك میں مسند الی المتبوع ہونے کی مثال جیسے ضربت زیداً اخاك۔

واحترز بقوله ۔سے فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف کے اندر بانسبت ای المتبوع کی قید سے نعت تاکید عطف بیان خارج ہوگئے اس لئے کہ یہ تینوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتی بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں۔ دونه کی قید سے عطف بحرف خارج ہوگیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، فقط تابع مقصود نہیں ہوتا۔

قال الشارح ولا یصدق الحد ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بدل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف معطوف ببل پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ مقصود بالنسبۃ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاء نی زید بل عمرو میں مجیئت عمرو مقصود ہے نہ کہ مجیئت زید۔

جواب: ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ معطوف ببل میں متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا بلکہ متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے۔ ابتداء پھر متکلم کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے متبوع سے اعراض کر کے تابع کا قصد کر لیتا ہے۔ بخلاف بدل کے کہ اس میں متبوع ابتدآء مقصود بالنسبت نہیں ہوتا۔

فان قیل ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس اجواب دینا ہے۔ سوال: کہ بدل کی یہ تعریف اس بدل پر صادق نہیں آتی جو کہ الا کے بعد واقع ہو جیسے ما قام احد الا زید اس میں زید، احد سے بدل ہے مگر ما نسب الی المتبوع کی نسبت سے ما نسب الی المتبوع مقصود نہیں ہے اس لئے کہ ما نسب الی المتبوع عدم قیام ہے اور ما نسب الی المتبوع وہ قیام ہے کیونکہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔

جواب: مانسب الی المتبوع بھی قیام ہے فرق اتنا ہے کہ متبوع یعنی احد کی طرف قیام کی نسبت سلباً ہے اور تابع یعنی ازید کی طرف قیام کی نسبت ثبوتاً ہے۔ او یہ صحیح ہے اس لئے کہ بدل کی تعریف میں نسبت میں تعمیم ہے خواہ وہ بطریق ایجاب ہو یا بطریق سلب ہو۔

قولہ و یمکن ان یقصد نسبت سلبیہ نسبت ایجابیۃ کے لئے تمہید بن سکتی ہے اس لئے کہ تمہید سے غرض ایقاظ الغافل ہے اور یہ غرض نسبت سلبیہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

قال الماتن و هو بدل الکل و بدل البعض ۔ صاحب کافیہؒ بدل کی تقسیم کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الکل (۲) بدل لبعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

ای بدل : سے بدل الاشتمال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا نام بدل الاشتمال اس لئے رکھا کہ

اس کو لانے کا سبب اکثر بدل اور مبدل منہ میں سے ایک کا دوسرے پر مشتمل ہونا ہے کبھی بدل مبدل منہٗ پر مشتمل ہوتا ہے جیسے **سلب زید ثوبهٗ** اس میں **ثوب زید** پر مشتمل ہے اور کبھی مبدل منہٗ بدل پر مشتمل ہے جیسے **یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه** اس میں **الشهر الحرام قتال** پر مشتمل ہے۔ غالباً اس لئے کہا کبھی بدل الاشتمال میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان ان میں سے ایک کے دوسرے پر مشتمل ہونے کے علاوہ بھی علاقہ ہوتا ہے جیسے **اعجبنی زید علمه**۔

ای بدل : سے بدل الغلط کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بدل الغلط کا نام بدل الغلط اس لئے رکھا گیا کہ اس کو لانے کا سبب غلطی ہوتی ہے تو بدل الاشتمال پر اور بدل الغلط کے درمیان اضافت من قبیل اضافت المسبب الی السبب ہوئی ادنی ملابست کی طرح اس لئے کہ بدل الاشتمال کا معنی ہے بدل المسبب عن الاشتمال اور بدل الغلط کا معنی ہے بدل المسبب عن الغلط۔

قال الماتن فالاول مدلوله مدلول صاحب کافیہ بدل الکل کی تعریف بیان کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہٖ مبدل منہٗ کا مدلول ہو۔

قال الشارح یعنی متحدان بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ ذات کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں تاکہ دونوں مترادف ہوں جاءنی زید اخوک اس میں زید اور اخوک مفہوم کے لحاظ متحد نہیں ہے لیکن ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔

قال الشارح وقال الشیخ الرضی ۔اس بات میں اختلاف ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے یا نہیں ہے. جمہور نحویوں کا مذھب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے۔ اور

رضی کا مذہب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع نہیں بلکہ یہ بدل الکل ہی ہے اس لئے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جمہور کے نزدیک توابع پانچ ہیں اور شیخ رضی کے نزدیک توابع کی چار قسمیں ہیں۔

جمہور نحویوں نے کہا ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا۔ بخلاف عطف بیان کے کہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ بیان ہوتا ہے اور بیان فرع ہے مبیّن کی پس مقصود مبیّن ہوگا۔ شیخ رضیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ بدل الکل میں فقط بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ بدل لغلط کے علاوہ باقی تین میں متبوع بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے کہ متبوع بطور تمہید کے ہوتا ہے پس وہ تمہید ہونے کے لحاظ سے مقصود ہے۔ میر سید نے شیخ رضی کے اس جواب کا جواب دیا جس کو مولانا جامیؒ **و قال بعض المحققین** سے نقل کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نے جو یہ کہا ہے کہ بدل الکل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ بدل الکل میں بالکل متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ متبوع مقصود اصلی نہیں ہوتا۔

قال الشارح و الحاصل ان مثل ۔ سے مثال کے ذریعے عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً جب **جاءنی اخوك زید** کہا جائے اس میں اگر اول یعنی اخوک کی طرف اسناد مقصود ہو تو اور ثانی یعنی زید کا ذکر بطور تتمہ اور توضیح کے ہو تو ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر ثانی یعنی زید کی طرف اسناد ہو اور اول یعنی اخوک کا ذکر بطور تمہید کے ہو تو ثانی بدل ہوگا۔

قال الشارح و حینئذ یکون ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بدل کی صورت میں بھی توضیح حاصل ہو جاتی ہے تو عطف بیان اور بدل الکل کے

درمیان فرق نہ ہوا۔

جواب: اگر چہ بدل کی صورت میں بھی ثانی سے توضیح حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ توضیح مقصود تبعاً ہوگی مقصود بالاصالت نہیں ہوگی اس لئے کہ مقصود اصالۃً فعل کا تابع کی طرف اسناد ہوتا ہے لہذا ان دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ مقصود تبعاً ہوتا ہے

بخلاف بدل کے کہ وہ مقصواصلی ہوتا ہے۔

قال الماتن الثانی جزئہ ۔سے بدل البعض کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زید رأسہٗ اس میں رأسہٗ بدل البعض ہے سواس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

قال الماتن و الثالث بینہ وبین الاول ملابسۃ ۔ بدل الاشتمال کی تعریف کا بیان۔ اور بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کے اور اس کے مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو۔

قال الشارح بحیث توجب ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بدل الاشتمال کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف بدل الغلط پر صادق آتی ہے جیسے ضربت زیداً غلامہٗ اور ضربت زیداً حمارہٗ ان مثالوں کے اندر بدل اور مبدل منہ میں کلیت اور جزئیت کے علاوہ علاقہ ہے اور وہ علاقہ مالکیت مملوکیت کا ہے۔

جواب: بدل اور مبدل منہ کے درمیان علاقہ سے مراد وہ علاقہ ہے نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو اجمالاً واجب کردے جیسے اعجبنی زید علمہ میں جب اعجبنی زید کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ زید اپنی ذات کے اعتبار سے معجب نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کوئی صفت معجب ہے اس لئے کہ انسان کے افراد میں ذات کے اعتبار سے

تفاوت نہیں ہوتا اسی طرح سلب زید ثوبه' میں جب سلب زید کہا تو معلوم ہوا کہ مسلوب زید کے متعلقات میں سے کوئی متعلق ہے۔ اس لئے کہ آدمی کے لئے لفظ سلب استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ آدمی کے لئے لفظ فقدان استعمال ہوتا ہے پس زید بخلاف ضربت زیداً غلامه کے اور ضربت زیداً حماره ہے کہ ان مثالوں میں تابع اور متبوع کے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو واجب کر دے اس لئے کہ ضرب کی نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو واجب کر دے اس لئے کہ ضرب کی نسبت زید کی طرف یہ نسبت تام ہے اور اس نسبت کے صحیح ہونے میں غیر زید کی طرف نسبت کا اعتبار کرنا لازم نہیں آتا۔ لہذا یہ تعریف بدل الاشتمال کی نہیں بنے گی بلکہ بدل الغلط بنے گی۔

ای یکون تلک الملابست ملا بست بغیر هما سے مراد یہ ہے کہ بدل امبدل منہ کل نہ ہو پس اس میں وہ صورت داخل ہو جائے گی جس سے میں بدل کل ہو اور مبدل منہ جزء ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه اس میں قمر جزء ہے اور فلک کل ہے۔

قال الشارح و المناقشة ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ نظرت الی القمر فلکه میں قمر یہ فلک کا جزء نہیں ہے بلکہ یہ قمر مستقل فی نفسہ ہے اور مرکوز فی الفلک ہے۔

جواب : یہ مناقشہ مناقشہ فی المثال ہے جو اھل علم کے ہاں مثال نہیں ہے اور اس کے لئے ایک دوسری مثال پیش کی جاسکتی ہے جیسے رائیت درّاجة الا سد برجه' اس لئے کہ برج عبارت ہے مجموعہ درجات سے اور درجہ اس کا ایک جزء ہے۔

قال الشارح و انما لم یجعل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس قسم کو پانچویں قسم کیوں نہیں بنایا اس کا نام بدل الکل عند البعض کیوں نہیں رکھا؟

جواب : اس کو مستقل پانچویں نہیں بنایا اور اس کا نام بدل الکل من البعض اس لئے نہیں رکھا کہ یہ نہایت قلیل ہے بلکہ بعض نے کہا کہ یہ کلام عرب میں واقع نہیں ہوتی یہ مثالیں مصنوعی اور

فرضی ہیں۔

قال الماتن و الرابع ان تقصد اليه بعد ان ۔سے بدل الغلط کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل الغلط یہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد بدل اور مبدل منہ کے درمیان کسی قسم کی ملابست کا اعتبار کیے بغیر جس کا قصہ کیا جائے جیسے جاء نی زید حمار اس میں حمار بدل الغط ہے اس لئے کہ متکلم حمار کہنا چاہتا تھا غلطی سے اس کی زبان سے زید نکل گیا۔ پھر اس نے اس غلطی کے تدارک کے لئے حمار کو ذکر کیا۔

قال الماتن و يكونان ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بحسب التعریف و التنکیر بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) دونوں معرفہ ہو جیسے ضرب زید اخوك (۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لك مختلفین ہوں اس کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔ (۱) مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ جیسے بالناصية ناصية كاذبه (۲) مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زيدٍ

قال الماتن و اذا كان ۔سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے کیونکہ نکرہ معرفہ کی بہ نسبت انقص ہوتا ہے لہذا اس نکرہ کی صفت لائیں گے تا کہ اس صفت کے ذریعے اس نقص کی نکارت کی تلافی ہو جائے جو کہ بدل میں ہے جیسے بالناصية ناصية كاذبة ۔اس میں الناصیۃ معرفہ ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور ناصیۃ نکرہ ہے جو کہ بدل ہے اسی وجہ سے اس کی صفت کاذبہ لائی گئی ہے۔

قال الماتن و يكونان ۔سے بحسب الاظهار و الاضمار بدل کی تقسیم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بحسب الاظهار و الاضمار بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاء نی زید اخوك (۲) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم مضمر ہوں جیسے الزيدون لقيتهم اياهم مختلفین کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔(۱) مبدل

منہ اسم مضمیر اور بدل اسم مظہر جیسے اخوك ضربته زیداً (۲) مبدل منہ اسم مظہر اور بدل اسم مضمر ہو جیسے اخوك ضربت زیداً ایاہ۔

قال الماتن ولا یبدل ظاھر من مضمر ۔ سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم مظہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل نہیں سکتا جیسے ضربہ زیداً۔

لان المضمر : سے اس کی علت یہ ہے کہ ضمیر متکلم اور مخاطب از روئے دلالت کے اسم ظاہر سے اقوی اور اخص ہوتی ہیں پس اگر ضمیر مخاطب یا ضمیر متکلم سے بدل الکل بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ مقصود فیہ مقصود سے انقص ہو جائے حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے۔ بخلاف غیر بدل سے بدل الکل کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ اس سے احتراز ہے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط سے اس لئے کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنانا صحیح ہے اس لئے کہ ان کے اندر مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول پر ہوتا ہے جیسے اشتریتك نصفك یہ ضیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل البعض بنانے کی مثال ہے۔ اور اشتریتنی نصفی یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر بدل البعض بنانے کی مثال ہے اور اعجبنی علمك یہ ضمیر متکلم نے بدل الاشتمال بنانے کی مثاہے اور ضربتك الحمار یہ ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے اور ضربتنی الحمار یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے۔

بحث عطف بیان

صاحب کافیہ توابع کا پانچواں قسم عطف بیان کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن عطف البیان ۔ عطف بیان کی تعریف۔ عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود

صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کردے۔

شامل: تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔ غیر صفة بمنزل فصل اول کے ہے اس سے صفت خارج ہوگئی۔

واحترز: یوضح متبوعہ بمنزل فصل ثانی کے ہے۔اس سے بدل، تاکید، عطف بحرف و

غیرہ خارج ہوگئے۔

قال الشارح ولا یلزم من ذالک۔ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عطف بیان کی تعریف جاءنی سیبویہ عمرو میں عمرو پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ عمرو اپنے متبوع کی وضاحت نہیں کررہا کیونکہ سیبویہ بنسبت زیادہ واضح ہے اور زیادہ مشہور ہے حالانکہ

عمرو عطف بیان ہے۔

جواب: عطف بیان کا اپنے متبوع کے لئے موضح ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عطف بیان اپنے متبوع سے زیادہ واضح ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے اجتماع سے وہ ایضاح حاصل ہوجائے جو علی الانفراد ان میں سے ایک سے حاصل نہ ہو۔پس متبوع کا تابع سے زیادہ واضح ہونا بھی صحیح ہے۔جیسے **اقسم بالله ابو حفصٍ عمر** ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے۔ اور عمر اس کا عطف بیان ہے۔اس کلام کے سبب واحد کی تقریر یہ ہے کہ ایک دیہاتی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس نے کہا کہ میرا وطن دور ہے اور میں ایسی اونٹنی پر سوار ہوں جس کی پیٹھ زخمی ہے اور جسم لاغر ہے اور اس کے پاوں گھسے ہوئے ہیں اور اس نے حضرت عمرؓ سے سواری کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے اس کو جھوٹا گمان کیا اور اس کو سواری نہیں دی اس نے اپنا سامان اپنی اونٹنی پر لادا پھر بطحہ وادی کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا **اقسم بالله ابو حفصٍ عمر۔ ما مسها من نقب ولا دبرِ۔ اغفرله اللهم ان کان فجر** کہ ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس کی اونٹنی کو

بیماری اور لاگری نے نہیں چھوا اے اللہ تو عمر بن خطاب کو بخش دے اگر اس نے گناہ کیا تو جب حضرت عمرؓ نے اس کا یہ کلام سنا تو وادی کی بلندی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے جب اس نے کہا اغفرله اللهم ان كان فجر تو حضرت عمرؓ نے اللهم صدق صدق اے اللہ اس دیہاتی کی بات کو سچا کر دے سچا کر دے یہاں تک دونوں آپس میں مل گئے تو حضرت عمر نے دیہاتی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اپنا سامان سواری سے اتار دے تو واقعی اس کی اونٹنی ویسی تھی جیسے اس نے کہا تھا یعنی جسم لاغر تھا اور پاؤں گھسے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس کو اپنا ذاتی اونٹ دیا۔

قال الماتن وفصله من البدل لفظا ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے چونکہ بعض نحویوں یعنی رضی نے عطف بیان کے مستقل وجود کا انکار کیا اسی وجہ سے عطف بیان اور عطف الکل کے درمیان فرق کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق از روئے احکام لفظی کے انا ابن التارك البكرى بشر کی مثل میں واقع ہے اس قول کے اندر اگر بشر کو البکری کا عطف بیان بنا دیا جائے تو جائز ہے۔ اور اگر اس کو بدل بنایا جائے تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو التارك جس طرح البکری پر داخل ہے اسی طرح بشر پر داخل ہوگا تو تقدیر کی عبارت اس طرح ہو جائے گی التارك بشر اور یہ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ الضارب زید کی مثل ہے اور الضارب زید کا ناجائز ہونا ماقبل میں گذر چکا ہے۔

اور اس بیت کا آخر یہ ہے کہ علیه الطیر ترقبهٗ وقوعاً۔ وعلیه الطیر آخری بیت کی ترکیب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ التارك یا مصیر کے معنی میں ہے یا مصیر کے معنی میں نہیں ہے اگر التارك مصیر کے معنی میں ہو تو علیه الطیر یہ التارك کا مفعول ثانی بنے گا اور اگر مصیر کے معنی میں نہ ہو تو پھر علیه الطیر التارك کے مفعول یعنی البکری سے حال ہوتا۔ ترقبه یہ طیر سے حال ہے اگر طیر علیه کے متعلق یعنی ثبت یا وقع کا فاعل ہو

۔اوراگر الطیر مبتدآء ہواور علیہ اپنے متعلق سے مل کر الطیر کی خبرہ تو پھر ترقبہ حال ہوگا علیہ کے متعلق کی ضمیر سے۔ وقوعاً یہ جمع ہے واقع کی اور یہ حال ہے ترقبہ کے فاعل سے۔

ای واقعۃ : سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اردگرد پرندے جمع ہورہے ہیں اوراس کی روح کے نکلنے کا انتظار کررہے ہیں اس لئے کہ جب تک انسان کے اندر تھوڑی سی بھی روح ہو پرندے اس کے قریب نہیں آتے۔ کیونکہ ادراک وشعورسمع وبصرروح نکلنے تک رہتا ہے۔اور جب روح نکل جاتی ہے تو یہ سب چیزیں معدوم ہوجاتی ہیں۔

واما الفرق المعنوی : لفظاً کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظاً کی قیداس لئے لگائی کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق معنوی ظاہر ہے کہ بدل مقصداصلی ہوتا ہے اور عطف بیان مقصوداصلی نہیں ہوتا بلکہ وہ توضیح کے لئے ہوتا ہے۔

والمراد : سے انا ابن التارك البکری بشر سے مراد ہروہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید اور انا ابن التارك البکری بشرِ اس میں بشر عطف بیان ہے اور البکری اس کا متبوع ہے جو کہ معرف باللام ہے اور صفت معرف باللام یعنی التارك کا مضاف الیہ ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ مثل سے مراد ہروہ اسم ہو کہ عطف بنانے کی صورت میں اس کا جو حکم ہے وہ اس حکم کے مخالف ہو جب اس کو بدل بنایا جائے۔جیسا کہ مثال مذکور میں اس لئے کہ جب بشرِ کو البکری سے عطف بیان کیا تو اس کا حکم جواز ہے اور جب اس کو بدل بنائیں تو اس کا حکم عدم جواز ہے۔اور یہ ندآء کی صورت کو بھی شامل ہو جائے گا مثلاً یا غلام زیدٍ اس میں غلام منادٰی معرفہ مبنی برضم ہے اور محلاً منصوب ہے اگر زید کو غلام کا عطف بیان بنائیں تو زید کو غلام کے لفظ پر محمول کرتے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیدٌ اوراس کو غلام کے محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیداً اوراگر زید کو

غلام سے بدل بنائیں تو چونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو اس کو غلام کے لفظ پر محمول کر کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں گے جیسے یا غلام زیدٌ ضمہ کے ساتھ کہا جائے گا۔ اور معنی اول زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ عبارت سے آسانی سے مفہوم ہو جاتا ہے۔ اور معنی ثانی مفید زیادہ ہے اس لئے کہ اس کے عموم میں ندآء کی صورت بھی داخل ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

تبلیغی بیانات

- ایمان سیکھنا
- حضورﷺ کی ذات قیمتی ہے
- اللہ کا دیدار اور دعوت
- دعوت و دعاء
- علم و عمل
- اسلامی گھر
- عبادت و خلافت
- فضائل اُمت
- حیاء اور پردہ
- اللہ کی معیت
- لیلۃ القدر
- اللہ کی معرفت

مفتی عطاء الرحمٰن

دامت برکاتہم العالیہ

المکتبۃ الشرعیۃ

055-3259183
0300-6455269

شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ